انسائیکلوپیڈیا — ۳

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

ادارۂ معارف اسلامی
منصورہ ۰ لاہور

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے ____
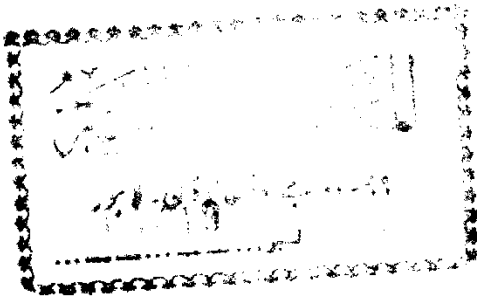
انسائیکلوپیڈیا — ۳

# فقہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ: الیف الدین ترابی



ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | فقہ حضرت عثمان ؓ |
| مصنف | : | ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی |
| اردو ترجمہ | : | الیف الدین ترابی۔ مولانا عبدالقیوم |
| نظرثانی | : | مولانا سید شبیر احمد |
| باہتمام | : | ادارہ معارف اسلامی۔ |
| طابع | : | رشید احمد چودھری، مکتبہ جدید پریس۔ لاہور |
| کمپیوٹر کمپوزنگ | : | مکتبہ جدید پریس۔ لاہور |
| قیمت | : | ۲۱۰ روپے |
| بار اول | : | ۱۰۰۰ جولائی ۱۹۹۳ء |

تقسیم کنندہ :

المنار بک سنٹر،

منصورہ ـــ ملتان روڈ۔ لاہور ۵۴۵۷۰

فون : ۴۴۷۹۱۳ ـــ ۴۳۰۰۳۳

# پیش لفظ

## انسائیکلوپیڈیا کی تدوین
## مسلمانوں کے قدیم و جدید کارنامے

خلیل احمد الحامدی

انسائیکلوپیڈیا کی عصری ترتیب، جس میں موضوعات کو حروف تہجی کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے، سب سے پہلے آج سے دو سو سال قبل یورپ میں اختیار کی گئی تھی۔ اس سلسلے کا اولیں حاصل کاوش انسائیکلوپیڈیا آف فرانس ہے۔ اس کے ڈیڑھ سو سال بعد انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مدون ہوئی اور آج تک مشہور اور متداول یہی دوسری انسائیکلوپیڈیا ہے اور بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگلستان کا کوئی علمی ادارہ اور گھرانا ایسا نہ ہوگا جہاں یہ انسائیکلوپیڈیا زینت طاق نہ ہو۔

دور حاضر میں عربی زبان میں پہلی انسائیکلوپیڈیا انیسویں صدی کے اواخر میں مدون ہوئی۔ یہ لبنان کے مشہور عیسائی عالم سلیم بستانی کی دائرۃ المعارف ہے لیکن کامل نہیں ہے بلکہ صرف گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ بعد میں بیسویں صدی کے آغاز میں ایک اور انسائیکلوپیڈیا نے علمی حلقوں سے داد تحسین وصول کی جسے مصر کے نامور عالم فرید وجدی نے دس بڑی جلدوں میں جمع کیا۔ علامہ مرحوم نے اس ضخیم کتاب کو مرتب کرنے میں جس غیر معمولی عرقریزی سے کام لیا ہے بلاشبہ اسے انسانی مساعی کی آخری حد قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن چونکہ یہ کام اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک فرد کے بس کی بات نہیں ہے اس لئے یہ انسائیکلوپیڈیا بھی اپنی تمام خوبیوں اور مرتب کی کاوشوں کے باوجود کامل نہیں کہی جاسکتی۔ اس میں نہ صرف یہ کہ اکثر علوم و موضوعات کو چھیڑا تک نہیں گیا، بلکہ جن

موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں بھی بعض ماہرین خصوصی کے قلم سے نہ لکھے جانے کی وجہ سے تشنۂ بحث ہیں۔

آج سے ربع صدی قبل عربی زبان میں ایک اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس میں فرانس' ہالینڈ' انگلستان اور جرمنی کے نامور مستشرقین شریک بزم نظر آتے ہیں لیکن مستشرقین کا گروہ عام اسلام کے بارے میں جن تصورات کا حامل ہے وہی تصورات و نظریات اس کے تمام موضوعات پر محیط ہیں۔

جیسا کہ اوپر گزارش کی جا چکی ہے کہ موجودہ طرز و ترتیب کے مطابق سب سے پہلے انسائیکلوپیڈیا آف فرانس وجود میں آئی' لیکن جہاں تک علوم و معارف کو ایک مجموعہ میں جمع کرنے کا تعلق ہے اس طرح کی کوششیں اسلامی تاریخ کے ہر دور میں علمائے امت نے کی ہیں اور ہر زمانے میں انسائیکلوپیڈیا تحریک کی گرما گرمی رہی ہے۔ اس تحریک کا ایک مختصر جائزہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اسلام کی علمی تاریخ میں سب سے پہلے نحو اور لغت کے امام ابوالحسن محمد بن عبداللہ کسائی (۱۸۹ھ) نے ایک اسلامی انسائیکلوپیڈیا تیار کی جس کا نام "خلق الدنیا و مافیہا" رکھا۔ اس میں امام کسائی نے لوح و قلم سے بحث کا آغاز کیا ہے اور آسمان و زمین پر کلام کرتے ہوئے دوسرے تمام کائناتی اجرام پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اپنی بحثوں کو جابجا آثار و اخبار سے مدلل کیا ہے اور احادیث نبوی کے علاوہ اپنے وقت کی تمام علمی و فنی کتابوں سے استناد کیا ہے۔ اسی طرز پر ابو حاتم ابن حیان بستی (۳۵۴ھ) نے بھی ایک کتاب "وصف العلوم و انواعہا" تیس جلدوں میں لکھی اور اسے صحیح معنوں میں بحر علوم کی حیثیت دی ہے۔

عصری انسائیکلوپیڈیا سے قریب ترین مشابہت رکھنے والی کتاب چوتھی صدی کے یکتائے روزگار اندلسی عالم احمد بن ابان (۳۸۲ھ) کی تالیف العالم ہے۔ احمد بن ابان بہت بڑے صاحب فضل و علم اور لغت دان تھے۔ ابوالقاسم کی کنیت سے معروف تھے۔ انہوں نے ابو علی بغدادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور اس کی جلیل القدر کتاب "النوادر" کی روایت کی۔ سعید ابن جابر اشبیلی بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ مستنصر باللہ کے زمانے میں قرطبہ کے پولیس افسر تھے۔ ان کا قلم آب رواں کی مانند تھا۔ مذکورہ کتاب العالم انہوں نے یک صد جلدوں پر مشتمل لکھی اور اجناس کے لحاظ سے اسے مرتب کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے فلک پر بحث کی کیونکہ کائنات کی سب سے بڑی جنس اور بزرگ ترین جرم فلک ہے۔ اس طرح علی الترتیب اجناس پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب کو ذرہ پر ختم کیا

ہے۔ العالم کے علاوہ ان کی نحو کے موضوع پر ایک اور جامع کتاب "العالم والمتعلم" ہے۔ اخفش نحوی کی کتاب پر بھی انہوں نے ایک مفید شرح لکھی ہے۔

چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) میں ہمیں انسائیکلوپیڈیا کے طرز کا ایک اور عظیم مجموعہ ملتا ہے۔ یہ مجموعہ "رسائل اخوان الصفا" کے نام سے مشہور ہے۔ دنیا کے علماء نے احمد بن ابان کی کتاب العالم اور اخوان الصفا کے رسائل کو تاریخ کا قدیم ترین انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے۔ ان دونوں سے پہلے جو مختلف علوم و فنون پر مجموعے علمی دنیا میں تیار ہوتے رہے ہیں وہ جامعیت و وسعت کے لحاظ سے ان دونوں کے مقابلے میں ناقص ہیں۔

رسائل اخوان الصفا درحقیقت انسائیکلوپیڈیا آف فلسفہ و سائنس ہے۔ حکماء اور فلاسفہ کے اندر اسے نہایت درجہ قبول عام حاصل رہا ہے۔ یہ مجموعہ چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں ریاضت و تعلیم پر بحث ہے اور ۱۴ رسالوں پر حاوی ہے۔ دوسرے میں جسمیات و طبیعیات کو ۱۷ رسالوں میں بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ نفسیات عقلیہ پر مشتمل ہے اور ۱۰ رسالوں کو محیط ہے۔ چوتھے حصے میں ناموس الٰہی، شریعت اور مذہب کے موضوعات کو ۱۱ رسالوں میں بیان کیا گیا ہے۔

ان رسائل کے مصنفین کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ کوئی انہیں کسی معتزلی مصنف کی کاوش قرار دیتا ہے۔ کوئی انہیں امام جعفر صادق کی جانب منسوب کرتا ہے۔ بعض اسے قرطبہ کے عالم ابوالقاسم مسلمہ مجریطی (۳۹۸ھ) کا نتیجہ فکر قرار دیتے ہیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رسائل چوتھی صدی کے مفکرین اور اہل فلسفہ کے ایک گروہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یہ گروہ اپنے وقت کے علوم و فنون میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور اس میں رجال دین، متکلمین، متصوفین کے دوش بدوش زنادقہ اور ملحدین کی ایک تعداد بھی شریک رہی ہے۔

رسائل اخوان الصفا کے مرتبین نے یہ کوشش کی ہے کہ اس مجموعے میں ان تمام فلسفیانہ نظریات و تصورات کو جمع کیا جائے جو عہد بہ عہد ہونے والی تبدیلیوں سے گزر کر ان کے دور تک ابنائے اسلام میں پھیل چکے تھے۔ مصنفین نے اپنے پیش نظر یہ بھی رکھا ہے کہ انحطاط کی اس تندرو کا انسداد کیا جائے جو عباسی معاشرے کو پوری قوت سے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اخلاقی ضابطوں، اور تعلیمی بنیادوں کی اشاعت و تبلیغ سے اسے روکنے کی سرتوڑ سعی کی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے سائنٹیفک طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف انہوں نے سقراط، افلاطون، ارسطو، فیثاغورث اور فارابی کے افکار و خیالات کے اندر مطابقت

پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف شیعہ کے بعض اصولوں کو بھی قبول کیا ہے۔ اسلامی فلسفہ میں ان رسائل کے مصنفین کا مذہب موافقت و اختیار (Election) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خوارزمی (۳۸۷ھ) کی مفتاح العلوم بھی دائرۃ المعارف کی نوعیت کی ہے۔ خوارزمی نے یہ کتاب ابوالحسن عبداللہ بن احمد کی فرمائش پر تالیف کی تھی۔ ابوالمظفر ابیوردی (۵۰۷ھ) کی طبقات الامم اور ابوالوفاء ابن عقیل بغدادی (۵۱۳ھ) کی الفنون بھی اسی فہرست میں شمار کی جاتی ہے' بلکہ الفنون کو تو سرفہرست جگہ حاصل ہے۔ الفنون کے بارے میں علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: ''الفنون دو سو جلدوں پر حاوی ہے۔ ڈیڑھ سو جلدیں تو میرے ہاتھ بھی لگ چکی ہیں''۔ مشہور محدث حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''دنیا میں الفنون سے بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ میں چار صد جلدوں سے اوپر بھی چند جلدیں دیکھ چکا ہوں''۔ ایک دوسری روایت میں اس کی آٹھ سو جلدیں بتائی گئی ہیں۔

خود علامہ ابن جوزی (۵۹۷ھ) نے بھی مختلف علوم و فنون میں تالیف کے انبار لگائے ہیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ ان کی کتاب المجتبیٰ دائرۃ المعارف کی ہم مشرب ہے۔ یہ کتاب قرائت' سیرت' نحو وغیرہ کے کئی علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔

امام فخرالدین رازی (۶۰۶ھ) فقہائے شافعیہ میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب ''حدائق الانوار فی حقائق الاسرار'' علوم کا سمندر ہے۔ اس میں امام رازی نے ۶۰ علوم کی تشریح کی ہے۔ یہ کتاب سلطان علاؤالدین تکشی خوارزمی کی خاطر انہوں نے تالیف کی تھی۔

فارسی زبان کی مایہ ناز کتاب ''درۃ التاج لعزۃ الدیاج'' حکمت نظری اور حکمت عملی کے تمام اقسام کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اسے قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی نے جو انموزج العلوم کے لقب سے مشہور ہیں دیاج بن نیلشاہ کے لئے مرتب کیا تھا۔

ترکی الاصل عالم طاش کبری زادہ کی مفتاح السعادۃ کو اہل علم کی نگاہ میں جو قدرومنزلت حاصل ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنے عہد کے تمام علوم و فنون کا تعارف اور ان کی تاریخ بیان کی ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ مفتاح السعادۃ کا اصل ماخذ شمس الدین محمد انصاری کی کتاب ''ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد'' ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی ہر میدان کے شہسوار شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی تصنیفات کی تعداد تین سو سے اوپر ہے۔ لیکن ان کی ''اتمام

الدرایہ لقراء النقایہ" اپنی ہمہ گیریت اور جامعیت کی رو سے دائرۃ المعارف کا مقام رکھتی ہے۔

انسائیکلوپیڈیائی اسلوب تالیف کی جو مثالیں ہمیں عہد سلف میں ملتی ہیں ان میں اگر ابن خلدون کے مقدمہ کو اپنے وقت کی ثقافتی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ مقدمہ کہنے کو تو ابن خلدون کی تاریخ "المبتداء و الخبر" کا پیش لفظ ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایک مستقل بالذات کتاب ہے اور معلومات و معارف کا دفتر بے پایاں ہے۔ پیرس یونیورسٹی کے لاء کالج کے پروفیسر اجتماعیات موسیو میونر (R. Mauniar) کے الفاظ ہیں: "مقدمہ ابن خلدون کائناتی قوانین کا عظیم مجموعہ اور علوم عصری کی بے نظیر انسائیکلوپیڈیا ہے"۔

اسلام کی علمی و تہذیبی تاریخ میں امالی کے نام سے جو طرز تالیف رائج رہا ہے اس کا اندازہ بھی انسائیکلوپیڈیا کے طریقہ تالیف سے مشابہ ہے۔ امالی املاء کی جمع ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ استاذ مسند درس پر متمکن ہوجاتا تھا اور تلامذہ کی جماعت قلم دوات اور کاغذ لے کر اس کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتی۔ استاذ برجستہ طور پر کسی موضوع کو چھیڑ دیتا اور بھرپوری آزادی کے ساتھ بحث در بحث اور شعر در شعر اپنی تقریر کرتا جاتا۔ شاگرد خاموشی کے ساتھ اسے قلم بند کرتے جاتے۔ اس طرح سے جو کتاب وجود میں آتی اسے امالی کا نام دیا جاتا۔ جیسے ابوالعلی القالی کے امالی۔ اس انداز کی بعض کتابیں تعلیقات کے نام سے بھی موسوم ہیں۔ امالی سے وسیع تر طریقہ مجالس کا ہوتا تھا۔ امالی میں تو صرف استاذ اپنے معارف بے کراں کے جواہر بکھیرتا جاتا تھا مگر مجالس میں دوسرے شرکاء بھی بحث میں حصہ لیتے تھے اور تبادلہ خیالات کرتے جاتے تھے۔ ان مباحث کو بھی قلمبند کرنے والے موجود ہوتے اور بعد میں یہی گلدستہ "مجالس" کے نام سے مشہور و متداول ہوجاتا۔ ان میں مجالس ثعلب سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہیں۔

فلاسفہ اسلام کے گروہ کثیر نے بھی اپنی کتابوں کو انسائیکلوپیڈیا بنانے کی سعی کی ہے۔ مثلاً فارابی کی تعلیم الصنائع، غزالی کی احیاء العلوم، ابن سینا کی الشفاء اور النجات اور ابن رشد کی الکلیات والجوامع اس کا بین ثبوت ہیں۔

مورخین اور علمائے رجال نے تراجم اور انساب کی کتابوں کو جس ترتیب و تبویب سے جمع کیا ہے ان کا رنگ کافی حد تک انسائیکلوپیڈیا کے رنگ سے ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ اسماء الرجال کی عام کتابوں کو دیکھئے جن میں محدثین اور راویوں کے حالات کی تحقیق کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں علمائے نحو، ادباء، فلاسفہ و حکماء، ارباب تفسیر و قراءت، متکلمین، متصوفین، ماہرین طبیعیات و ریاضیات، فقہاء،

محدثین اور ارباب سیر پر علیحدہ علیحدہ طبقات کی کتابیں موجود ہیں جن میں ہر جماعت اور ہر فن کے ماہرین کی تاریخ و سوانح پر سیر حاصل گفتگوئیں کی گئی ہیں۔

بلدانیات کے موضوع پر بھی متعدد انسائیکلوپیڈیا ملتی ہیں۔ ان لوگوں میں مفکر اعظم اور ادیب شہیر جاحظ (۲۵۵ھ) سرفہرست ہیں۔ ان کی کتاب الامصار بلدانیات کی بے نظیر کتاب ہے۔ اسی طرح زمخشری (۵۳۸ھ) کی الامکنہ والجبال والمیاۃ اور یاقوت حموی (۶۳۰ھ) کی معجم البلدان کو بلدانیات کی امہات کتب میں شمار کیا جاتا ہے۔ معجم البلدان تو نہ صرف تاریخ و جغرافیہ کا گنج گراں مایہ ہے' بلکہ ادب و فن کا بھی لاثانی شاہکار ہے۔ معجم البلدان کا خلاصہ صفی الدین بن عبدالحق (۷۳۹ھ) نے مراصد الاطلاع کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اور اس میں صرف ممالک کے جغرافیائی پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ بلکہ میں کہوں گا کہ ابن فضل اللہ عمری (۷۴۸ھ) کی مسالک الابصار فی ممالک الامصار کو اگر اپنے موضوع کی فی الواقع انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو یہ اس کتاب کا بالکل صحیح تعارف ہوگا۔ یہ بیس سے زیادہ ضخیم جلدوں پر حاوی ہے اور ادب' تاریخ' جغرافیہ اور طبعی تاریخ وغیرہ کا بحرذخار ہے۔

تراجم و سیر کے بھی جلیل القدر ضخیم مجموعے کتب خانہ اسلام کے شاندار ماضی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔۔ ابن سعد (۲۳۰ھ) کی طبقات فی سیر اصحاب الرسولؐ۔ ابن عبدالبر قرطبی (۴۶۳ھ) کی استیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور ابن اثیر جزری (۶۳۰ھ) کی اسد الغابہ' تراجم و سیر کے دائرہ ہائے معارف ہیں۔ مفسرین کے حالات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں مشہور ترین کتاب سیوطی (۹۱۱ھ) کی طبقات المفسرین ہے۔ علی ہذا القیاس فقہاء کے احوال و کوائف پر بکثرت تالیفات موجود ہیں اور پھر ان میں سے ہر مذہب و مسلک کے فقہاء کے جدا جدا طبقات ہیں۔ طبقات حنفیہ کی بہترین دائرہ معارف عبدالقادر قرشی (۷۵۵ھ) کی الجواہر' قاضی نجم الدین ابراہیم طرسوسی (۷۵۸ھ) کی وفیات الاعیان من مذہب ابی حنیفتہ النعمان اور قاسم بن قتلوبغا حنفی (۸۷۹ھ) کی تاج التراجم فی طبقات الحنفیتہ ہے۔ عثمانی دور میں بھی طبقات حنفیہ پر ایک دائرہ معارف لکھی گئی تھی جس کا نام "الشقائق النعمانیہ" ہے۔

طبقات صوفیہ کے اہم ترین مجموعے ابو نعیم اصفہانی (۴۳۰ھ) کی حلیتہ الاولیاء' فریدالدین عطار کی تذکرۃ الاولیاء' ملا جامی کی نفحات الانس سمجھے جاتے ہیں۔

شعر و ادب میں ابن قتیبہ کی الشعروالشعراء اور یاقوت حموی کی معجم الادباء کو غیر معمولی شہرت و اہمیت حاصل ہے۔ قراء کے طبقات کا جامع ترین مجموعہ جزری کی طبقات القراء ہے۔ طب اور اطباء

کا قابل قدر ذخیرہ ابن ابی اصیبعہ کی عیون الانباء فی طبقات الاطباء۔ فلاسفہ و حکماء کا تفصیلی تعارف نامہ ابن القفطی کی طبقات الحکماء ہے۔ ابن صاعد اور شہرستانی کی کتابیں اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ صرف علم کلام کے موضوع پر ابن حزم اور باقلانی کی کتابیں اس علم کے دلچسپ مجموعے ہیں۔ انساب میں کلبی' بلاذری' سمعانی اور ابن الفوطی کی کتب الانساب ناقابل تردید ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیز ابن خلکان کی وفیات الاعیان' صفدی کی الوانی بالوفیات' محدث ابن حجر کی الدرر الکامنہ۔ محدث سخاوی کی الضوء اللامع' تراجم و تواریخ کے سنگ ہائے میل ہیں۔

عثمانی دور کی معروف ترین کتابوں میں سے طاش کبری زادہ کی مفتاح السعادۃ کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ راغب پاشا کی سفینۃ الراغب بھی بلاشبہ علوم و معارف کا محیط بے کراں ہے۔ لیکن اس ضمن میں ہم ایک نہایت اہم کتاب کا تفصیلی ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ کتاب کشف الظنون ہے اور ترکی عالم حاجی خلیفہ (۱۰۱۷۔۱۰۶۷ھ) کی فوق العادت کاوشوں کا عجوبہ روزگار ہے۔ یہ کتاب اپنے عہد تک کے مصنفین اور ان کی تالیفات کی دائرہ معارف ہے۔ اس میں تقریباً پندرہ ہزار کتابوں اور دس ہزار علماء و مفکرین کا ممکن حد تک تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون کی تالیف میں پچاس سالہ زندگی میں سے پورے بیس سال صرف کئے ہیں اور اپنے وطن آستانہ کے باہر متعدد ممالک کی سیاحت کرکے اس کا مواد فراہم کیا ہے۔ ان کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے اس کتاب کی تالیف میں اپنی جیب سے تین لاکھ پونڈ (عثمانی سکہ میں) صرف کئے ہیں اور یہ وہ پورا سرمایہ ہے جو ان کو اپنے آباؤاجداد سے وراثت میں ملا ہے۔ اس نوعیت کی پہلی کتاب فہرست ابن ندیم (۳۷۷ھ) تھی۔ لیکن حاجی خلیفہ نے آکر ابن ندیم کے کارنامہ کو مات کردیا ہے۔ فہرست ابن ندیم اور کشف الظنون کے علاوہ اس موضوع کی دوسری اور کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً فارابی کی احصاء العلوم اور ملا مصطفیٰ (۹۰۰ھ) کی المطالب الالہیہ اور مفتاح السعادت وغیرہ' لیکن کشف الظنون کے آگے سب کے چراغ ماند ہیں۔

عثمانی دور کے بعد جب تنظیمات کا دور آیا تو انسائیکلوپیڈیائی طرز کی تالیفات کی بزم میں سکوت چھاگیا۔ بالآخر اس سکوت کو شمس الدین سامی نے توڑا اور اسماء و اعلام پر ایک جامع قاموس (قاموس الاعلام) تیار کیا۔ عاصم آفندی نے اوقیانوس کے نام سے اس کا ترجمہ شائع کیا۔ فی الواقع قاموس الاعلام' ناموں کا بحراوقیانوس ہے۔ بعد میں خواجہ اسحاق نے علوم ریاضیہ کا قاموس مرتب کیا۔ ایک اور ترک عالم امراللہ آفندی نے علوم کی انسائیکلوپیڈیا کی تدوین کا آغاز کیا تھا اور محیط المعارف اس کا

نام بھی تجویز کرلیا تھا مگر موصوف کو موت نے مہلت نہ دی اور صرف ایک جلد شائع کرنے کے بعد وہ راہی ملک عدم ہوگئے۔ توفیق رضا ترکی کی ایک کوشش علماء کے حلقوں میں تعریف و تحسین کی داد وصول کرتی رہی ہے۔ اس کوشش سے مراد ان کی قاموس فلسفہ ہے۔ پچھلے چند سالوں سے ترکی میں انونو انسائیکلوپیڈیا زیر تالیف رہا ہے۔ جس کا نام بعد میں تبدیل کرکے ترک انسائیکلوپیڈیا رکھ دیا گیا۔ کیونکہ ترک قوم نے انسائیکلوپیڈیا کو کسی شخص کے نام سے منسوب کرنے کو مناسب خیال نہیں کیا خواہ وہ عصمت انونو ہو یا اتاترک۔

انسائیکلوپیڈیا کی دنیا میں نہایت قابل قدر کارنامہ پنجاب یونیورسٹی کا تیار کردہ دائرہ معارف اسلامیہ ہے جو اب مکمل ہوچکا ہے۔ یہ ۲۳ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم کے عہد میں ہوا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کی مساعی کا بڑا حصہ ہے۔ مرحوم نے اس کو صحیح معنوں میں اسلامی دائرہ معارف کی حیثیت دی اور نہایت عمدہ اضافے کیے۔ اس افراتفری اور مادہ پرستی کے دور میں پنجاب یونیورسٹی کی یہ علمی کوشش ہمیشہ نظر استحسان سے دیکھی جائے گی۔ فقہ کے موضوع پر ایک اچھی انسائیکلوپیڈیا مصر میں مرتب ہو چکی ہے۔ اس کا آغاز تو شام میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم کی نگرانی میں ہوا تھا' مگر بعد میں اس کی تکمیل مصر میں ہوئی یہ انسائیکلوپیڈیا بھی حکومتوں کی کوشش کی مرہون منت ہے۔

اس دور کی انفرادی کوششوں میں خیرالدین زرکلی کی الاعلام اور عمر رضا کحالہ کی اعلام النساء نے علمی اور تحقیقی حلقوں میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

کمپیوٹر کی ایجاد نے اب تحقیق و تدوین کے کام کو آسان کردیا ہے اور امید ہے کہ اب انسائیکلوپیڈیا کے طرز پر مختلف علوم و فنون کے نہایت جامع' مکمل اور سہل المطالعہ مجموعے تیار ہوں گے۔ شام کے نامور عالم ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے اسلامی فقہ کے میدان میں انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اب تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری اور حضرت سفیان ثوری اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کی فقہی آراء و اقوال کی انسائیکلوپیڈیا وہ تیار کرچکے ہیں۔ ان کا یہ کام جاری ہے اور ہمیں امید ہے کہ دور صحابہ و تابعین کے بعد دور فقہاء و محدثین اور پھر متاخرین کے عہد تک وہ اپنے مشن کو جاری رکھیں گے۔ اس طرح سے اسلام کی چودہ صدیوں کا فقہی سرمایہ اپنی اصل شادابی کے ساتھ امت کے سامنے آجائے گا۔

ادارہ معارف اسلامی منصورہ نے ڈاکٹر رواس قلعہ جی سے ان تمام موسوعات کے اردو ترجمے اور اشاعت کے حقوق حاصل کر لئے ہیں اور اب تک یہ ادارہ اس سلسلے کی پانچ کڑیاں (فقہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود) شائع کر چکا ہے۔ بقیہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف اور ادارہ معارف اسلامی دونوں کو اس کار خیر کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۸ر اپریل ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إن الحمد لله نحمده و نستعينه و نستهديه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا. من يهد الله فهو المهتدى ، ومن يضلل فلن تجد له ولياً مرشداً

یہ کتاب جو موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ کے نام سے قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، ہمارے سلسلۂ موسوعات فقہ السلف کی چھٹی کتاب ہے۔ قبل ازیں ہم اسی سلسلہ کی پانچ دوسری گرانقدر کتابیں اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ یہ کتاب اگرچہ اپنی ترتیب اشاعت کے اعتبار سے کچھ مؤخر ہو گئی ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اہمیت کے اعتبار سے اس کا نمبر بہت پہلے آتا ہے۔ باقی جہاں تک ترتیب اشاعت میں تاخیر کا معاملہ ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک ہم نے اس سلسلہ میں جو کتابیں پیش کی ہیں وہ نہ تو زمانی ترتیب کے اعتبار سے ہیں اور نہ ان میں اہمیت کے اعتبار سے ترتیب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے ہم نے "موسوعہ فقہ ابراہیم النخعیؒ" پیش کی ہے۔ حالانکہ وہ تابعیؒ ہیں اور وہ بھی بہت بعد کے دور کے، اس کے بعد "موسوعہ فقہ عمر بن الخطابؓ" پیش کی گئی، پھر "موسوعہ فقہ علی بن ابی طالبؓ۔" پھر "موسوعہ فقہ عبداللہ بن مسعودؓ۔" پھر "موسوعہ فقہ ابی بکر الصدیقؓ اور اب ہم موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ" پیش کر رہے ہیں۔

اگر یہ معاملہ خالصتاً میری صوابدید پر ہوتا تو میں نے سب سے پہلے خلفائے راشدینؓ کے فقہی موسوعات کو پیش کیا ہوتا اور وہ بھی ان کی زمانی ترتیب کے اعتبار سے، یعنی سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا موسوعہ، پھر حضرت عمرؓ کا، پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کا اور پھر حضرت علیؓ بن ابی طالب کا۔ اور خلفائے راشدینؓ کے بعد پھر ایک ترتیب سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے اہل فتویٰ صحابہ کرامؓ کے، اور پھر اس کے بعد ایک ترتیب سے تابعین کبارؒ میں سے اصحاب فتویٰ کے موسوعات کو پیش کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ یہ کام اپنی موجودہ ترتیب سے ہی انجام پائے۔

جیسا کہ گذارش کیا جا چکا ہے کہ یہ کتاب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فقہی آراء اور فیصلہ جات پر مشتمل ہے۔ اس لئے مناسب رہے گا کہ یہاں اختصار کے ساتھ حضرت عثمانؓ بن عفان کے حالات زندگی بھی بیان کر دیئے جائیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، آپؓ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عثمانؓ بن عفان بن ابو العاص بن امیہ، اور آپؓ کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔

ولادت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہجرت سے سینتالیس برس پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور دعوت اسلامی کے آغاز میں ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قبولیت اسلام سے پہلے خاصے دولتمند تھے۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے اپنی یہ ساری دولت خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی، اور واقعہ یہ ہے کہ جب بھی اللہ کے دین کی سربلندی یا کسی مسلمان بھائی کی دستگیری اور معاونت کے لئے مال خرچ کرنے کا موقع آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دل کھول کر اپنا مال پیش کیا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں پر چند واقعات کا ذکر کرتے ہیں:

ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو توجہ دلائی ہے کہ ان میں سے کوئی صاحب استطاعت شخص مسجد نبوی کے ساتھ والا مکان خرید کر مسجد کے لئے وقف کر دے تاکہ مسجد کی توسیع ہو سکے. حضرت عثمانؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فوری طور پر اس مکان کو خرید کر مسجد نبوی کے لئے وقف کر دیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ اپیل کی کہ وہ لشکر اسلامی کے لئے سامان رسد اور اسلحہ کی فراہمی میں تعاون کریں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جو مال پیش کیا وہ نصف لشکر کے اسلحہ اور سامان رسد کی فراہمی کے لئے کافی تھا۔

اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ نے مسلمانوں کو بئر رومہ یہودیوں سے خرید کر اہل ایمان کے لئے وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے فوری طور پر خرید کر وقف کر دیا، تاکہ مسلمان اس کے پانی سے بہرہ اندوز ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال تک مسلمانوں کے خلیفہ رہے. لیکن اس سارے عرصے میں انہوں نے بیت المال سے کوئی معاوضہ نہیں لیا، آپؓ اکثر روزہ رکھتے۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت میں

گزارتے اور اکثر پورا قرآن کریم ایک رات میں ختم کرتے تھے۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غیر معمولی تقویٰ، زہد اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ ہی تھا، جس کی وجہ سے ان سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

ألا استحی من رجل تستحی منه الملائكة یعنی کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔" (۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرامؓ کی شوریٰ کے فیصلے سے ۲۹ ذوالحج ۲۳ھ بروز پیر خلیفہ منتخب ہوئے اور مسلسل بارہ سال تک اس ذمہ داری پر فائز رہے۔ اس دوران میں بعض لوگوں کی طرف سے آپؓ پر بعض اعتراضات بھی کئے گئے۔ ان اعتراضات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہوں نے بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے اپنے بعض اعزا و اقارب کو حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز کر رکھا ہے، چنانچہ ان کے پاس کوفہ، بصرہ اور مصر سے کئی وفود اس سلسلے میں شکایات لے کر حاضر ہوئے، اور انہیں خلافت سے کنارہ کش ہو جانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا:

"خدا کی قسم! میں یہ (غلط) رسم نہیں ڈالنا چاہتا۔"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس موقع پر اپنے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر بھی کیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"عثمانؓ! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک خصوصی خلعت سے سرفراز فرمائے گا، اگر منافقین تم سے اس کے اتار دینے کا مطالبہ کریں تو تم کسی صورت بھی ایسا نہ کرنا" (۲)

حضرت عثمانؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس ارشاد کو دو تین بار دوہرایا، ان لوگوں نے چالیس دن تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کئے رکھا، اس کے بعد وہ لوگ دیوار پھاند کر مکان کے اندر داخل ہو گئے اور آپؓ کو شہید کر دیا، حضرت عثمانؓ اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، یہ عیدالضحیٰ ۳۵ھ کی صبح کا واقعہ ہے۔

جس چیز کا میں یہاں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ قدیم دور کے محققین اور علماء کرام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب کبھی علم حدیث پر گفتگو کرتے وقت کثیر الروایت صحابہ کرامؓ کا ذکر آتا ہے وہ ان میں سب سے پہلے خلفائے اربعہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ فقہا کا ذکر کرتے ہیں اور

اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کا ذکر آتا ہے تو بھی وہ سب سے پہلے خلفائے اربعہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے اہل فتویٰ حضرات کا ذکر کرتے ہیں تو ان میں بھی سب سے پہلے خلفائے راشدینؓ کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن میں نے جب حضرات صحابہ کرامؓ کی فقہی آرا کو جمع کرنا شروع کیا، تو مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فقہی آرا اور فیصلوں کی مقدار کچھ زیادہ نہیں ہے اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں تک فقیہانہ استعداد اور بصیرت کا تعلق ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام خلفائے راشدین کو اس سے بہرہ وافر عطا کر رکھا تھا، البتہ ان میں سے بعض حضرات مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کے بھرپور اظہار کا موقع نہیں مل سکا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی فقہی آرا اور فیصلوں کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس سے ان کی فقیہانہ بصیرت اور بیدار مغزی کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے اور انسان کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا ہے کہ اگر ان دونوں حضرات کو اپنی اس استعداد کے اظہار کا پورا موقع ملا ہوتا، تو ان کی فقہی آرا اور فیصلوں کی شکل میں آج ہمارے پاس ایک عظیم علمی سرمایہ موجود ہوتا۔

دراصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کل دو سال اور چند مہینوں پر محیط تھی اور یہ سارا عرصہ انہوں نے زیادہ تر سرکش قبائل کی سرکوبی اور قیام امن کی کوششوں میں گذارا، لہٰذا انہیں حکومت کی آئینی اور انتظامی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے مناسب وقت میسر نہ آ سکا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حکومت کو استحکام حاصل ہو چکا تھا، لہٰذا انہیں حکومت کے آئینی اور انتظامی امور کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے خاصا موقع مل گیا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے پاس حضرت عمرؓ کی فقہی آرا اور فیصلوں کا خاصا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا تو اس وقت تک اسلامی ریاست کی انتظامی بنیادیں بڑی حد تک مستحکم ہو چکی تھیں اور حکومت کے مختلف انتظامی ادارے پوری طرح کام کر رہے تھے، لہٰذا اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انہی خطوط پر حکومت کا نظام چلانا تھا جن کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ڈال دی گئی تھی، یوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں نئے اقدامات کی ضرورت بہت کم محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی فقہی آرا اور فیصلوں کا ذخیرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نسبتاً کم ہے۔

لیکن اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت

میں کسی نئے اقدام کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور انہوں نے اس سلسلے میں کوئی نئے اقدامات سرے سے کئے ہی نہیں، بلکہ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سلسلے میں انہیں جو اقدامات کرنا پڑے وہ تعداد کے لحاظ سے ان کے پیش رو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نسبتاً کم تھے لیکن جب کبھی کسی ضرورت کا تقاضا ہوا۔ انہوں نے اس سے عہدہ برا ہونے کے لئے اسلام کے بنیادی تقاضوں کی روشنی میں مناسب قدم اٹھانے میں کبھی دریغ نہیں کیا۔ مثلاً جب اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن کریم کے متعدد مستند نسخے تیار کرا کے سلطنت اسلامیہ کے مختلف حصوں میں بھجوائے جائیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر قرآن مجید کا وہ نسخہ منگوایا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا تھا۔ اور اس سے کئی مزید نسخے تیار کروا کر اسلامی ریاست کے مختلف حصوں میں بھجوائے اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ قرآن مجید کے تمام دوسرے نسخے جلا ڈالے جائیں، تاکہ قرآن کریم کے نسخوں کا اختلاف آگے چل کر امت میں خود قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کا باعث نہ بن جائے۔

اسی طرح جب اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی کہ مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں توسیع کی جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان دونوں مساجد میں توسیع کرا دی، اسی طرح جب اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ جمعتہ المبارک کے دن نماز جمعہ کی اطلاع کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کو یقینی بنانے کے لئے مقام زوراء میں دوسری اذان کا سلسلہ بھی شروع کیا جانا چاہئے، تو انہوں نے بلا تامل اس کی اجازت دے دی، اس لئے کہ اذان کا بنیادی مقصد ہی لوگوں کو نماز کے بارے میں مطلع کرنا ہے۔

اسی طرح جب اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ قیام امن اور مجرمین کی سرکوبی کے لئے ایک خصوصی محکمہ قائم کیا جائے، تو انہوں نے فوراً اس مقصد کے لئے پولیس کا محکمہ قائم کر دیا۔

اسی طرح جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مساجد میں مقدمات کی کارروائی ہونے کی صورت میں وہاں لوگوں کا اژدھام زیادہ ہو جاتا ہے، تو انہوں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر یہ فیصلہ کر دیا کہ قاضی کی عدالت کے لئے مسجد کے بجائے کسی مستقل عمارت کا اہتمام ہونا چاہئے۔

اسی طرح جب حالات کا یہ تقاضا ہوا کہ ایسی زمینوں کو جن کے مالکان کو بیدخل کر دیا گیا ہو، حکومت اپنی تحویل میں لے کر آباد کاری کی غرض سے عامتہ المسلمین میں تقسیم کر دے، تو انہوں نے کسی تردد کا شکار ہوئے بغیر فوراً یہ فیصلہ کر ڈالا، اس لئے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ زمینیں اگر بلا کاشت پڑی رہیں تو خراب ہو جائیں گی اور یوں اسلامی ریاست کی معاشی اور اقتصادی ترقی متاثر ہو گی۔

میں نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں حدیث و فقہ کی بعض امہات الکتب مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق سے بطور خاص استفادہ کیا ہے اور بلاشبہ ان کتابوں میں سلف صالحین کی فقہی آرا اور فیصلوں کا سب سے بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے حدیث کی کتب ستہ اور موطا امام مالک ؒ، سنن بیہقی اور مسند سعید بن منصور وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتب احادیث کی شروح میں سے میں نے جن کتابوں کو سامنے رکھا ہے ان میں فتح الباری اور عمدۃ القاری اور صحیح مسلم کی شرح نووی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کتب تفسیر میں میں نے تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، درمنثور اور امام ابوبکر جصاص کی احکام القرآن سے استفادہ کیا ہے۔ جبکہ فقہ مقارن (Comparative Study of Law) سے متعلق معتمد علیہ کتابوں میں سے میرے سامنے ابن قدامہ کی المغنی، ابن حزم کی المحلی اور المجموع وغیرہ رہی ہیں۔

ان مراجع سے استفادہ کے سلسلے میں میرا طریق کار یہ رہا ہے کہ جن روایات کے حوالے مجھے کسی دوسرے مصدر سے مل گئے۔ ان میں، میں نے اختصار کے پیش نظر فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح الزرقانی اور درمنثور، وغیرہ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور تحقیق کرنے والے کی سہولت کے پیش نظر میں نے صرف چند مخصوص مراجع پر انحصار کیا ہے اور یہ طریق کار میں نے اس سلسلے کی تمام کتابوں میں اختیار کیا ہے۔

"موسوعہ فقہ عثمان رضی اللہ عنہ" میں میں نے اسی ترتیب کو پیش نظر رکھا ہے۔ جسے میں نے اس سلسلے کی دوسری کتابوں میں پیش نظر رکھا ہے۔ اس لئے جب آپ کو کسی مسئلے کا حکم معلوم کرنا ہو، تو پہلے یہ دیکھیں کہ اس مسئلے کا تعلق کس موضوع سے ہے۔ مثلاً اگر آپ کسی ایسے مسئلے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق "خراج" سے ہے تو حرف (خ) کے ذیل میں لفظ (خراج) تلاش کریں۔ اس لفظ کے تحت یا تو آپ کو اس مسئلے کے بارے میں حکم براہ راست مل جائے گا اور یا پھر وہاں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہوگی کہ یہ حکم کہاں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو کامیاب اور قبول فرمائے۔ آمین

پٹرولیم یونیورسٹی ظہران

(سعودی عرب)

ابو المنتصر

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ

ا۔ د۔ محمد رواس قلعہ جی

# حرف الألف

## ا

### آثار :

انبیاء علیہم السلام کے آثار کی حفاظت کرنا اور اس مقصد کے لئے مال خرچ کرنا شریعت کے تقاضوں میں سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک مہر پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ تھے. جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ مہر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گئی اور پوری زندگی ان کے پاس رہی. جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو یہ مہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ اور ان کی وفات کے بعد یہ مہر خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی۔

۳۰ھ میں یہ مہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اریس نامی کنوئیں میں گر گئی۔ یہ کنواں مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تلاش کیا لیکن نہ ملی. اور اس مقصد کے لئے آپ نے خاصا مال بھی خرچ کیا۔ لیکن اس مہر کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ (۱)

### آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

مال غنیمت میں آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ : غنیمہ /۱۔ الف)

### اب : والد

جہاد میں شرکت کے لئے والدین سے اجازت طلب کرنا (ملاحظہ ہو مادہ : استئذان /۲۔ د)

باپ کی طرف سے بیٹے کو ہبہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ ہبہ / ۳۔ ج اور مادہ : اشہاد)

باپ (ولی) کا اپنے بیٹے کی طرف سے ہبہ کو قبضہ میں لینا (ملاحظہ ہو مادہ ہبہ /۳۔ ب)

وراثت میں والد کے حصہ کی مختلف صورتیں (ملاحظہ ہو مادہ : ارث /۴۔ ب)

بیٹے کے نسب کا اپنے والد کی طرف سے منسوب ہونا (ملاحظہ ہو مادہ : نسب /۱)

باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو عطیات وغیرہ دینے میں مساوات سے کام لے۔ (ملاحظہ ہو مادہ ہبہ/ ۲)

بیٹے پر اپنے والد کی منکوحہ عورت حرام ہے (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۳۔ ب۲)

بیٹی کے نکاح کے لئے والد کی رضامندی ضروری ہے (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۴)

دھوکے سے کسی لونڈی سے شادی ہو جانے کی صورت میں اس میں سے ہونے والی اولاد کے بدلے میں باپ اس لونڈی کے مالک کو فدیہ ادا کرے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق/ ۲ ب)

والد کا اپنے ایسے بیٹے کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا جو اس کے زیر کفالت کنبے میں شامل ہو (ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ الفطر/ ۲)

غلاموں کو فروخت یا ہبہ کرتے وقت والدین اور ان کی اولاد کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: رق/ ۷۔ د)

## اباق: (غلام کا بھاگ جانا)

۱۔ تعریف:

اباق سے مراد ہے غلام کا اپنے مالک کے ہاں سے سرکشی اختیار کر کے فرار اختیار کرنا۔

۲۔ مفرور غلام کا چوری کا ارتکاب کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ/ ۳ ب)

## ابل: (اونٹ)

بقرعید اور حج کے موقع پر دی جانے والی قربانی میں اونٹ کا سات افراد کی طرف سے کافی ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: اضحیہ/ ۴)

دیت (خون بہا) میں ادا کئے جانے والے اونٹوں کی تعداد (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ ب ۲)

## ابن: (بیٹا)

ملاحظہ ہو لفظ ولد

## ابن السبیل: (مسافر)

۱۔ تعریف:

ابن السبیل سے مراد ایسا مسافر ہے جس کے پاس اتنا زاد راہ نہ ہو جو منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کافی ہو۔

۲۔ زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ/ ۷)

۳۔ مال غنیمت میں مسافروں کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ / ۳ الف)

## اتلاف: (تلف کرنا)

۱۔ تعریف:

اتلاف سے مراد ہے کسی چیز کو اس کام کا نہ رہنے دینا، جس کے لئے اسے معرض وجود میں لایا گیا ہو اور جو بالعموم اس سے لیا جاتا ہو۔

### اتلاف کے احکام:

۱۔ اتلاف کا تاوان (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ اور مادہ: ضمان)

۲۔ ایسی اشیاء کا اتلاف جن کا لین دین اس بنا پر حرام ہے کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے حرام ہیں (ملاحظہ ہو لفظ اشربہ /اج ۲)

۳۔ تعزیر میں سزا کے طور پر آلہ جرم تلف کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: تعزیر/ ۴)

## اثبات: (ثبوت بہم پہنچانا)

۱۔ تعریف:

اثبات سے مراد کسی معاملے کا قاضی کے سامنے ثبوت بہم پہنچانا ہے۔

رمضان کا چاند نکلنے کا اثبات (ملاحظہ ہو مادہ: صیام/ ۳ اور مادہ: شہادہ/ ۳ ب)

زنا کا اثبات (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/ ۳)

حدود کا اثبات (ملاحظہ ہو مادہ: حد/ ۴)

مالی معاملات میں ثبوت بہم پہنچانے کے احکام (ملاحظہ ہو مادہ: شہادہ/ ۳ الف)

خواتین کے ایسے معاملات کا اثبات، جن سے مرد آگاہ نہیں ہوتے ہیں (ملاحظہ ہو مادہ: شہادہ/ ۳ ج اور مادہ: رضاع)

شہادت کے ذریعے اثبات (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ)

ایک گواہ اور قسم کے ذریعے اثبات (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/ ۳ ج)

## اجارہ :

۱۔ تعریف :

اجارہ سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس کے مطابق کسی شخص کو کوئی خاص خدمت یا کام انجام دینے کے بدلے میں طے شدہ معاوضہ یا منافع دیا جاتا ہے۔

۲۔ اجارہ کی شروط :

اجارہ کے لئے یہ بات شرط ہے کہ اس کام کی نوعیت بھی واضح اور متعین ہو جس پر اجرت ادا کرنی ہے اور اجرت کی مقدار بھی واضح اور متعین ہو، تاکہ کسی قسم کے تنازعے کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ (۲)

۳۔ اجارہ کے احکام :

الف ۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پچھنے لگانے کے پیشے اور اس پیشے کے ذریعے کسب معاش کو مکروہ سمجھتے تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کام میں خون اور پیپ وغیرہ ناپاک چیزیں منہ میں داخل ہو جاتی ہیں اور دوسری وجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

کسب الحجام خبیث (۳) پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک اور ناپسندیدہ ہے۔

ب۔ جہاں تک عبادات مقصودہ مثلاً اذان اور اس نوعیت کے دوسرے کاموں پر معاوضہ لینے کا تعلق ہے، اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ ایسی خدمات انجام دینے والوں کو باقاعدہ تنخواہ دیا کرتے تھے، البتہ اس مقصد کے لئے وہ کسی کو اجرت پر نہیں رکھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مؤذنین کو باقاعدہ تنخواہ دیا کرتے تھے (۴)"

## اجتہاد :

۱۔ ا کا دوسروں کے اجتہاد کا احترام کرنا، یعنی کسی کے اجتہاد کے خلاف محض اجتہاد سے فیصلہ نہیں کیا جائے گا (ملاحظہ ہو مادہ : حد/ ۲ ج)

## احتکار : (ذخیرہ اندوزی)

### ۱۔ تعریف :

احتکار سے مراد ہے کسی ایسی چیز کا قصداً روکے رکھنا، جس کے روکے رکھنے سے لوگوں کو تکلیف اور نقصان پہنچے۔

### ۲۔ احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا حکم :

احتکار حرام ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من احتکر طعاماً فهو خاطئ (جو شخص کھانے پینے کی چیزوں کو مہنگا بیچنے کی غرض سے روکے رکھتا ہے وہ گنہگار ہے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد ہے:

بئس العبد المحتكر، إن أرخص الله الأسعار حزن ، وان أغلاها فرح

(ذخیرہ اندوزی کرنے والا شخص بدترین قسم کا انسان ہے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چیزوں کو سستا کرتا ہے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ انہیں مہنگا کر دیتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی کو روکا کرتے تھے اور اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (۵)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے پیش رو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حرمت کے لحاظ سے اشیاء خورد و نوش کی ذخیرہ اندوزی اور عام چیزوں کی ذخیرہ اندوزی میں کوئی خاص فرق نہیں سمجھا، اس لئے کہ آپ کی طرف سے ذخیرہ اندوزی کی عام ممانعت تھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس میں جہاں ایسی حدیثیں ہیں جن میں ذخیرہ اندوزی کی عام ممانعت ہے، وہاں ایسی حدیثیں بھی ہیں، جن میں صرف کھانے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے اور چونکہ ان دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک ان میں مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مطلق کی عمومیت بدستور باقی رہے گی۔ (۶)

## احتلام :

### ۱۔ تعریف :

احتلام سے مراد یہ ہے کہ خواب کی حالت میں جنسی عمل کی لذت کا احساس ہو اور اس کے ساتھ انزال بھی ہو۔

### ۲۔ احتلام کے اثرات و نتائج :

ا۔ احتلام بلوغت کی علامات میں سے ہے (ملاحظہ ہو مادہ: بلوغ/ ۲ الف)

۲۔ احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/ ا ب)

## احتیاط :

شریعت کا اصول یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی معاملے کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں اشتباہ ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں احتیاط زیادہ ہو خصوصاً جب کہ اس معاملے کا تعلق عبادات یا شرمگاہوں سے ہو. چنانچہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی اسی طریقے پر عمل پیرا رہا کرتے تھے. مثال کے طور پر ایک دفعہ ان سے حضرت دینار اسلمی نے یہ دریافت کیا کہ اگر ایک شخص کی ملک میں دو ایسی لونڈیاں ہوں جو آپس میں سگی بہنیں ہوں، تو آیا وہ دونوں اس کے لئے بیک وقت حلال ہو سکتی ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک آیت کریمہ کی رو سے تو یہ دونوں حلال ہیں، لیکن ایک دوسری آیت کریمہ کی رو سے دونوں کا بیک وقت جمع کرنا حلال نہیں، لہذا ایسی دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں۔ (۷)

اب جہاں تک اس آیت کریمہ کا تعلق ہے. جس سے ایسی دو بہنوں کے حلال ہونے کا اشارہ ملتا ہے اس کے الفاظ وہ ہیں:

| | |
|---|---|
| وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ | سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے (وہ اپنی شرمگاہوں کو تمام عورتوں سے بچا کر رکھتے ہیں) |

(المومنون ۶)

اور جس آیت کریمہ سے ایسی دو بہنوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ — اور (یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے) کہ تم ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (النساء۔ ۲۳)

## احداد:

ملاحظہ ہو مادہ: حداد

## احرام:

### ۱۔ تعریف:

احرام سے مراد حج یا عمرہ کی نیت سے احرام کا مخصوص لباس پہننا اور تلبیہ کہنا ہے۔

### ۲۔ احرام کہاں سے باندھا جائے:

اس سلسلے میں بنیادی حکم تو یہی ہے کہ حج یا عمرہ کرنے والا شخص انہی میقاتوں میں سے کسی ایک میقات سے احرام باندھے۔ جن کا تعین خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور یہی افضل بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص میقات تک پہنچنے سے پہلے ہی احرام باندھ لیتا ہے تو بھی جائز ہے۔ لیکن اس طرح ایسا شخص اپنے آپ کو ایک ایسی مشقت میں ڈال دیتا ہے جس کا مکلف اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص کسی دور دراز جگہ سے احرام باندھ لے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ بن عامر نے خراسان کو فتح کیا، تو کہنے لگے کہ یہ فتح مجھے اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت سے حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور اس کے لئے میں اپنے اوپر واجب قرار دیتا ہوں کہ یہاں (خراسان) سے احرام باندھ کر عمرہ کے لئے روانہ ہوں۔ لہٰذا انہوں نے نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھا اور اپنی جگہ احنف بن قیس کو خراسان کا قائم مقام گورنر بنایا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد وہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ "نیشاپور سے عمرہ کا احرام باندھ کر تم نے اپنے عمرہ کو غارت کر دیا ہے" یہ حضرت عثمانؓ کے سال شہادت کا واقعہ ہے۔ (۸)

### ۳۔ جن باتوں سے محرم کو اجتناب کرنا چاہئے:

محرم کو مندرجہ ذیل باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے:

الف۔ سلا ہوا لباس پہننے سے : محرم کا لباس ایک ان سلی چادر اور ایک تہبند پر مشتمل ہونا چاہئے۔ اور اسے اپنے سر کو ڈھانپنے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے، البتہ چہرے کے ڈھانپنے پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عامر بن ربیعہ راوی ہیں کہ میں نے موسم گرما کے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عرج کے مقام پر احرام کی حالت میں دیکھا، انہوں نے اپنے چہرے کو سرخ رنگ کے ایک کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ (۹)

البتہ خواتین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ احرام کی حالت میں اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھیں، لیکن اگر انہیں چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو وہ اپنے سر پر سے چہرے پر پلو لٹکا کر ایسا کر سکتی ہیں (۱۰) البتہ اگر وہ اپنے چہرے پر کپڑے یا چھت سے سایہ کرنا چاہیں تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (۱۱)

ب۔ خوشبو لگانے سے : محرم کو احرام کی حالت میں خوشبو لگانے سے اجتناب کرنا چاہئے، بلکہ ایسی خوشبو احرام باندھنے سے پہلے بھی نہیں لگانی چاہئے جس کے اثرات بعد میں احرام کی حالت میں بھی محسوس ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احرام کی نیت کرنے والوں کے لئے خوشبو کے استعمال کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱۲) چنانچہ انہوں نے جب ایک شخص کو احرام باندھتے وقت خوشبو لگاتے دیکھا تو اسے حکم دیا کہ وہ اپنے سر کو مٹی سے دھو لے۔ (۱۳) یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت یا احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، تو اس سے ہماری مراد وہ خوشبو ہوتی ہے جو مختلف پھولوں یا جڑی بوٹیوں سے باقاعدہ طور پر تیار کی جاتی ہے، لیکن خوشبودار پودوں اور پھولوں مثلاً ریحان، نرگس وغیرہ کو سونگھنا محرم کے لئے جائز ہے اور ان کے سونگھنے پر اسے کوئی فدیہ وغیرہ نہیں دینا پڑے گا۔ (۱۴)

ج۔ سرمہ لگانے سے : محرم کو سرمہ لگانے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے، اس لئے کہ سرمہ لگانا زیبائش و آرائش میں شامل ہے، البتہ آنکھوں میں دوا ڈالنے پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر محرم کی آنکھوں میں درد وغیرہ کی تکلیف ہو تو وہ مصبّر (ایلوا) کا مرہم استعمال کرے۔ (۱۵)

د۔ نکاح کرنے سے : محرم کو نہ اپنا نکاح کرنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کا، اسی طرح اسے نہ اپنی

منگنی کرنی چاہیئے اور نہ کسی دوسرے کی، تاکہ احرام کی حالت میں تعلق باللہ میں پوری یکسوئی رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ محرم نہ اپنا نکاح کرے، نہ کسی دوسرے کا، اور نہ اپنی منگنی کرے نہ کسی دوسرے کی۔ (۱۶) (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۲۔ د)

ھ۔ جنسی افعال سے: محرم کو ہر طرح کے جنسی افعال سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے۔ ان جنسی افعال میں مباشرت بھی شامل ہے اور مباشرت کے دوسرے متعلقات مثلاً بوسہ وغیرہ بھی۔ اگر محرم مرد اپنی بیوی سے مباشرت کرے گا تو دونوں کا حج باطل ہو جائے گا، لیکن وہ اس کی تکمیل بہر حال کریں گے اور دوسرے سال اس کی قضاء بھی کریں گے، البتہ دوسرے سال جب وہ اس مقام پر پہنچیں گے۔ جہاں محرم مرد نے اپنی محرم بیوی سے مباشرت کی تھی، تو وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور اس وقت تک الگ رہیں گے جب تک حج کی تکمیل کے بعد وہ دونوں احرام کی پابندیوں سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہو جاتے۔ (۱۷)

و۔ بال کٹوانے یا منڈوانے، ناخن ترشوانے اور اسی طرح کے دوسرے افعال سے: اگرچہ اس ضمن میں ہمارے علم کی حد تک، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی خاص روایت نہیں ہے، لیکن اس سلسلے میں قرآن کریم میں واضح حکم موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ

اور اپنے سر نہ مونڈو یہاں تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے مگر جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈوا لے، تو اس کے فدیئے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔

ح۔ خشکی کے جانوروں کا شکار کرنے سے: محرم کو خشکی کے جانوروں کا شکار کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیئے، اگر وہ خشکی کے کسی جانور کا شکار کرے گا، تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْتُلُوا۟ ٱلصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًۢا بَٰلِغَ ٱلْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّٰرَةٌ طَعَامُ مَسَٰكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِۦ (المائدہ - ۹۵)

اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو. اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے گا، تو جو جانور وہ مارے گا، اسے اس جیسا ایک جانور مویشوں میں سے بدلے میں بطور نذر دینا ہوگا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ ندرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا۔ بصورت دیگر اسے اس گناہ کے کفارہ کے طور پر چند مساکین کو کھانا کھلانا ہوگا۔ یا روزے رکھنا ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حدود حرم میں شکار کرنے کی ممانعت کا حکم صرف محرم تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس حکم کا اطلاق حدود حرم کے اندر شکار کرنے والے تمام لوگوں پر یکساں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ اگر محرم خشکی کے کسی جانور کا شکار کرتا ہے تو اسے اس کے بدلے میں اس جانور کا ہم پلہ مویشی بطور دم دینا ہوگا۔ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فدیہ میں اس کی قیمت ادا کرے۔ (۱۸) کیونکہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہی ثابت ہوتا ہے، لیکن ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی جانور کے شکار کے بدلے میں بکری کے ایک سالہ بچے سے کم عمر مویشی بطور دم دینے کا فیصلہ صادر فرمایا ہو، مثلاً انہوں نے گرگٹ کے شکار میں بکری کا ایک سالہ بچہ بطور دم دینے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ (۱۹) شترمرغ کے شکار میں ایک فربہ اونٹ بطور دم دینے کا فتویٰ دیا تھا (۲۰) اور بٹیر کے شکار میں ایک بکری بطور دم دینے کا حکم صادر فرمایا تھا (۲۱) جہاں تک کبوتر کے شکار پر دم کا تعلق ہے اس بارے میں آپ کا فیصلہ یہ تھا کہ ہر کبوتر کے بدلے میں ایک بکری بطور دم ذبح کی جائے (۲۲) جیسا کہ ایک مشہور واقعہ کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا۔ اس واقعہ کے راوی صالح بن المہدی ہیں۔ وہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا۔ جب ہم لوگ مکہ مکرمہ پہنچے تو میں نے ان کے لئے ایک مکان میں فرش بچھایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سو گئے۔

اسی دوران میں ایک کبوتر آیا اور ان کے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھ گیا اور اپنے پاؤں سے مٹی کریدنے لگا. مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بستر پر کوئی چیز گر پڑے اور آپ جاگ اٹھیں. لہٰذا میں نے اسے وہاں سے اڑا دیا. وہ وہاں سے اڑ کر دوسری کھڑکی میں جا بیٹھا۔ اسی اثنا میں ایک سانپ نکلا. جس کے ڈسنے سے اس کبوتر کی موت واقع ہو گئی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو میں نے انہیں اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس کبوتر کے بدلے میں ایک بکری بطور دم دو. میں نے گذارش کی کہ میں نے تو اس کبوتر کو اس خیال سے اڑایا تا کہ آپ کے آرام میں خلل نہ پڑے. انہوں نے فرمایا تو ایک بکری بطور دم میری طرف سے بھی دو۔ (۲۳)

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ٹڈی کو مارنے پر بھی فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے. لیکن اس کی مقدار متعین نہیں فرمائی۔ غالباً ٹڈی کا فدیہ مٹھی بھر غلہ ہے۔

ط۔ شکار کا گوشت کھانے سے: محرم کو ایسے جانور کا گوشت کھانے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے جسے اس نے خود شکار کیا ہو. یا اس کے لئے کسی ایسے شخص نے شکار کیا ہو جو احرام میں نہ ہو۔ (۲۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب راوی ہیں کہ انہوں نے ایک قافلے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرہ ادا کیا. جب یہ قافلہ الروحاء نامی مقام پر پہنچا. تو انہیں چکور کا گوشت پیش کیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل قافلہ سے کہا کہ وہ اس گوشت کو کھائیں، لیکن خود انہوں نے اسے کھانا پسند نہیں فرمایا. حضرت عمرو بن العاص ؓ نے حضرت عثمان ؓ سے دریافت کیا کہ کیا ہم اس گوشت کو کھائیں. جسے آپ خود کھانا پسند نہیں کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں میرا معاملہ تم لوگوں سے مختلف ہے۔ یہ پرندہ میرے لئے شکار کیا گیا ہے۔ یا شاید یہ فرمایا کہ اسے میرے نام سے شکار کیا گیا ہے۔ (۲۵)

حضرت عبداللہ بن عامرؓ کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے موسم گرما کے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو العرج کے مقام پر احرام کی حالت میں

دیکھا. وہ لیٹے ہوئے تھے اور اپنے چہرے کو سرخ رنگ کے ایک کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا کہ وہ یہ گوشت کھائیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ خود نہیں کھائیں گے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس سلسلے میں میرا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے۔ اس لئے کہ یہ (جانور) میرے لئے شکار کیا گیا ہے۔" (۲۶)

باقی جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔ جسے امام شافعیؒ نے الاُم میں اور ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں بیان کیا ہے اور جس میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حالت احرام میں شکار شدہ چکور پیش کیا گیا. انہوں نے اس کی ثرید بنانے کا حکم دیا. جب ثرید تیار ہو گئی تو ایک بڑے پیالے میں ڈال کر انہیں پیش کی گئی. جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا سب لوگوں نے کھایا. حالانکہ وہ سب حالت احرام میں تھے. البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کھانا پسند نہ کیا۔ تو اس کی دو وجوہات ممکن تھیں:

اولاً یہ کہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے اس پرندے کو شکار کیا اس نے اسے شکار کرتے وقت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہدیہ کرنے کی نیت نہ کی ہو. البتہ اسے بعد میں یہ خیال آیا ہو کہ اسے ہدیہ کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرے۔

ثانیاً یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں پیش آیا ہو. اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی برسوں میں محرم کے لئے ایسے شکار کا کھانا جائز سمجھتے تھے۔ جو غیر محرم نے کیا ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ محرم کے لئے شکار کیا گیا ہو یا کسی اور کے لئے. لیکن بعد میں ان کی رائے تبدیل ہو گئی اور ان کا نقطہ نظر یہ بن گیا کہ اگر محرم کو پیش کرنے کی نیت سے شکار کیا گیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے. البتہ محرم کو پیش کرنے کی نیت سے شکار نہ کیا گیا ہو. تو محرم کے لئے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ اس سلسلے میں امام ابن حزم نے المحلی میں یسر بن سعید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی بیان کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ اپنی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ جب وہ حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیتے تھے تو راستے میں جن منازل میں وہ قیام کرتے. وہاں

ان کے لئے جنگلی جانوروں کا شکار کیا جاتا اور وہ ان کا گوشت کھالیا کرتے تھے. بعد میں حضرت زبیرؓ نے ان سے اس موضوع پر بات کی اور کہا کہ یہ جو شکار محض ہمارے لئے کیا جاتا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم اس سلسلے کو ترک کر دیتے. اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ترک کر دیا۔ (۲۷)

۴۔ احرام کھولنا:

**الف۔ عمرہ کا احرام عمرہ کے اختتام پر کھولا جاتا ہے، یعنی صفاء مروہ کے درمیان سعی کی تکمیل پر (ملاحظہ ہو مادہ: عمرہ)**

اور حج کا احرام دس ذوالحجہ کو بڑے شیطان کو کنکر مارنے کے بعد کھولا جاتا ہے۔ لیکن محرم کے لئے اپنی بیوی اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک کہ وہ طواف زیارت نہ کر لے۔

ب۔ محرم مرنے کے بعد بھی محرم ہی رہتا ہے: محرم مرنے کے بعد بھی محرم ہی رہتا ہے۔ اس لئے اسے کفن پہناتے وقت اس کا سر نہیں ڈھانپا جائے گا، اور نہ ہی خوشبو لگائی جائے گی، بلکہ اسے کفن بھی احرام کی چادروں کا دیا جائے گا۔ (۲۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک صاحب زادے احرام کی حالت میں فوت ہو گئے تو انہوں نے نہ تو ان کا سر ڈھانپا اور نہ خوشبو لگائی۔ (۲۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ولید ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عمرے کے لئے روانہ ہوئے، تو راستے میں (السقیا) کے مقام پر حالت احرام میں ہی فوت ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تکفین اسی طریقے سے کی کہ نہ تو ان کا سر ڈھانپا اور نہ ہی انہیں خوشبو لگائی۔ (۳۰) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں دور رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس واقعے سے استشہاد کیا جسے بخاری، مسلم اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ عرفات کے میدان میں تھا، اچانک وہ اپنی سواری سے نیچے گر پڑا اور اس کی موت واقع ہو گئی. نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا. "اس کو پانی میں بیری کے پتے ابال کر غسل دیا جائے اور اسے (احرام کی) دو چادروں کا کفن پہنایا جائے۔ نیز اس کو نہ تو خوشبو لگائی جائے اور نہ اس کا سر ڈھانپا

جائے۔ قیامت کے روز یہ شخص اپنی قبر سے تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا" (۳۱)

## احصان :

زانی کو رجم کرنے کے لئے اس کا شادی شدہ ہونا ضروری ہے (ملاحظہ ہو مادہ : زنا/۴)

## احیاء اللیل : شب بیداری

### تعریف :

احیاء اللیل سے مراد یہ ہے کہ رات کا بیشتر حصہ بیدار رہ کر اللہ تعالٰی کی عبادت کی جائے۔
رات کو بیدار ہو کر ادا کی جانے والی نماز کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ نماز تہجد میں رکعات کی تعداد متعین نہیں ہے، کم و بیش پڑھی جا سکتی ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بعض اوقات نماز تہجد کی صرف ایک رکعت میں رات بھر جاگ کر پورا پورا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے (۳۲) گویا ان کی رائے یہ تھی کہ طول قیام، کثرت سجود سے بہتر ہے۔

## احیاء الموات :

۱۔ **تعریف :**

احیاء الموات سے مراد ایسی افتادہ زمین کو آباد کرنا ہے جس کا نہ کوئی مالک ہو، نہ اس میں باغات ہوں، نہ عمارتیں ہوں اور نہ کھیتی باڑی کی جا رہی ہو۔

۲۔ خلیفہ کے لئے جائز ہے کہ وہ سرکاری زمینوں میں سے کچھ زمینیں ایسے لوگوں کو دے دے جو انہیں آباد کریں تاکہ یہ زمینیں یوں ہی بیکار نہ پڑی رہیں، اس طرح آباد کرنے کے لئے زمینیں دینے کو جاگیر دینا کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور جاگیر زمینیں عطا فرمائی تھیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں : حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہم ان میں سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی زمینوں کا ایک تہائی حصہ بٹائی پر دیا کرتے تھے۔ (۳۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طرح دی جانے والی زمینوں کی آبادکاری کے لئے کسی خاص مدت کا تعین نہیں فرماتے تھے۔ اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن لوگوں کو ایسی زمینیں دیا کرتے تھے، ان کے لئے یہ ضروری قرار دیا کرتے تھے کہ وہ انہیں زیادہ سے زیادہ تین سال کے

اندر اندر آباد کر لیں گے، بصورت دیگر یہ زمینیں ان سے واپس لے کر ایسے لوگوں کو دے دی جائیں گی جو ان کو آباد کریں، مصنف عبدالرزاق میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن لوگوں کو زمینیں عطا کرتے تھے، ان کو ان زمینوں کی آباد کاری کے لئے کسی خاص مدت کا پابند نہیں فرمایا کرتے تھے، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی زمینوں کی آباد کاری کے لئے زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت کی پابندی عائد فرماتے تھے۔ (۳۴)

باقی جہاں تک امام شعبی ؒ سے منسوب اس قول کا تعلق ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں کسی کو جاگیر نہیں دی گئی اور اسلام میں جاگیر دینے کا آغاز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوا ہے (۳۵) تو ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے، امر واقعہ یہی ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور میں لوگوں کو افتادہ زمینیں بطور جاگیر عطا کی تھیں، چنانچہ ہم "موسوعہ فقہ ابی بکر الصدیق" اور موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب ؓ میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کر چکے ہیں۔

## اخ: (بھائی)

وراثت میں بھائیوں کے حصص کی صورت حال (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۴ ح اور ۴ ھ)

## اخت: (بہن)

وراثت میں بہنوں کے حصص کی صورت حال (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۴ ح اور ۴ ھ)

دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۴ ب ۴)

نیز دو لونڈیوں سے جو سگی بہنیں ہوں بیک وقت جنسی تعلق قائم کرنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: تسری/ ۲ ج)

## اختلاف:

اجتہاد میں اختلاف رائے باہمی کو بغض و عناد کا باعث کبھی نہیں بننا چاہئے۔ کنز العمال میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض اوقات حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جب کسی معاملے میں باہم اختلاف رائے کا اظہار کرتے تھے تو بسا اوقات دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان شاید کبھی اتفاق رائے نہیں ہو سکے گا، لیکن جب وہ دونوں جدا ہوتے تو ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی اعلیٰ اخلاق اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے۔

## ادخار : (ذخیرہ کرنا)

۱۔ تعریف :

ادخار کے معنی ہیں کسی چیز کو اس لئے اٹھار کھنا کہ اسے بوقت ضرورت استعمال کیا جائے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ضرورت سے زائد اشیاء کے ذخیرہ کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے بغیر نہ افراد کا معاملہ چل سکتا ہے نہ حکومتوں کا، اس کے برعکس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ امیر لوگ زیادہ مال جمع کریں اور اس سے منع کرتے تھے کہ انسان اپنی ضرورت سے زیادہ خوراک اور دیگر اشیائے ضرورت ذخیرہ کرے، ان کے نزدیک ضرورت سے زیادہ خوراک اور دیگر اشیائے ضرورت کو لازمی طور پر اللہ کی راہ میں صدقہ کر دینا چاہیئے، وہ اس کے لئے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے استفساد کرتے تھے :

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (التوبہ ۔ ۳۴)

جو لوگ سونا اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کریمہ کی یہ تاویل صحیح نہیں تھی، للذاانہوں نے اس موضوع پر حضرت ابوذر غفاریؓ سے گفتگو کر کے انہیں اپنے موقف سے رجوع پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے، جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ربذہ کے مقام پر جا کر سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا، جبکہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے خود ربذہ کے مقام پر جا کر سکونت اختیار کرنے کی اجازت طلب کی تھی، بہرحال حضرت ابوذر غفاریؓ اپنی وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ (۳۶)

قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : اضحیہ/۵)

## اذان :

۱۔ تعریف :

اذان سے مراد ہے شریعت کے مقرر کردہ مخصوص الفاظ میں نماز کے وقت کا اعلان کرنا۔

۲۔ اذان کی مشروعیت کے مقاصد:

الف۔ اذان صرف فرض نماز کے لئے مشروع ہے۔ نوافل کے لئے اذان نہیں دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز عید کے لئے اذان نہیں دی جاتی ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اذان کے بغیر نماز عید پڑھا کرتے تھے۔ (۳۷)

ب۔ دوبارہ اذان دینا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص مسجد میں نماز با جماعت ادا نہیں کر سکا تو وہ چاہے مسجد میں نماز پڑھے یا گھر پر اور چاہے اکیلا پڑھے یا جماعت سے، اس کے لئے اذان نہیں دے گا بلکہ اس کے لئے شہر میں دی گئی اذان کافی ہے۔ (۳۸)

۳۔ نماز جمعہ کے لئے ایک مزید اذان کا اضافہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور میں معمول یہ تھا کہ جب نماز جمعہ کا وقت ہو جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر چڑھ جاتے تو مؤذن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بالکل سامنے مسجد کے دروازے میں کھڑا ہو کر اذان دیا کرتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی معمول رہا، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور مدینہ منورہ کی حدود نے وسعت اختیار کر لی، تو مسجد نبوی کے دروازے میں دی جانے والی اذان کی آواز کا شہر کے تمام حصوں تک پہنچنا ممکن نہ رہا۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۳۰ھ میں جمعہ کی نماز کے لئے مزید ایک اذان کا اضافہ فرمایا۔ یہ اذان پہلے سے رائج اذان سے کافی پہلے الزوراء نامی محلے میں واقع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر دی جاتی تھی اور اس کی آواز مدینہ منورہ کے تمام بازاروں تک پہنچتی تھی۔ یوں نماز جمعہ کے لئے دو اذانوں اور ایک اقامت کا طریقہ رائج ہوا۔ (۳۹) لیکن اس سلسلے میں حضرت عطاء بن ابی رباح کی رائے یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جس چیز کا اذان سے پہلے اضافہ کیا ہے، وہ اذان نہیں ہے بلکہ نماز جمعہ کے لئے بلاوا تھا، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت عطاء بن ابی رباح کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے (کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان جمعہ سے پہلے ایک اور اذان کا اضافہ کیا تھا) بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اذان تو ایک ہی دی جاتی تھی، البتہ اذان سے کچھ دیر پہلے لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے پکارا جاتا تھا۔ (۴۰)

۴۔ اذان کا جواب دینا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب اذان سنتے تھے تو اذان کے کلمات کے جواب میں وہی کلمات دہراتے

تھے، چنانچہ جب مؤذن "اللہ اکبر" کہتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی جواب میں "اللہ اکبر" کہتے اور جب وہ "اشہد ان لاالہ الا اللہ" کہتا تو بھی جواب میں "اشہد ان لاالہ الااللہ" کہتے، اور اسی طرح باقی کلمات کے جواب میں آپ وہی کلمات دہراتے، یہاں تک کہ جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کہتا تو اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ "ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ" کہتے۔ (۴۱)

۵۔ مؤذن کی تنخواہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجد نبوی کے چار مؤذن تھے۔ (۴۲) وہ انہیں بیت المال سے باقاعدہ تنخواہ دیا کرتے تھے۔ (۴۳) اور حضرت عثمانؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں، جنہوں نے مؤذن کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (۴۴) (ملاحظہ ہو مادہ: اجارہ/۳ ب اور جعالہ/۲)

## اذن:

(ملاحظہ ہو مادہ: استئذان)

## اذن: کان

وضو میں دونوں کانوں کے باہر اور اندر مسح کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: وضوء/۳۔ د)

## ارث: (وراثت)

وراثت کے مختلف مسائل کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کو سمجھنے کے لئے ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے گفتگو کریں گے:۔

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسائل وراثت کے بارے میں علم، ۲۔ وہ اسباب جن کی بنیاد پر کوئی شخص وارث بنتا ہے، ۳۔ استحقاق وراثت کی شرطیں اور محرومی کے اسباب، ۴۔ وارثوں کا بیان

۱۔ الف۔ مقدمہ، ب۔ وراثت میں والد کے حصص کی مختلف صورتیں، ج۔ وراثت میں خاوند کے حصوں کی مختلف صورتیں، د۔ وراثت میں بیوی کے حصوں کی مختلف صورتیں، ھ۔ وراثت میں دادا کے حصوں کی مختلف صورتیں، و۔ وراثت میں دادی کے حصوں کی مختلف صورتیں، ز۔ وراثت میں والدہ کے حصوں کی مختلف صورتیں، ح۔ وراثت میں ماں جائے بھائیوں کے حصوں کی مختلف صورتیں، ط۔ موالی کا بیان، ی۔ ذو والارحام، ک۔ بیت المال کا بیان، ۵۔ رد کا بیان۔

اب ہم وراثت کے ان پہلوؤں کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کی روشنی میں

ذرا تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں:

۱۔ مسائل وراثت کے بارے میں حضرت عثمانؓ کا علم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے جو حضرات مسائل وراثت کے علم میں مہارت رکھتے تھے، ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی، اور انہی قلیل التعداد لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ امام زہریؒ کہتے ہیں: "ایک دور ایسا بھی آیا کہ اگر اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ زندہ نہ ہوتے تو علم وراثت ختم ہو جاتا۔ کیونکہ اس دور میں ان دونوں حضرات کے علاوہ علم فرائض کا جاننے والا کوئی نہ تھا"۔ (۴۵)

لیکن ہمیں امام زہریؒ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ اس لئے کہ موسوعہ فقہ علیؓ اور موسوعہ عبداللہ بن مسعودؓ میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مسائل وراثت کے بارے میں جو معلومات پیش کر چکے ہیں وہ امام زہری کی اس رائے کی تردید کے لئے کافی ہیں، البتہ امام زہریؒ کے اس قول سے یہ بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ علم مسائل وراثت میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے۔

۲۔ وہ اسباب جن کی بنیاد پر کوئی شخص وارث بنتا ہے:

کوئی شخص صرف مندرجہ ذیل اسباب میں سے کسی ایک سبب کی بنیاد پر کسی کا وارث ہو سکتا ہے:

الف۔ نسبی تعلق (رشتہ داری)

۱) نسبی تعلق کی بنیاد پر جو لوگ وراثت کے حقدار بنتے ہیں ان میں مندرجہ ذیل رشتے دار شامل ہیں:

عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پھوپھی ماں کی طرف سے رشتہ دار نہیں۔

اصحاب الفروض (ایسے رشتے دار جن کے حصے مقرر ہیں) میں سے بعض

اور ذوا الارحام (ماں کی طرف سے رشتہ دار) مثلاً بیٹا، ماں جایا بھائی، اور پھوپھی وغیرہ۔

۲) لیکن اگر کفار کی کوئی عورت جنگ کے دوران میں گرفتار ہو کر آئے اور اس کے

ہمراہ کوئی بچہ ہو، جس کے بارے میں اس کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (اصطلاح میں ایسے بچے کو " حمیل " کہا جاتا ہے) تو اس کے اس دعویٰ کو اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اس دعویٰ کے ثبوت میں باقاعدہ شہادت پیش نہیں کرے گی، چنانچہ جب اس طرح کا ایک مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اس سلسلے میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، ان میں سے ہر ایک نے اپنی رائے دی۔ جس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "ہمارے نزدیک یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم اللہ کے مال کو باقاعدہ ثبوت کے بغیر لوگوں میں تقسیم کرتے پھریں، لہٰذا ایسے بچے کو ثبوت کے بغیر وراثت میں سے حصہ نہیں دیا جائے گا۔ (۴۶)

۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عجمی مشرکوں اور ان کے زمانہ شرک کی اولاد کو ایک دوسرے کی وراثت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ چاہے وہ بعد میں مشرف بہ اسلام ہو چکے ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں میں اسلام سے قبل زنا کی اس قدر کثرت تھی کہ حضرت عثمانؓ کے خیال میں کسی شخص کے بارے میں یہ یقین سے کہنا مشکل تھا کہ اس کی اپنے باپ کی طرف نسبت درست ہے۔ اس کے برعکس مشرکین عرب اور ان کی زمانہ شرک کی اولاد کے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کے وراث ہو گئے ہیں (اس لئے کہ عربوں کے ہاں زمانہ شرک میں بھی زنا کی اس قدر کثرت نہیں تھی) مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جاہلیت کے دور میں پیدا ہونے والے عجمیوں کو اسلامی قانون وراثت کے مطابق ایک دوسرے کا وارث نہیں سمجھتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی اولاد کے بارے میں بھی ان کا یہی موقف تھا۔ (۴۷)

ب۔ نکاح: نکاح کی بنیاد پر میاں بیوی ایک دوسرے کے ترکے میں سے حصہ پانے کے حقدار ہوں گے۔ بشرطیکہ ان میں وفات کے وقت تعلق نکاح باقی ہو۔

۱) اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور ابھی اس عورت کی عدت باقی تھی کہ دونوں میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جاتی ہے، تو جو زندہ ہے اسے مرنے والے کی میراث میں سے حصہ ملے گا۔ (۴۸) چنانچہ حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، لیکن اس سے پہلے کہ مطلقہ عورت کو تیسرا حیض آئے، میاں بیوی میں سے کسی ایک کی وفات ہو جائے، تو زندہ رہنے والا مرنے والے کی میراث میں سے حصہ پائے گا۔ (۴۹) یہاں تک کہ اگر کسی وجہ سے مطلقہ کی عدت کی مدت لمبی ہو جائے، مثلاً اسے ایک یا دو حیض آنے کے بعد اگلا حیض آنے میں خاصا وقفہ پڑ جائے، تو بھی دوران عدت میں میاں بیوی میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں دوسرا اس کی میراث میں سے حصہ پانے کا مستحق ہو گا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت حبان بن منقذؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس وقت وہ صحت کی حالت میں تھے، اور ان کی اہلیہ کی گود میں دودھ پیتی بچی تھی، انہیں مسلسل سترہ ماہ تک حیض نہیں آیا، اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کے سات یا آٹھ ماہ بعد حضرت حبان بن منقذؓ بیمار ہو گئے تو کسی نے انہیں کہا کہ آپ کی مطلقہ بیوی کو آپ کی میراث میں سے حصہ ملے گا، انہوں نے کہا کہ مجھے اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلو، لوگ انہیں اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان دونوں حضرات سے دریافت کیا کہ اس بارے میں آپ حضرات کی رائے کیا ہے؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ہماری رائے میں تو یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ اگر حبانؓ فوت ہو گئے تو ان کی مطلقہ بیوی ان کی میراث میں سے اپنا حصہ پائے گی اور اگر وہ فوت ہو جاتی ہیں، تو ان کی میراث میں سے یہ اپنا حصہ پائیں گے، اس لئے کہ یہ خاتون ابھی عمر کے اس حصے میں نہیں پہنچی ہیں کہ ان کا حیض طبعی طور پر بند ہو چکا ہو اور نہ وہ باکرہ ہیں کہ ابھی انہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، لہٰذا ان کی عدت کا شمار ان کے حیض کے حساب سے ہو گا، قطع نظر اس بات کے کہ عدت کی مدت زیادہ بنتی ہے یا کم، اس پر حضرت حبانؓ نے واپس جا کر اپنی مطلقہ بیوی سے اپنی شیر خوار بچی واپس لے لی۔ بچی کے واپس لینے پر جب دودھ پلانے کا سلسلہ منقطع ہوا تو ان کی بیوی کو پہلے ایک حیض آیا،

پھر دوسرا حیض آیا، لیکن اس سے پہلے کہ انہیں تیسرا حیض آتا، حضرت حبان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، اس پر ان کی بیوی نے عدت وفات بھی گذاری اور حضرت حبان بن منقذؓ کی وراثت میں سے حصہ بھی پایا۔ (۵۰)

البتہ اگر مطلقہ عورت کی عدت پوری ہو چکی ہو تو میاں بیوی میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں دوسرے کو اس کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔

۲) "طلاق الفرار" کی صورت میں وراثت کا مسئلہ:

طلاق الفرار سے مراد ایسی طلاق ہے جو مرض الموت کی حالت میں عورت کو وراثت سے محروم کرنے کے لئے دی جائے۔

اس سے قبل ہم یہ بتا چکے ہیں کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور ابھی اس کی مطلقہ بیوی کی عدت باقی ہو کہ میاں بیوی میں سے ایک کی وفات ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں زندہ رہنے والے کو مرنے والے کی میراث میں سے حصہ ملے گا، لیکن اس نے مرض الموت کے دوران طلاق دی اور اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کی بیوی عدت گزرنے کے بعد بھی اس کی میراث میں سے حصہ پانے کی حقدار ہو گی، اس لئے کہ مرض الموت کی حالت میں بیوی کو طلاق دینے کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اسے اپنی وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جانا چاہئے کہ وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو، اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر وہ اسی بیماری میں فوت ہو جاتا ہے، تو اس کی بیوی کو عدت گذرنے کے بعد بھی اس کے ترکے میں سے حصہ ملے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھیں جن کا نام تماضر بنت الأصبغ الكلبية تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن کے لئے اس کے ساتھ گذارا مشکل ہو رہا تھا، لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں سنت کے مطابق طلاق دیں یعنی ہر طہر میں ایک طلاق اور اسی طرح انہوں نے دو طلاقیں دیں۔ اس کے بعد بیمار ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مشورہ دیا کہ طلاق سے رجوع کر لیں ورنہ اگر اس بیماری میں آپ کی موت واقع ہو گئی تو بھی میراث میں سے اس کو لازماً حصہ ملے گا۔ اس کے بعد اس خاتون نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے تیسری طلاق

بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ جب تمہارے طہر کا آغاز ہو تو مجھے بتا دینا. لہٰذا جب طہر کا آغاز ہوا تو اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو مطلع کیا، جس پر انہوں نے بیماری کی حالت میں ہی اسے تیسری طلاق بھی دے دی. بعد میں اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی۔ جس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عبدالرحمٰنؓ کی میراث میں سے باقاعدہ حصہ دلایا۔ (۵۱)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن مکملؓ کو فالج ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دے دی اور طلاق کے بعد بھی دو سال تک زندہ رہے. ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی میراث میں سے ان دونوں کو حصہ دلوایا۔ (۵۲)

۳) اسی طرح جو شخص ایسے حالات سے دوچار ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی جان کا خوف لاحق ہو جاتا ہے. تو اس شخص کی طرف سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ بھی اس شخص پر قیاس کیا جائے گا جو مرض الموت کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف تھا. البتہ اس سلسلے میں ہم تک جو روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی حضرت ام البنین بنت عیینہ بن حصن تھیں. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں میں جب باغیوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کیا تو آپ نے انہیں طلاق دے دی. بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو ام البنینؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہلے تو انہیں اپنی زوجیت میں رکھا، لیکن جب موت کا وقت قریب آیا تو طلاق دے دی. چنانچہ حضرت علیؓ نے انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ترکے میں سے ان کا حصہ دلوایا۔ (۵۳)

ج۔ "ولاء" کی بنیاد پر وراثت میں سے حصہ. ولاء وہ تیسرا سبب ہے جس کا سبب عتق (یعنی غلام آزاد کرنا) ہوتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی بنیاد پہ وراثت میں سے حصہ ملتا ہے (۵۴) (ملاحظہ ہو مادہ. ولاء)

"ولاء" کی دوسری قسم وہ ہے جس کا سبب دو افراد کے درمیان طے پانے والے ایک ایسے معاہدے کا ہونا ہے جس کے مطابق ان کے درمیان یہ طے پاتا ہے کہ ان میں سے ایک کی

موت کی صورت میں دوسرا اس کا وارث ہو گا اور اگر ان میں سے ایک کسی جنایت کا مرتکب ہو گا تو دوسرا اس کا فدیہ یا خون بہا ادا کرے گا۔ ہمارے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ "ولاء" کی اس صورت یعنی ولاء عقد کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسباب میراث میں شمار کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ اس بارے میں ہمیں حضرت عثمان کے موقف پر کوئی روایت نہیں ملی۔

## ۳۔ استحقاق وراثت کی شرطیں اور محرومی کے اسباب:

دو شخصوں کے درمیان توارث، (ایک دوسرے کا وارث اور مورث بننے کا سلسلہ) اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا جب تک چند شرائط نہ پائی جائیں جس کے لازم ہونے پر اجماع امت ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

الف۔ مورث کی موت، چاہے فی الواقع ہوئی ہو یا ان کا وقوع حکماً ہوا ہو، جہاں تک حقیقی موت کا تعلق ہے، وہ تو واضح ہے، باقی رہی حکمی موت تو اس کی مثال یہ ہے جیسے ایک مفقود الخبر شخص کے بارے میں قاضی یہ فیصلہ دے دے کہ اس کو مردہ تصور کیا جائے۔ اس صورت میں اس کا ترکہ اس کے ورثا میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

ب۔ وارث کا زندہ ہونا، چاہے وہ فی الواقع زندہ ہو، یا اندازے سے اس کے زندہ ہونے کا حکم لگا دیا جائے، جہاں تک اس کے فی الواقع زندہ ہونے کا تعلق ہے، وہ تو واضح ہے، البتہ اندازے سے زندہ ہونے کا حکم لگانا، تو اس کی مثال وہ جنین ہے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو۔

ج۔ رشتے میں مورث سے اقرب ہونا، اس سے مراد یہ ہے کہ مورث کا کوئی اور ایسا رشتے دار موجود نہ ہو، جو اس وارث کے مقابلے میں مورث کے ساتھ زیادہ قریبی رشتہ رکھتا ہو اور جس کی وجہ سے یہ وارث میراث سے محروم ہو جائے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے چل کر بیان ہو گی۔

د۔ وراثت پانے میں کوئی مانع میراث موجود نہ ہو (۵۵) یہ موانع کئی قسم کے ہو سکتے ہیں، مثلاً:

۱) وارث اور مورث کے درمیان دین کا اختلاف، چنانچہ اگر ان میں سے ایک کافر اور دوسرا مسلمان ہو تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم | مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا ہے اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا ہے۔ (۵۶) |

اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی ہے:

| | |
|---|---|
| ، الكافرة يرثها اهل دينها ، | کافر عورت کے وارث اس کے اپنے ہی مذہب کے لوگ ہوں گے۔ |

نیز اس سلسلے میں ان کا ایک ارشاد یہ بھی ہے:

| | |
|---|---|
| لا يتوارث أهل ملتين | دو الگ الگ ملتوں سے تعلق رکھنے والے اشخاص ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے ہیں۔ (۵۷) |

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اختلاف دین کی صورت میں وراثت کی ممانعت کے اس حکم کا اطلاق صرف اس صورت میں ہو گا جب یہ اختلاف وراثت کی تقسیم کے موقع پر بھی موجود ہو، ورنہ نہیں، مثلاً اگر ایک مسلمان کی وفات کے وقت تو اس کا والد کافر تھا، لیکن اس کی وراثت کی تقسیم سے پہلے پہلے اس نے اسلام قبول کر لیا، تو اسے اپنے بیٹے کی وراثت میں سے حصہ ملے گا۔ البتہ اگر اس نے وراثت کی تقسیم کے بعد اسلام قبول کیا تو اسے اس کی وراثت میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ (۵۸) حضرت محمد بن اشعث کی روایت ہے کہ ان کی ایک پھوپھی، جو یہودیہ یا نصرانیہ تھیں فوت ہو گئیں۔ حضرت محمدؒ بن اشعث نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ان کی وراثت کا حقدار کون ہو گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان کی میراث ان کے ہم مذہب ورثا کو ملے گی۔ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی معاملے میں ان کی رائے دریافت کی، جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ بات بھول چکا ہوں گا جو انہوں نے تمہارے اس سوال کے جواب میں کہی تھی اور وہ یہ ہے کہ اس کی وراثت کے حقدار اس کے ہم مذہب ورثا ہوں گے۔ (۵۹)

ایوب نے ابو قلابہ سے اور انہوں نے ایک شخص سے روایت کیا ہے یہ شخص کہتا ہے کہ مجھے یہ خط لکھا گیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد: آپ نے مجھے لکھا ہے کہ میں یزید بن قتادہ سے آپ کے دریافت کردہ مسئلے کے بارے میں دریافت کروں۔ میں نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ میری والدہ اپنی وفات کے وقت عیسائی تھیں، جب کہ میں مسلمان تھا۔ میری والدہ نے اپنے ترکے میں تیس غلام ایک لونڈی اور دو سو کھجور کے درخت چھوڑے تھے۔ ہم ان کی وراثت کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنھوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ میری والدہ کا ترکہ ان کے عیسائی خاوند اور بھتیجے کو ملے گا۔ جب کہ مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

یزید بن قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے دادا جان کی وفات ہوئی جو مسلمان تھے اور جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی اور آپ کے ساتھ حنین کی جنگ میں بھی حصہ لیا تھا۔ ان کی ایک بیٹی بھی تھی جو عیسائی تھی دادا جان کے ترکے کی تقسیم کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے ہیں۔ ان کا ایک بھائی اور ان کی عیسائی بیٹی۔ سب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے سارے ترکے کا وارث مجھے قرار دیا۔ لیکن عملاً دادا جان کی چھوڑی ہوئی یہ ساری جائیداد ایک یا دو سال تک ان کی عیسائی بیٹی کے قبضے میں رہی۔ اس کے بعد وہ مشرف باسلام ہوئیں۔ تو ہم وراثت میں ان کے حصے کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے دوبارہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایسے معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ کرتے تھے کہ جو شخص وراثت کی تقسیم سے پہلے مسلمان ہو جاتا ہے۔ اسے اس کے اسلام کی وجہ سے وراثت میں سے اس کا مخصوص حصہ دیا جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دادا جان کی بیٹی کو دادا جان کے ترکے میں سے ان کا مخصوص حصہ پہلے دن سے دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا (اس لئے کہ دادا جان کے

ترکے کی تقسیم کے بارے میں حضرت عثمانؓ کے سابقہ فیصلہ کی ابھی تک عملاً تنفیذ نہیں ہو سکی تھی۔ اس ساری کارروائی کے دوران میں میں وہاں موجود رہا۔ (۶۰)

۲) غلامی : غلامی کا شمار بھی ان اسباب میں ہوتا ہے جو وراثت میں سے حصہ پانے میں مانع ہیں۔ اور اس میں غلامی کی ساری قسمیں شامل ہیں چنانچہ اس میں قن بھی شامل ہے، یعنی جو مکمل طور پر غلام ہو اور اس میں وہ بھی شامل ہے، جو کسی وجہ سے مکمل غلام نہ رہا ہو۔ مثلاً مکاتب یعنی وہ غلام جو اپنے مالک کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیتا ہے کہ ایک مقررہ رقم ادا کرنے پر وہ آزاد ہو جائے گا۔

۳) قتل : اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو قتل کرتا ہے وہ اس کی میراث میں سے حصہ پانے کا مستحق نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں اگرچہ ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مسلک کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملی، لیکن اغلب یہی ہے کہ ان کا موقف بھی یہی تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ قاتل کو مقتول کی وراثت میں سے حصہ نہیں ملے گا خواہ یہ قتل عمد ہو یا قتل خطا۔ (۶۱)

۴) کسی ایسے وارث کا موجود ہونا جو مورث کا زیادہ قریبی رشتے دار ہو، جیسے اصول یعنی باپ دادا کی طرف سے کسی وارث کے موجود ہونے کی صورت میں بھائی وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں اور یہی صورت حال فروع کی یعنی اولاد کی طرف سے کسی وارث کی موجودگی میں بھی ہوتی ہے، جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان ہو گا۔

۴۔ ورثاء :

الف۔ وراثت کے سلسلے میں ہم تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایتیں نہیں پہنچیں یا ہمیں نہیں مل سکیں۔ جن سے مختلف ورثا کو میراث ملنے کی تمام صورتوں اور حالتوں کا احاطہ ہو سکے۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ راویوں نے ایسی روایات کو اس لئے بیان نہیں کیا ہے کہ یہ منجملہ ان روایات کے ہیں، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ انہوں نے صرف ان روایات کو بیان کیا ہے جن میں وراثت کی مختلف

صورتوں کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف سے اختلاف کا ذکر پایا جاتا ہے. ہم جلد ہی ان روایات کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

ب۔ وراثت میں والد کے حصے کی مختلف صورتیں : یہ بات سب جانتے ہیں کہ وراثت میں والد کے حصے کی تین صورتیں ہیں جو متفق علیہ ہیں، لیکن وراثت میں والد کے حصے کی ان مختلف صورتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اتفاق رائے کے باوجود راوی حضرات نے اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ روایات نقل کی ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایات دراصل وراثت کی بعض ایسی صورتوں کے ضمن میں آئی ہیں، جن میں والد بھی ایک فریق ہے، بہرحال وراثت میں والد کے حصے کی تین متفق علیہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱) اگر میت کا بیٹا یا بیٹے کا بیٹا یا اس کا بیٹا موجود ہو تو والد کو اپنے بیٹے کی وراثت میں سے چھٹا حصہ ملے گا، اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے۔

۲) اگر میت کی ایک بیٹی ہو جس کا کوئی بھائی نہ ہو، تو اس صورت میں اس کے والد کو ترکے میں سے چھٹا حصہ بھی ملے گا اور وہ باقی ماندہ ترکہ بھی جو دوسرے ورثا میں تقسیم ہونے کے بعد بچ جائے گا۔

۳) اور اگر میت کا نہ کوئی بیٹا ہو، نہ بیٹی اور نہ بیٹے کا بیٹا یا اس کا بیٹا تو اس صورت میں ورثاء میں تقسیم کے بعد جتنا کچھ بھی بچے گا اس کا مستحق اس کا والد ہو گا اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ

اور اگر (میت) صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔

اس ارشاد ربانی کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں والدہ کو تو تیسرا حصہ ملے گا، جبکہ باقی ماندہ سارا ترکہ والد کو ملے گا۔ اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں باقی ورثاء کے

حصوں کا ذکر تو کیا گیا ہے، لیکن والد کے حصے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے. اس سے خود بخود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ باقی ماندہ ترکہ اسی کو ملے گا، آگے چل کر ہم مناسب موقع پر ان صورتوں کا ذکر کریں گے، جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تقسیم میراث کے بارے میں فیصلے صادر فرمائے ہیں. جن میں والد بھی بطور ایک فریق کے ہے. تکرار و طوالت کے خوف سے یہاں ہم ان کے ذکر کو مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔

ج۔ وراثت میں خاوند کے حصے کی مختلف صورتیں : وراثت میں خاوند کے حصے کی دو مختلف صورتیں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے۔

۱) اگر بیوی کی اولاد نہ ہو. نہ بیٹا نہ بیٹی اور نہ بیٹے کا بیٹا نہ اس کا بیٹا، تو اس صورت میں خاوند کو بیوی کے ترکے کا نصف حصہ ملے گا۔

۲) اور اگر بیوی کی اولاد ہو، خواہ سب لڑکے ہوں یا لڑکیاں. یا بیٹا اور بیٹی تو اس صورت میں اس کے خاوند کو ترکے میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ (النساء ۱۲)

تمہیں اپنی بیویوں کے ترکے میں سے آدھا ملے گا بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو پھر تمہیں ان کے ترکے میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔

د۔ وراثت میں بیوی کے حصے کی مختلف صورتیں . وراثت میں بیوی کے حصے کی دو مختلف صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱) اگر میت کی اولاد نہ ہو. نہ بیٹا. نہ بیٹی. نہ بیٹے کا بیٹا نہ اس کا بیٹا تو اس صورت میں بیوی کو خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں ترکے میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔

۲) اور اگر میت کی اولاد ہو سب لڑکے ہوں یا سب لڑکیاں یا لڑکے (اولاد خواہ کتنی ہی نیچے تک چلی جائے) تو آٹھواں حصہ ملے گا. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم

اور وہ تمہارے ترکے میں سے ایک چوتھائی کی حقدار ہوں گی بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو اور تمہاری اولاد ہونے کی صورت میں انہیں آٹھواں حصہ ملے گا۔

(النساء۔۱۲)

عنقریب ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ان فیصلوں کا ذکر کریں گے جن میں بیوی ایک فریق کی حیثیت سے دوسرے وارثوں کے ساتھ ہے۔

ھ۔ وراثت میں دادے کے حصے کی مختلف صورتیں: اگر میت کا والد موجود نہ ہو تو اس صورت میں وراثت میں باپ کا حصہ دادا کو ملے گا۔ خواہ اس کی اولاد ہو یا نہ ہو، بشرطیکہ اس کے بھائی موجود نہ ہوں، لیکن اس کے بھائی بھی موجود ہوں تو اس صورت میں ترکے میں دادا کے حصے کا معاملہ پیچیدہ صورت اختیار کر جاتا ہے اور اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان شدید اختلاف رائے رہا ہے۔

جیسا کہ ہم اپنی کتاب "موسوعہ فقہ ابی بکر الصدیق (ملاحظہ ہو مادہ: ارث فقرہ ۵) میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں، حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ میت کا دادا موجود ہونے کی صورت میں اس کے بھائیوں کو ترکے میں سے کوئی حصہ نہیں دیتے تھے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم "موسوعہ فقہ عمر بن الخطابؓ (ملاحظہ ہو مادہ ارث / ۵ ب ۵) میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں، دادا کے ساتھ بھائیوں کو بھی ترکے میں سے باقاعدہ حصہ دیا کرتے تھے، اس سلسلے میں ان کا طریق کار یہ تھا کہ اگر دادا کو میت کے بھائیوں کے مساوی حصہ دینے کی صورت میں دادا کا حصہ ایک تہائی سے زیادہ بنتا ہو تو وہ اسے ان کے مساوی حصہ دیتے، لیکن اگر مساوی تقسیم کرنے کی صورت میں دادا کا حصہ ایک تہائی سے کم بن رہا ہوتا تو پھر وہ دادا کو ترکے کا ایک تہائی حصہ دینے کے بعد باقیماندہ ترکہ بھائیوں میں تقسیم کرتے، یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میت کے بھائیوں کی موجودگی کی صورت میں دادا کے حصے کی تعیین کے بارے میں خاصا تردد رہا اور انہوں نے اس سلسلے میں اپنے اجتہاد پر کئی بار نظر ثانی بھی کی، لیکن اس بارے میں ان کا آخری موقف وہی ہے جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہو گئے تو انہوں نے اپنے پاس موجود لوگوں سے جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، ارشاد فرمایا کہ میں نے وراثت میں سے دادا کے حصے کے بارے میں ایک موقف اختیار کر رکھا ہے، اگر آپ حضرات بھی مناسب سمجھیں تو اسے اختیار کر سکتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر ہم اس بارے میں آپ کے موقف کو ہی اختیار کئے رہیں تو آپ کا موقف مبنی بر ہدایت ہے۔ اور اگر ہم آپ کے پیشرو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کا اتباع کریں تو وہ بھی بہت صائب الرائے خلیفہ تھے۔ (۶۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس سلسلے میں اپنے دونوں گرامی قدر پیش رووں میں سے فی الواقع کس کے موقف کو اختیار کیا، اس بارے میں اختلاف رائے ہے۔ بعض حضرات کی روایت ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موقف کو اختیار کیا تھا، یعنی وہ میت کے باپ کی وفات کی صورت میں اس کے دادا کو وراثت میں باپ کا قائم مقام سمجھتے تھے، اور جس طرح میت کے باپ کی موجودگی میں اس کے بہن بھائیوں کا حصہ ساقط ہو جاتا ہے، وہ دادا کی موجودگی میں بھی میت کے بہن بھائیوں کے حصے کو ساقط کر دیتے تھے، قطع نظر اس بات کے کہ یہ بہن بھائی حقیقی ہوں یا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے۔ (۶۳)

جبکہ بعض دوسرے راویوں کا کہنا ہے کہ اس معاملے میں ان کا موقف وہی تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا، یعنی وہ دادا کے ساتھ میت کے بھائیوں کو بھی ترکہ کی تقسیم میں شریک کرتے تھے اور اگر اس کا حصہ ایک تہائی سے کم بنتا تو وہ دادا کو ایک تہائی حصہ دے کر باقی ماندہ کو بھائیوں میں تقسیم کر دیتے۔

حضرت امام مالکؒ موطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو خط لکھ کر دادا کی وراثت کے بارے میں دریافت کیا، جس کے جواب میں حضرت زیدؓ بن ثابت نے انہیں لکھا:۔ " آپ نے مجھ سے وراثت میں دادا کے حصے کے بارے میں دریافت کیا ہے یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے بارے میں فیصلہ صرف امراء المومنین ہی کیا کرتے تھے اور میں اس سے پہلے دو خلفاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایسے فیصلوں کے وقت موجود بھی رہا ہوں، ان کا طریق کار یہ ہوتا تھا کہ

وہ میت کے ایک بھائی کی موجودگی کی صورت میں دادا کو آدھا حصہ دیا کرتے تھے اور دو بھائیوں کی موجودگی کی صورت میں تیسرا حصہ. لیکن اگر بھائیوں کی تعداد دو سے زیادہ بھی ہوتی تو بھی وہ دادا کو ایک تہائی ہی دیا کرتے تھے. اس سے کم نہیں کرتے تھے۔" (٦٤)

امام ابن حزم شعبہ بن توام کی روایت بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہمارے ایک بھائی کی وفات ہوگئی۔ ان کے ورثاء میں ان کے دادا اور کچھ بھائی شامل تھے۔ ہم ان کے ترکے کی تقسیم کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دادا کو میت کے بھائیوں کے ساتھ ترکہ کے چھٹے حصے کا مستحق قرار دیا۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اس دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ میت کے بھائیوں کی موجودگی کی صورت میں اس کے دادا کو ترکے میں سے چھٹا حصہ دیا کرتے تھے ..... اس کے کچھ عرصہ بعد ہمارے ایک دوسرے بھائی کی وفات ہوئی. یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا. ہمارے ان مرحوم بھائی کے ورثاء میں بھی ان کے دادا اور کچھ بھائی شامل تھے. ہم ان کے ترکے کی تقسیم کے سلسلے میں دوبارہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب کی دفعہ انہوں نے میت کے بھائیوں اور دادا کے ترکے کو اس طرح تقسیم کیا کہ دادا کو ترکے کا تیسرا حصہ ملا. اس پر ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ ہمارے پہلے بھائی کی وفات کے موقع پر آپ نے ہمارے دادا کو ترکے کا چھٹا حصہ دیا اور اب دوسرے بھائی کی وفات کے موقع پر آپ نے انہیں ترکے کا تیسرا حصہ دیا ہے. اس کی کیا وجہ ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ ہر دو مواقع پر میں نے اس مسئلے کے بارے میں خلیفہ وقت کے موقف کی روشنی میں فیصلہ دیا ہے۔ (٦٥)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا جس میں میت کی والدہ، حقیقی بہن اور دادا کے درمیان میراث کی تقسیم مطلوب تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں کو ترکے میں سے ایک ایک تہائی حصہ دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (٦٦) دراصل یہ ایک ایسا مسئلہ ہے. جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان شدید اختلاف رائے تھا. یہاں تک کہ کثرت اختلاف کی وجہ سے اس مسئلے کا نام ہی مسئلہ ام الفروخ پڑ گیا

تھا۔ روایت ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں حجاج بن یوسف ثقفی نے بھی امام عامر بن شراحیل الشعبی سے فتویٰ طلب کیا تھا، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے مجھ سے دریافت کیا کہ ایسے شخص کے ترکے کی تقسیم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، جس کے ورثاء میں اس کی والدہ، دادا اور بہن ہوں؟ میں نے انہیں بتایا کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں پانچ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم میں بھی اختلاف رائے تھا۔ اس پر حجاج نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس بارے میں کیا رائے دی تھی؟ بے شک وہ بڑے متقی صحابی تھے، میں نے جواب میں انہیں بتایا کہ انہوں نے دادے کو والد کی جگہ کر کے وہی حصہ دیا جو والد کو ملنا چاہئے۔ بہن کو کچھ نہیں دیا، جبکہ والدہ کو تیسرا حصہ دیا، حجاج نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا رائے دی؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکے کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے ان میں سے تین حصے بہن کو دیئے، دو حصے دادے کو اور ایک حصہ والدہ کو۔

حجاج نے دریافت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں کیا رائے دی؟ میں نے کہا کہ انہوں نے بھی ترکے کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے اس میں سے تین حصے بہن کو دیئے، دو والدہ کو ایک دادا کو، حجاج نے پوچھا کہ حضرت زید بن ثابت کا فتویٰ کیا تھا؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ترکے کے نو حصے کر کے ان میں سے والدہ کو تین حصے دیئے، دادا کو چار اور بہن کو دو حصے۔ حجاج نے کہا کہ قاضی کو حکم دیا جائے کہ وہ اس معاملے میں امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کر لے۔ (٦٧)

ڈ۔ وراثت میں دادی اور نانی کے حصوں کی مختلف صورتیں: دستور یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک دادی یا نانی کو جو بھی میراث کی مستحق ہو رہی ہو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا، خواہ میراث کی مستحق ایک ہو یا زیادہ، زیادہ ہونے کی صورت میں چھٹا حصہ ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو گا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک نانی اور دادی کو میراث میں حصہ ملنے کی شرط یہ ہے کہ جس واسطے سے یہ دونوں میت کی دادی یا نانی بن رہی ہیں وہ واسطہ زندہ نہ ہو اور اگر وہ واسطہ زندہ موجود ہو گا تو وہ ان کو میراث سے محروم کر دے گا کیونکہ وہ خود رشتے میں ان کے مقابلے میں میت سے زیادہ قریب ہے، چنانچہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میت کے باپ یعنی دادی کے بیٹے کی موجودگی کی صورت میں وراثت میں دادی کو حصہ نہیں دیا کرتے تھے۔ (۶۸)

ز ۔ وراثت میں والدہ کے حصے کی مختلف صورتیں : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک میراث میں والدہ کے حصے کی مختلف صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱) اگر میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی یا بیٹے کا بیٹا یا اس کا بیٹا نیچے تک موجود ہو یا دو بھائی دو بہنیں موجود ہوں تو اس صورت میں والدہ کو ترکے میں سے چھٹا حصہ ملے گا. لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ اگر میت کے بھائیوں کی تعداد تین سے کم ہو تو اس صورت میں اس کی والدہ کا حصہ ایک تہائی ہو گا نہ کہ چھٹا، چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مناظرہ بھی کیا تھا. لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ سنن بیہقی اور بعض دوسری کتابوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنا یہ موقف پیش کیا کہ اگر میت کے صرف دو بھائی ہوں تو اس کے ترکے میں ماں کا حصہ ایک تہائی ہی رہے گا، ایک تہائی سے کم ہو کر چھٹا حصہ نہیں بن جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ (النساء۔ ۱۱) | اور اگر میت کے بھائی موجود ہوں تو اس کی والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ |

اور عربی زبان میں "اخوۃ" کا لفظ دو بھائیوں کے لئے نہیں بلکہ دو سے زیادہ بھائیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ میں اس سلسلے میں اپنے گرامی قدر پیشرؤوں کے زمانے کے نظائر سے انحراف نہیں کر سکتا۔ یوں سلطنت اسلامیہ کے طول و عرض میں اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف پر ہی عمل جاری رہا اور لوگ اسی کے مطابق وراثت میں اپنا حصہ پاتے رہے۔ (۶۹)

۲) لیکن اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی یا پوتا یا پوتے کا بیٹا موجود نہیں ہے یا دو بھائی یا دو بہنیں ہیں، تو اس کی والدہ کو میراث میں سے ایک تہائی حصہ ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞۚ فَإِن لَّمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٞ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُۚ

( النساء - ۱۱ )

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے۔

۳ ) اگر میت کے ورثاء میں والد، والدہ اور بیوی ( یا میت کے عورت ہونے کی صورت میں خاوند ) موجود ہوں، تو والدہ کو بیوی ( یا میت کے عورت ہونے کی صورت میں خاوند ) کا حصہ ادا کرنے کے بعد باقی ترکے کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے میت کے ترکے میں سے والدہ کو کل ترکے کے ایک تہائی حصے کے بجائے باقیماندہ ترکے کا ایک تہائی حصہ دینے کا فیصلہ کیا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ان کا موقف یہ تھا کہ اگر والدہ کو کل ترکے کا ایک تہائی حصہ دیا گیا تو اس کی زد تقسیم میراث کے اس قاعدہ کلیہ پر پڑے گی جس کے مطابق یہ طے ہے کہ یکساں قرابت رکھنے والے رشتہ داروں میں سے ہر مرد کا حصہ عورت کے مقابلے میں دگنا ہونا چاہئے۔ ( ۷۰ ) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اس مسئلے میں یہی موقف اختیار کئے رکھا، چنانچہ انہوں نے ایک میت کے ترکے کی جس کے ورثا میں اس کی بیوی اور ماں باپ شامل تھے، اس طرح تقسیم کی کہ بیوی کو ترکے کا ایک چوتھائی حصہ دیا اور باقیماندہ ترکے میں سے ایک تہائی حصہ والدہ کو دے دیا اور باقی سب والد کو ( ۷۱ ) اسی طرح وراثت کی تقسیم کے ایک دوسرے مقدمے میں، جس میں خاتون میت کے ورثاء میں اس کا خاوند اور ماں باپ شامل تھے، انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ خاوند کو ترکے کا نصف حصہ دیا جائے اور باقیماندہ ترکے میں سے ایک تہائی حصہ والدہ کو دے دیا جائے اور باقی والد کو۔ ( ۷۲ )

ح۔ وراثت میں ماں جائے بہن بھائیوں کے حصوں کی مختلف صورتیں : ماں جائے بہن بھائیوں کے وراثت میں حصوں کی مندرجہ مختلف صورتیں ہیں :

۱ ) اگر صرف ایک ماں جایا بھائی یا بہن ہو، تو اسے ترکے میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔

۲ ) اگر ماں جائے بہن بھائیوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو اس صورت میں ان سب

کو ترکے کا ایک تہائی حصہ ملے گا جسے وہ سب آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گے، قطع نظر اس بات کے کہ وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ (النساء-۱۲)

اور اگر عورت بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو، تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب کل ترکے کی ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔

۳) اور اگر میت کا بیٹا یا بیٹے کا بیٹا یا والد یا دادا زندہ ہوں، تو ماں جائے بہن بھائیوں کو ترکے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ انہیں تو صرف اس صورت میں ترکے سے حصہ ملتا ہے جب میت کلالہ ہو، یعنی اس کے اصول و فروع موجود نہ ہوں۔

۴) اگر میت کے ماں جائے بھائیوں بہنوں کے ساتھ اس کے حقیقی بھائی بہن بھی ہوں، جن کا شمار اس کے باپ کی طرف کے رشتے داروں میں ہوتا ہے اور میت کے ذوی الفروض میں ترکے کی تقسیم کے بعد اس کے حقیقی بھائیوں کے لئے کچھ بھی نہ بچا ہو، تو اس صورت میں ان کو ماں جائے بھائیوں کے ساتھ شریک کر دیا جائے گا اور ان سب کے درمیان میراث برابر برابر تقسیم کی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون کی وراثت کے مقدمے میں، جس کے ورثاء میں اس کا خاوند، والدہ، حقیقی بھائی اور ماں جائے بھائی شامل تھے، یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا کہ اس کے خاوند کو ترکے کا نصف حصہ ملے گا اور والدہ کو چھٹا حصہ، جبکہ باقی ایک تہائی حصے میں اس کے حقیقی بہن بھائی اور ماں جائے بہن بھائی برابر کے شریک ہوں گے چنانچہ اس میں بہنوں کو بھائیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ (۷۳)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ میت کے حقیقی بہن بھائیوں کو ترکے میں اس کے ماں جائے بہن بھائیوں کے ساتھ یکساں طور پر شریک کرنے کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیشرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوتی ہے۔

ط ۔ وراثت میں موالی کا حصہ : موالی اصطلاحاً غلام آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ غلام دونوں کو کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ اگر میت کے پسماندگان میں نہ تو "اصحاب فرائض" ہوں اور نہ باپ کی طرف سے رشتے دار، تو اس کا ترکہ اس کے موالی میں تقسیم کیا جائے گا۔ (۷۴)

ی۔ وراثت میں ذوا الارحام کا حصہ : ذوا الارحام سے مراد ماں کی طرف سے رشتے دار ہیں۔ جہاں تک وراثت میں ذوا الارحام کے حصوں کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کا تعلق ہے، اس بارے میں امام بدرالدین عینی صحیح بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" میں لکھتے ہیں کہ وہ ذوا الارحام کو وراثت میں سے حصہ دینے کے قائل نہیں تھے۔ (۷۵) لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ قاضی ابو حازم کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین کے درمیان ذوا الارحام کو وراثت میں سے حصہ دینے کے بارے میں اتفاق رائے پایا جاتا تھا، چنانچہ جب معتضد نے ابو حازم سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع تھا، کہ میراث میں ذوا الارحام کا حصہ ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اس اجماع کے مقابلے میں حضرت زیدؓ بن ثابت کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ معتضد نے پوچھا کیا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ منقول نہیں ہے کہ وہ بھی اس سلسلے میں یہی موقف رکھتے تھے؟ امام ابو حازم نے جواب دیا: "ہرگز نہیں اور جو شخص ان کے بارے میں ایسا کہتا ہے، غلط کہتا ہے"۔
کورانی کہتے ہیں کہ ابو حازم کی رائے بالکل صحیح ہے۔ (۷۶)

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ موسوعہ فقہ عمر بن الخطابؓ اور موسوعہ فقہ علی بن ابی طالبؓ میں ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ یہ دونوں حضرات ذوا الارحام کو

وراثت میں سے حصہ دیا کرتے تھے۔ البتہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ آیا وہ ذوا الارحام کو وراثت میں سے حصہ دیا کرتے تھے یا نہیں. ماسوائے اس روایت کے جسے میں نے یہاں ذکر کیا ہے۔ (۷۷)

ک۔ بیت المال : اگر کوئی میت ایسی ہو جس کے ورثاء میں نہ اصحاب فرائض ہوں۔ نہ موالی اور نہ ذوا الارحام۔ تو اس صورت میں اس کا ترکہ مسلمانوں کے بیت المال میں رکھا جائے گا، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مولیٰ. یعنی آزاد کردہ غلام کی وفات ہوئی. جس کا کوئی آقا نہیں تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا ترکہ بیت المال میں جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (۷۸)

۵۔ رد :

رد کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشہور موقف یہی ہے کہ اگر ترکہ میں سے اصحاب فرائض کے حصوں کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ جائے اور میت کے باپ کی طرف کے قرابت داروں میں سے بھی اس حصے کا کوئی حقدار موجود نہ ہو. تو یہ حصہ رد کے طور پر اصحاب فروض میں میراث میں ان کے حصوں کی مناسبت سے تقسیم کر دیا جائے گا، اس اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطابق رد کی تقسیم میں اصحاب فروض کو ذوا الاحام پر ترجیح دی جائے گی، اس لئے کہ اصحاب فروض کی موجودگی میں ذوا الارحام کو میراث میں سے حصہ نہیں ملتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے "رد" میں سے خاوند کو بھی حصہ دلوایا تھا، حالانکہ اہل علم کی متفقہ رائے ہے کہ میاں اور بیوی دونوں رد کے مستحق نہیں ہیں، اس لئے ابن قدامہ کی رائے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی خاص خاوند کو میت کے ذوا الارحام میں سے ہونے کی بنیاد پر "رد" کا مستحق قرار دیا ہو، یا ممکن ہے کہ اس کو ترکہ میں سے دینے کی بجائے بیت المال میں سے ادائیگی کی گئی ہو۔ (۷۹)

## ارض : زمین

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی حکومت کے عمومی نظام اور عام قوانین کے واضح شکل اختیار کر لینے کے بعد عہد عثمانی میں ان قوانین اور معاملات کو کسی تغیر و تبدل کئے بغیر انہی بنیادوں پر

قائم رہنے دیا گیا، جن بنیادوں پر انہیں عہد فاروقی میں استوار کیا گیا تھا۔ (۸۰) البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملکیت زمین کے قانون میں یہ تبدیلی کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن زمینوں کو ان کے ذمی مالکوں کی ملکیت میں رہنے دیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے ان کی ملکیت کو جائز قرار دے دیا کیونکہ اس طرح یہ زمینیں کافروں کے قبضے سے نکل کر مسلمانوں کے قبضے میں آ جاتی تھیں۔ (۸۱) بشرطیکہ ان زمینوں پر عائد شدہ خراج اور دوسرے واجبات بعینہ برقرار رہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ موقف تھا کہ جو شخص خراج کی ادائیگی پر راضی ہوتا ہے وہ گویا ذل و رسوائی قبول کرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کے لئے ان زمینوں کی خریداری کو جائز قرار دے دیا، بلکہ انہوں نے خود اس طرح کی بعض زمینوں کو خریدا اور اس پر عاید خراج اور لگان کی ادائیگی کرتے رہے اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کر لیا تھا، بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ امیرالمومنین کی اطاعت اور آپ کی اقتصادی پالیسیوں کی حمایت و تعاون میں کیا تھا۔

۲۔ بنجر زمینوں کی آباد کاری (ملاحظہ ہو مادہ، احیاء الموات)

۳۔ جاگیر عطا کرنا (ملاحظہ ہو مادہ اقطاع)

۴۔ مسلمانوں کی مصلحت کی خاطر زمین کے کسی ٹکڑے کو "محفوظ" قرار دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حمی/۲)

## استئذان: اجازت طلب کرنا

۱۔ تعریف:

اس سے مراد کسی ایسے شخص سے کسی کام کی اجازت طلب کرنا ہے جو اس کام کی اجازت دینے کا مجاز ہو۔

۲۔ اجازت طلب کرنا کن مواقع پر ضروری ہے:

ا۔ گھروں میں داخل ہونے کے لئے استئذان: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع

ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت کا حصول واجب ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ۚ (النور - ۲۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔

اس آیت کریمہ میں استئناس سے مراد استئذان ہے۔ امام ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ اس آیت میں استئذان کو استئناس اس لئے کہا گیا ہے کہ جب کسی شخص سے اس کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کی جائے گی اور اسے سلام کہا جائے گا، تو اس کے نتیجے میں گھر والوں میں از خود انس اور ملنساری کی کیفیت پیدا ہو گی، اس کے مقابلے میں اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہو گا، تو اس کے نتیجے میں اہل خانہ میں وحشت اور خوف و ہراس کی کیفیت پیدا ہو گی اور اس کا یوں گھر میں داخلہ ان پر گراں گذرے گا۔ (۸۲)

ب۔ ولی کا نکاح کے معاملے میں عورت سے استئذان: اگر کوئی شخص اپنی بالغ بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہو، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے باقاعدہ اجازت طلب کرے اور اگر وہ اجازت دے دے تو وہ اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر وہ اسے اس کی اجازت نہ دے تو ایسی صورت میں والد اس کا نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب وہ اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے تو پس پردہ بیٹھ کر اسے بتاتے کہ فلاں شخص نے اس کے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ (۸۳)

ج۔ غلام کا اپنے مالک سے اذن نکاح حاصل کرنا: غلام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے۔ اگر وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے گا تو اس کا نکاح باطل قرار پائے گا۔ (۸۴) یہاں تک کہ اگر نکاح کے بعد رخصتی بھی ہو چکی ہو تو بھی دونوں میاں بیوی میں علیحدگی کرا دی جائے گی، البتہ اس صورت میں غلام کے مالک کو مہر کا ۲/۵ حصہ ادا کرنا لازم ہو گا۔ (۸۵)

روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے جو ان کے اونٹ چرایا کرتا تھا قبیلہ بنی جعدہ کی ایک لونڈی سے شادی کی اور ان کے پانچ اونٹ بھی ساتھ لے کر ان کے پاس چلا گیا، جب یہ بات حضرت ابوموسیٰ اشعری کو معلوم ہوئی تو انہوں قبیلہ بنی جعدہ والوں کو پیغام بھیجا کہ میرا غلام اور میرے اونٹ مجھے واپس بھجوائے جائیں، انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جہاں تک غلام کا تعلق ہے وہ تو آپ کا ہی ہے، البتہ جہاں تک اونٹوں کا تعلق ہے چونکہ ہماری لونڈی اس کے غلام کے عقد نکاح میں رہی ہے۔ اس لئے ہم اس رقم کو حق مہر کے طور پر رکھ رہے ہیں، چنانچہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ ان اونٹوں کا ۲/۵ حصہ اس لونڈی کے مہر کے طور پر ان لوگوں کو دے دیا جائے اور ۳/۵ حصہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو واپس کر دیا جائے۔ (۸٦)

ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ مہر یا حد کے وجوب کا سبب چونکہ مجامعت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مہر کا شمار ان چیزوں میں ہوتا ہے جو مجامعت کے نتیجے میں واجب قرار پاتی ہیں، لہٰذا جس طرح غلام پر لگائی جانے والی حد ایک آزاد شخص کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا مہر بھی آزاد شخص کے مقابلے میں کم ہونا چاہئے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مہر چونکہ عقد نکاح دو عوضوں میں سے ایک عوض ہے، اس لئے جس طرح تعدد ازدواج کے معاملے میں غلام کا استحقاق آزاد شخص کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا مہر بھی آزاد شخص کے مقابلے میں کم ہو اور یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو اونٹوں میں سے جو حصہ دلوایا، وہ مہر کے معاملے میں باہمی مصالحت کے طور پر تھا۔

د۔ جہاد کے لئے ماں باپ سے اذن حاصل کرنا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ رضاکارانہ طور پر جہاد کی غرض سے جانے والوں کے لئے یہ ضروری قرار دیتے تھے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے والدین سے اجازت طلب کر لیں، پھر اگر ان کو اجازت مل جائے تو وہ جہاد کے لئے جائیں اور اگر ان کے ماں باپ انہیں اجازت نہ دیں۔ تو ان کا جہاد پر جانا جائز نہیں ہے۔ (۸۷) محمد بن طلحہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جہاد پر جانے کا پروگرام بنایا، ان کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہیں اپنے

بیٹے کے اس پروگرام کے بارے میں بتایا، حضرت عمر رضی اللہ نے انہیں بلوا کر ہدایت کی کہ وہ اس معاملے میں اپنی والدہ کے حکم کی پابندی کریں۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں دوبارہ جہاد پر جانے کا ارادہ کیا، تو ان کی والدہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہیں اپنے بیٹے کے اس پروگرام کے بارے میں بتایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ گھر پر ہی اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر رہیں، اس پر حضرت محمد بن طلحہ نے عرض کیا کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے جہاد پر جانے کے معاملے میں اپنی والدہ کی فرماں برداری کی ہدایت کی تھی، لیکن مجھے ایسا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو آپ کو اس معاملے میں تمہاری والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر بہرصورت مجبور کروں گا۔ (۸۸)

ہمارے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس موقف کی بنیاد یہ ہے کہ والدین کی اطاعت فرض عین ہے جبکہ رضاکارانہ جہاد کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے۔ جسے اگر کچھ مسلمان بھی ادا کردیں تو باقی مسلمانوں پر سے ساقط ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے فرض عین از خود فرض کفایہ کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل قرار پاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ فرض، فرض عین ہو جائے۔ مثلاً دارالاسلام پر دشمن کے حملے کی صورت میں، تو اس صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر ہی جہاد پر نکل جانا چاہئے۔ (۸۹) اس لئے کہ جماعت کے مصالح کو افراد کے مصالح پر بہرصورت فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ اپنی زیر ملکیت چیزوں پر تصرف کے لئے استئذان کا غیر ضروری ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق / ۲ الف)

## استبراء:

### ۱۔ تعریف:

استبراء سے مراد کسی لونڈی یا ایسی منکوحہ خاتون کا جس کا عقد صحیح نہ ہوا ہو، اتنی مدت حالت انتظار میں رکھنا ہے جس وقت تک اس کا رحم بچے کے وجود سے خالی ہونے کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے۔

۲۔ استبراء کی مدت: یہ پتہ چل جائے کہ اس کے رحم میں بچہ نہیں ہے۔

الف۔ لونڈی کی مدت استبراء اس کا حق ملکیت ایک شخص سے دوسرے شخص کو منتقل ہونے کے بعد سے ایک حیض تک ہوتی ہے۔ استبراء کے بارے میں اطمینان کرنا لونڈی خریدنے والے یا ہبہ کے طور پر وصول کرنے والے کی ذمہ داری ہے۔ اسے بیچنے والے یا ہبہ کے طور پر دینے والے کی ذمہ داری نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اطمینان لونڈی خریدنے والے یا ہبہ کے طور پر وصول کرنے والے کو کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لونڈی کے پیٹ میں سابق مالک کا بچہ موجود ہو اور اس کے وطی کرنے کے نتیجے میں نسبت کا اختلاط ہو جائے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں مکحول دمشقی کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام زہریؒ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آخری وقت تک اور عراق میں حضرت ابن مسعودؓ بھی اپنے آخری وقت تک اور حضرت عثمانؓ بھی اس بات کے قائل تھے کہ لونڈی کا استبراء ایک حیض سے ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے اس مدت کو بڑھا کر دو حیض کر دیا، اس پر امام زہریؒ نے فرمایا کہ میں لونڈی کے لئے استبراء کی مدت ایک حیض کے قائلین میں حضرت عبادہؓ بن الصامتؓ کا مزید اضافہ کرتا ہوں۔ (۹۰)

ب۔ ام الولد: جہاں تک ام الولد کا تعلق ہے تو اس کے مالک کی وفات کی صورت میں اس کی مدت استبراء تین حیض ہوگی۔ (۹۱) اس لئے کہ مالک کی وفات کے بعد وہ از خود آزاد ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کی مدت استبراء آزاد مطلقہ کی عدت کے برابر تین حیض ہوگی۔

ابن قدامہ نے اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ رائے بھی نقل کی ہے کہ مالک کی وفات کی صورت میں ام الولد کی مدت استبراء ایک حیض شمار ہوگی۔ (۹۲) اس لئے کہ اس استبراء کی حیثیت ملک یمین سے آزادی کے استبراء کی ہے اور اس طرح وہ تمام دوسری لونڈیوں اور آزاد شدہ لونڈیوں کی مانند ہوگی، اور ان سب کی مدت استبراء ایک حیض ہے۔

۳۔ المستبراۃ (ایسی عورت جس کا استبراء ضروری ہے)

ایسی عورتیں جن کا استبراء ضروری ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔ لونڈی: جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، لونڈی کا حق مجامعت جب ایک شخص سے

دوسرے شخص کو منتقل ہو تو اس کے لئے استبراء لازم ہو جاتا ہے۔

ب۔ اسی طرح اگر زانی عورت کسی سے شادی کرنا چاہے، تو اس کے لئے بھی شادی سے پہلے استبراء ضروری ہے، تاکہ شادی کی صورت میں نسب کا اختلاط نہ ہونے پائے، ہمارے نزدیک صحابہ کرامؓ میں اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

ج۔ جنگ میں قید ہونے والی عورتیں اور قبول اسلام کے بعد دارالاسلام کو ہجرت کرنے والی عورتیں۔ اسی طرح اگر کوئی شادی شدہ غیر مسلم عورت جنگی قیدی بن جائے، یا کوئی غیر مسلم عورت اسلام قبول کر کے دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر کے آ جائے، تو ایسی عورت کے لئے نکاح سے پہلے استبراء ضروری ہے اور اس کے استبراء کی مدت ایک حیض ہو گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (۹۳)

## استتابہ :

ملاحظہ ہو مادہ: ردۃ / ۳

## استحاضہ :

### ۱۔ تعریف :

استحاضہ سے مراد ایسا خون ہے جو عورت کی شرمگاہ سے ایام حیض و نفاس کے علاوہ خارج ہو۔

### ۲۔ استحاضہ کے اثرات و نتائج :

حضرت عائشہؓ کے نزدیک استحاضہ کی حالت میں عورت کے لئے نماز، روزہ کی ادائیگی اور اپنے خاوند سے مجامعت جائز ہے، البتہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔ (۹۴)

امام ابن حزم کہتے ہیں کہ اس معاملے میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو حضرت عائشہؓ سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

## استحقاق :

### ۱۔ تعریف :

استحقاق سے مراد یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کے بارے میں جو کسی کے قبضے میں ہو یہ ثابت ہو جائے کہ وہ

کسی دوسرے شخص کا حق ہے اور یہ کہ اس پر قابض شخص کا قبضہ ناجائز ہے۔

۲۔ استحقاق کے اثرات و نتائج :

الف۔ اگر کسی چیز پر کسی دوسرے شخص کا استحقاق ثابت ہو جائے تو اسے صاحب حق کو واپس کرنا واجب ہو جاتا ہے، بلکہ اس سلسلے میں یہاں تک اجازت ہے کہ صاحب حق اس چیز کو اس کے ناجائز قابض کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ چیز خود اس کی اپنی ملکیت ہے اور اپنی ملکیت میں تصرف کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور ہمارے علم کی حد تک صحابہ کرامؓ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (مزید ملاحظہ ہو: سرقہ /۴ب)

ب۔ جس چیز پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے۔ اس پر ہونے والے اضافے فقہی اصطلاح میں زوائد مستحق کہلاتے ہیں، اور قطع نظر اس بات کے کہ یہ اضافے اصل چیز کے ساتھ متصل ہوں یا اسی سے الگ، یہ سب اصل چیز کے حکم میں داخل ہیں اور اصل چیز کے ساتھ صاحب حق کو واپس کر دیئے جائیں گے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی لونڈی کی اولاد کے بارے میں جس پر اس کے اصل مالک کا استحقاق ثابت ہو چکا تھا یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ اس کے اصل مالک کی غلام ہو گی۔ (۹۵) خلاس بن عمرو کی روایت ہے کہ ایک لونڈی قبیلہ بنی طے میں گئی اور دعویٰ کیا کہ وہ آزاد ہے جس پر قبیلہ طے کے ایک شخص نے اس سے شادی کر لی، جس سے اس کی اولاد بھی ہوئی۔ اس کے بعد اس کے اصل مالک نے اس پر قابو پالیا اور اس کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ دائر کر دیا، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ لونڈی اور اس کی اولاد اس کے سابق مالک کی ملک ہے اور یہ کہ اس کا خاوند اپنے مال کے صرف اس حصے کا حقدار ہو گا جو اسے اصل حالت میں مل جائے گا، نیز اس سلسلے میں یہ طریق کار مقرر فرمایا کہ اس لونڈی میں سے ہونے والی اولاد کے ہر بچے کے بدلے میں لونڈی کے اصل مالک کو دو لونڈیاں یا دو غلام فدیئے کے طور پر دینا ہوں گے۔ (۹۶) یعنی اگر اولاد کا باپ اس لونڈی سے ہونے والی اپنی اولاد کو حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ حق ہو گا کہ ان میں سے ہر لڑکے کے بدلے دو غلام اور ہر لڑکی کے بدلے دو لونڈیاں دے کر اپنی اولاد کو حاصل کر لے۔

## استسقاء :

استسقاء سے مراد یہ ہے کہ طویل خشک سالی کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر بارش کے لئے دعا مانگی جائے۔

## صلاۃ الاستسقاء :

ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۱۴

## استظلال : سایہ کے نیچے آنا

محرم کے لئے سایہ کے نیچے آنے کا جواز (ملاحظہ ہو : احرام / ۳ الف)

## استعاذہ : تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنا

امام ابن حزم نے اپنی مشہور تالیف المحلی میں لکھا ہے کہ کئی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نماز میں قرآن کریم کا جو حصہ پڑھتے اس سے پہلے تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ضرور پڑھتے تھے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ ہمارے علم کی حد تک ان بزرگوں میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ (۹۷)

## استلقاء : چت لیٹنا

جو شخص چت لیٹا ہوا ہو، اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی ایک ٹانگ دوسری پر رکھ لے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کا معمول تھا کہ وہ جب چت لیٹتے تو اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لیتے تھے۔ (۹۸)

## استنجاء :

### ۱۔ تعریف :

پاخانہ اور پیشاب نکلنے کی جگہوں سے، نکلنے والی نجاست صاف کرنے کو استنجاء کہتے ہیں۔

۲۔ استنجاء بائیں ہاتھ سے کیا جانا چاہئے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپؐ پاکیزہ کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ اور جسم کے مخصوص حصوں سے نجاست دور کرنے یا اس سے ملتے جلتے کام بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ اور یہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول بھی تھا، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے نبی کریمؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اپنے آلہ تناسل کو اپنا دایاں ہاتھ نہیں لگایا۔ (۹۹)

## استنشاق : ناک میں پانی چڑھانا

استنشاق وضوء کا حصہ ہے۔ اس کے احکام کے بارے میں ملاحظہ ہو (وضوء / ۳ الف)

## استیاک : مسواک سے دانتوں کا صاف کرنا

استیاک سے مراد مسواک سے دانتوں کا صاف کرنا ہے اور یہ ایک مسنون عمل ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اہتمام کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ وہ نماز جمعہ کی تیاری کے دوران میں مسواک کرنا بھول گئے۔ جب وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف لے گئے تو انہیں یاد آیا کہ انہوں نے مسواک نہیں کی، چنانچہ انہوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں مسواک کرنا بھول گیا ہوں۔ اس کے بعد وہ منبر سے اترے، جا کر مسواک کی اور پھر واپس منبر پر تشریف لا کر خطبہ ارشاد فرمایا (۱۰۰)

غسل کے دوران میں مسواک کرنا (ملاحظہ ہو مادہ : غسل / ۲)

## اسر : جنگی قیدی بنانا

۱۔ تعریف :

اس سے مراد دشمن سے لڑائی کے دوران میں اس کے آدمیوں کو جنگی قیدی بنانا ہے۔

۲۔ دشمن کے قبضے سے قیدی چھڑانا :

اگر کوئی مسلمان دشمنوں کا قیدی بن جائے، تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو ان کے ہاتھ سے چھڑانے اور رہائی دلانے کی کوشش کرے، اگر وہ شخص مالدار ہو تو اسے اپنی رہائی کے اخراجات خود ادا کرنا ہوں گے۔ اور اگر دشمن اس کو رہا کرتے ہوئے اس سے یہ حلف لیں کہ وہ یا تو انہیں فدیہ کی رقم بھجوائے گا اور یا پھر واپس آ جائے گا تو ایسی صورت میں اگر انہوں نے اس سے یہ حلف زبردستی لیا ہو تو اس کے لئے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر انہوں نے اس سے یہ حلف زبردستی نہ لیا ہو اور وہ مطلوبہ فدیہ کی ادائیگی کی استطاعت بھی رکھتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر اس میں فدیہ ادا کرنے کی استطاعت بھی نہ ہو اور وہ ہو بھی خاتون تو پھر وہ دشمن کے پاس واپس نہیں جائے گی۔ اس لئے کہ اس کی واپسی کی صورت میں اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اس کی عصمت دری کی کوشش کریں گے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواتین کی دشمن کو واپسی سے منع

فرمادیا تھا، البتہ اگر ایسا قیدی مرد ہو، تو اس کی دشمن کے پاس واپسی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس کا اس عہد کو پورا کرنا دوسرے قیدیوں کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ اور اس کی خلاف ورزی ان کے لئے نقصان کا باعث ہو گی کیونکہ اس کے بعد وہ ان کا اعتبار نہیں کریں گے۔ اور چونکہ اس عہد کو پورا کرنا ضروری ہے، جس طرح صلح کے معاہدے کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ (۱۰۱)

۳۔ غیر مسلم جنگی قیدیوں کا مسئلہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلامی حکومت کا سربراہ حربی کفار کے جنگی قیدیوں کے بارے میں مندرجہ ذیل چار صورتوں میں سے کوئی سی ایک صورت اختیار کرنے کا مجاز ہے:

ا۔ اگر وہ چاہے تو ان کے لڑنے والے اور دیگر مردوں کو قتل کر کے بچوں اور عورتوں کو لونڈی اور غلام بنا لے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الانفال۔ ۱۲)

پس تم ان کی گردنوں کو مارو اور ان کے ایک ایک جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

ب۔ اور اگر چاہے تو ان سے فدیہ لے کر انہیں، آزاد کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد میں ارشاد فرمایا ہے:

حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (سورہ محمد۔ ۴)

یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تو پھر (ان کے) قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ انہیں احسان کے طور پر رہا کر دو یا فدیہ کا معاملہ کر لو۔ تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمدان کے ایک شخص کو، جو مسلمانوں کی قید میں تھا، چار سو درہم کا فدیہ لے کر قید سے آزاد کر دیا تھا۔ (۱۰۲)

ج۔ اور اگر چاہے تو بغیر کوئی فدیہ لئے احسان کے طور پر بھی جنگی قیدیوں کو رہا کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد خداوندی ہے:

فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً — اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ انہیں احسان کے طور پر رہا کر دو یا فدیہ لے کر، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

د۔ اور اگر چاہے تو انہیں لونڈیوں اور غلاموں کی صورت میں لشکر میں تقسیم کر سکتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بالعموم یہی معمول تھا۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ عرب جنگی قیدیوں کو غلام نہیں بنایا کرتے تھے۔ (۱۰۳) اور ہمارے علم کی حد تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کبھی اس کے خلاف نہیں کیا۔

## اسراف:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسراف یہ ہے کہ انسان اپنے جائز اخراجات کے سلسلے میں اپنی سطح کے لوگوں کی مروجہ حد سے تجاوز کرے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو ایک متمول شخص تھے۔ سو درہم کی یمنی چادر کے استعمال کو بھی اسراف نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی ان کے نزدیک اس بات میں کوئی اسراف تھا کہ وہ خود یا ان کی بیگمات ایسی کڑھی ہوئی ریشمی چادریں استعمال کریں جن کی قیمت دو دو سو درہم ہو۔ (۱۰۴)

## اسفار:

یہاں اسفار سے مراد نماز فجر میں اتنی تاخیر کرنا ہے کہ رات کی تاریکی ختم ہو جائے اور چیزیں صاف دکھائی دینے لگیں۔ (ملاحظہ ہو، مادہ: صلاۃ/۶الف)

## اشربہ:

اشربہ کے لغوی معنی ایسی مائع چیزوں کے ہیں، جو پینے کے کام آتی ہیں، لیکن یہاں ہم اس اصطلاح کو صرف "نبیذ" اور "شراب" کے معنوں میں لے رہے ہیں۔

### ۱۔ نبیذ:

الف۔ نبیذ کا لفظ دراصل "نبذ" سے بنا ہے، جس کے معنی ڈال دینے یا پھینک دینے کے ہیں، اسی سے لفظ منبوذ بنا ہے۔ جس کے معنی ڈالی ہوئی یا پھینکی ہوئی چیز کے ہیں، چنانچہ اسی اعتبار سے یہ لفظ پانی میں ڈالی ہوئی یا بعض چیزوں کھجور، کشمش، جو وغیرہ کے لئے استعمال کیا جائے

گا۔ (۱۰۵) لیکن بعد میں یہ استعمال بھلا دیا گیا، اور ان چیزوں سے بنے ہوئے مشروب کو نبیذ کہا جانے لگا، البتہ اس مشروب کو نبیذ صرف اس وقت تک کہا جاتا ہے، جب تک کہ اس میں نشہ کی خاصیت پیدا نہ ہو، نشہ کی خاصیت پیدا ہونے کے بعد یہ مشروب شراب بن جاتا ہے۔

ب۔ نبیذ کے استعمال کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف : نبیذ کا استعمال اس وقت تک حلال اور جائز ہے جب تک کہ اس میں نشہ کی خاصیت نہ پیدا ہوئی ہو، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبیذ استعمال فرمایا کرتے تھے، جناب عبدالواحد بن صفوان روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو ان کی والدہ کے حوالے سے یہ کہتے سنا ہے کہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے رات کے وقت کشمش پانی میں بھگویا کرتی تھی جسے وہ صبح کے وقت استعمال فرمایا کرتے تھے، اور یہ بھی کہا کرتی تھی کہ ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ شاید تم اس میں کھجوریں بھی ڈالتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کبھی کبھی ایسا کرتی ہوں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو (۱۰۶)

ج۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو صورتوں میں "نبیذ" کے استعمال کو ناپسند کرتے تھے:

اول : جب نبیذ بیک وقت دو قسم کی چیزوں سے تیار کی گئی ہو، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دو قسم کی چیزوں کو ملا کر ان کی نبیذ تیار کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ صحیح مسلم اور حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

| | |
|---|---|
| لا تنتبذوا الزهو والرطب جميعاً ، ولا تنتبذوا الرطب والزبيب جميعاً، ولكن انتبذوا كل واحد على حدته | گدری کھجوروں اور پکی ہوئی کھجوروں کو ملا کر ان کی نبیذ نہ بنایا کرو، بلکہ ان میں سے ہر ایک سے علیحدہ نبیذ تیار کیا کرو۔ |

اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف ہم ابھی گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے نبیذ تیار کرنے والی خاتون کو دو چیزیں ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع فرمایا تھا۔

دوم : جب نبیذ کسی ایسے برتن میں تیار کی گئی ہو جو بالعموم شراب کی تیاری کے لئے استعمال کیا

جاتا ہے۔ مثلاً دباء، نقیر، مزفت اور حنتم وغیرہ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ثمامہ بن حزن القشیری کی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے "نبیذ" کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے "نبیذ" کے بارے میں دریافت کیا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں "دباء" "نقیر" "مزفت" اور "حنتم" میں نبیذ تیار کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (۱۰۷)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی ایسا شخص پیش کیا جاتا جس نے "دباء" میں مشروب رکھا ہو، تو وہ اس کو کوڑے لگواتے اور مشروب کو زمین پر انڈیل دیا جاتا اور "دباء" کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ (۱۰۸)

شراب کے برتنوں میں نبیذ رکھنے سے منع کرنے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شراب سے اس قدر سختی کے ساتھ روکنا چاہتے تھے کہ اس کے برتنوں سے بھی اجتناب کیا جائے، تاکہ اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہ رہنے پائے اور اس ارشاد خداوندی پر صحیح طور پر عمل در آمد ہو۔

| | |
|---|---|
| يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ (المائدہ - ۹۰) | اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شراب، جوا، آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔ |

### ۲۔ الخمر: شراب

الف۔ تعریف: خمر (شراب) سے مراد پینے کی ہر وہ چیز ہے جس کے پینے سے آدمی پر نشہ طاری ہو جاتا ہو۔

ب۔ شراب کے نقصانات: شراب کی خاصیت یہ ہے کہ وہ عقل کو ماؤف کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں انسان لایعنی اور بیہودہ کام کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالعموم یہ بات دہرایا کرتے تھے کہ شراب سے بچا کرو، اس لئے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (۱۰۹) نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ شراب سے بچا کرو یہ برائی

کے لئے راہیں ہموار کرتی ہے۔ (۱۱۰)

سنن نسائی اور بیہقی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک روایت نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"شراب سے بچ کر رہو، اس لئے کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے، تم سے پہلے زمانے میں ایک شخص ہوا کرتا تھا جو بڑا عابد و زاہد تھا، اس شخص پر ایک خاتون فریفتہ ہو گئی جس نے اسے گمراہ کر دیا، چنانچہ اس نے اس کے پاس اپنی لونڈی بھیجی جس نے اسے کہا کہ میری مالکہ نے تجھے گواہی دینے کے لئے بلایا ہے۔ وہ اس لونڈی کے ہمراہ روانہ ہو گیا، جوں ہی وہ کسی دروازے سے اندر داخل ہوتا، وہ لونڈی اس دروازے کو بند کر دیتی، یہاں تک کہ وہ اس خاتون کے پاس پہنچ گیا، اس کے پاس اس وقت ایک لڑکا بھی موجود تھا اور ایک برتن میں شراب بھی تھی، اس نے اس آدمی کو دیکھتے ہی کہا کہ خدا کی قسم میں نے تمہیں گواہی دینے کے لئے نہیں بلایا، بلکہ اس مقصد کے لئے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ ہم بستری کرو یا پھر اس شراب میں سے ایک گلاس بھر کر پی لو اور پھر اس لڑکے کو قتل کر دو، اس آدمی نے کہا مجھے شراب کا گلاس پلا دو۔ اس نے اس آدمی کو شراب کا ایک گلاس پلایا، تو اس نے کہا کہ اب مجھے مزید شراب پلاؤ، اور پھر وہ پیتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ اس نے اس عورت سے زنا بھی کیا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا، اس لئے تم لوگ شراب سے بچ کر رہو، خدا کی قسم کسی انسان میں ایمان اور شراب کے نشے کی عادت دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز کو بہت جلد نکال باہر کر دے گی۔ (۱۱۱) اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شراب کے ان نقصانات پر یقین رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شراب نوشی سے پرہیز کے بارے میں نازل شدہ حکم کی پیروی میں شراب سے مکمل طور پر اجتناب کیا کرتے تھے، بلکہ اس کے نقصانات کی وجہ سے وہ اسے قبول اسلام سے پہلے ہی چھوڑ چکے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرات ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے تو شراب جاہلیت کے زمانے میں ہی چھوڑ دی تھی، تو پھر کیا اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں سے کوئی شراب پی سکتا ہے۔ (۱۱۲)

ج۔ شراب نوشی کا ثبوت پہنچانے کے طریقے: شراب نوشی کا ثبوت بہم پہنچانے کے لئے اقرار، گواہی، قرائن (مثلاً قے میں شراب کا نکلنا) وغیرہ سارے طریقے کام میں لائے جا سکتے ہیں،

حضرت ابو ساسان حصین بن المنذر الرقاشیؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا، جب ولید بن عقبہ کو ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نے صبح کی نماز کی دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر لوگوں سے پوچھا کہ کیا اور پڑھاؤں؟ چنانچہ دو حضرات نے اس کے خلاف گواہی دی۔ ان میں ایک حمران تھے، جنھوں نے یہ کہا کہ ولید نے شراب پی ہوئی تھی، اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے اسے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ شراب نہ پیتا تو شراب کی قے کیسے کرتا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جائیے اور اسے کوڑے لگائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اسے کوڑے لگاؤ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلاشبہ جو شخص شراب سے لطف اندوز ہوا ہے۔ اس کو اب اس کی سزا بھی ملنی چاہئے۔ گویا انہیں اس حکم سے مسرت ہوئی ہو۔ پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ آپ جا کر اسے کوڑے لگائیں، چنانچہ انہوں نے کوڑے لگانے شروع کئے اور حضرت علیؓ نے انہیں گننا شروع کیا، یہاں تک کہ جب چالیس کوڑے پورے ہو گئے، تو انہوں نے اسے کوڑے بند کرنے کا حکم دیا اور پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی شراب نوشی پر چالیس کوڑے ہی لگوائے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اسی کوڑے لگائے تھے۔ اور یہ سب مسنون ہے، البتہ مجھے یہ تعداد زیادہ پسند ہے۔ (۱۱۳)

د۔ شراب نوشی کی سزا: نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں مشہور روایت یہی ہے کہ آپ نے شراب نوشی کے مرتکب شخص کو چالیس کوڑوں کی سزا دی اور اہانت اور تذلیل کے لئے اسے جوتوں اور کپڑوں کے سروں سے مارا جاتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی اسی طریقے پر عمل پیرا رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی برسوں میں اسی طریق کار پر عملدر آمد جاری رکھا، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ انہوں صحابہ کرامؓ کے مشورے سے اس سزا کو بڑھا کر اسی کوڑے کر دیا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک لوگ اس سزا کو معمولی سمجھتے تھے اور اپنی عادت بد سے باز نہیں آتے تھے۔ (۱۱۴)

جہاں تک حضرت عثمان بن عفانؓ کا تعلق ہے ان سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے شراب نوشی پر چالیس کوڑوں کی سزا دی اور یہ بھی کہ انہوں نے اس پر اسی کوڑوں کی سزا دی، لیکن یہ کچھ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ یہ کمی بیشی اپنی خواہش نفس کی بنا پر کرتے تھے، بلکہ ایسا وہ شراب پینے والے کی کیفیت کی بنا پر کرتے تھے. جو شخص لغزش کی بنا پر شراب پیتا تھا، اسے وہ عادی شرابی کے برابر سزا نہیں دیا کرتے تھے، چنانچہ جو شخص لغزش کی بناء پر پہلی بار شراب پیتا، اسے وہ چالیس کوڑوں کی سزا دیتے، اور جو شخص شراب کا عادی ہوتا، اس کو اسی کوڑوں کی سزا دیتے۔ (۱۱۵)

اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شراب نوشی کے عادی شخص کو پہلے چالیس کوڑوں کی سزا حد کے طور پر دیا کرتے تھے اور دوسرے چالیس کوڑوں کی سزا تعزیر کے طور پر۔

و۔ غلام کے لئے شراب نوشی کی سزا: جہاں تک غلام کے لئے شراب نوشی کی سزا کا تعلق ہے، اس کی مقدار اس سزا کے نصف کے برابر ہوگی جو شراب نوشی کرنے والے آزاد شخص کو دی جاتی ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والے اپنے ایک غلام کو آزاد کی حد کے مقابلے میں نصف یعنی بیس کوڑے لگوائے۔ (۱۱۶)

ھ۔ طلاق السکران: (نشے کی حالت میں دی جانے والی طلاق) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی آدمی کی نشے کی حالت میں کہی گئی تمام باتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اس لئے کہ نہ اس کا کیا ہوا کوئی معاہدہ معتبر قرار پاتا ہے اور نہ کسی معاہدے کا منسوخ کرنا. اسی طرح نہ اس کی طرف سے کسی چیز کے اقرار کرنے کا اعتبار کیا جائے گا اور نہ اس کی طرف سے دی گئی طلاق کا، اس لئے کہ وہ جو کچھ بھی اپنی زبان سے کہتا ہے بلا سوچے سمجھے کہتا ہے اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہوتا ہے، بلا ارادہ کہہ رہا ہوتا ہے اور جب تک کسی شخص نے ارادۃً کوئی بات نہ کہی ہو، اسے اس کے لئے ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نشے میں مدہوش شخص اور مجنون کی دی ہوئی طلاق معتبر نہیں ہے۔ (۱۱۷) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

*ایسی حالت میں دی گئی طلاق، جس میں*
*انسان کا شعور اور ارادہ ماؤف ہوں، واقع*

| | |
|---|---|
| لا طلاق و لا عتاق فی إغلاق | نہیں ہوتی اور نہ ہی ایسی حالت میں مالک کا اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا معتبر قرار پاتا ہے۔ (۱۱۸) |

## اشہاد : گواہ بنانا

جب کسی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کے طور پر ملتی ہے تو اس کی طرف سے یہ ہبہ نیابت اس کا ولی وصول کرتا ہے۔ اس اصول کی رو سے اگر ولی خود بھی اسے کوئی چیز ہبہ کرے گا تو وہ خود ہی اس کی طرف سے اسے وصول بھی کرے گا، ایسی صورت میں چونکہ موھوبہ چیز کو دینے اور اسے وصول کرنے والا شخص ایک ہی ہو گا اس لئے یہ ضروری ہے کہ موھوبہ چیز کی وصولی کا یہ عمل علانیہ طور پر ہو اور اس پر گواہ بھی بنائے جائیں، تاکہ اس نابالغ کے حق کی ضمانت حاصل ہو سکے، اور اس کا ولی بعد میں اس کے حق کا انکار نہ کر سکے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے کسی ایسے نابالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کرے جو اس پر قبضہ نہ کر سکتا ہو، اور وہ اس کا اعلان بھی کر دے اور اس پر گواہ بھی بنا لے تو ایسا ہبہ کرنا جائز ہے، اگرچہ موھوبہ چیز بیٹے کا ولی ہونے کی حیثیت سے اس کے باپ کی تحویل میں ہی رہے گی۔ (۱۱۹)

## اصبع : انگلی

انگلی کی "جنایہ" کے لئے ملاحظہ کیجئے (مادہ : جنایہ / ۳ ج،۱)

## اضحیہ : قربانی

### ۱۔ تعریف :

اضحیہ سے مراد جانور ذبح کرنا ہے۔ یعنی قربانی کے مقررہ دنوں میں کسی جانور کو سنت قربانی کی ادائیگی کے لئے ذبح کیا جائے۔

### ۲۔ قربانی کرنے والے کا اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کاٹنا :

حضرت سعید بن المسیب صحابہ کرام کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قربانی کا جانور خریدے، اسے چاہئے کہ عشرہ حج داخل ہونے کے بعد اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے احتراز کرے اور یہ پابندی قربانی کے دن تک باقی رہے گی۔ امام ابن حزم "المحلی" میں بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر خراسان میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص قربانی کا جانور خریدے تو پھر

عشرہ حج کے داخل ہونے کے بعد قربانی تک اسے اپنے ناخن اور بال کاٹنے سے احتراز کرنا چاہئے.
سعید بن ابی عروبہ جو اس روایت کے راوی ہیں، کہتے ہیں کہ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس بات کا ذکر سعید بن المسیب سے کیا تو انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا. جس پر میں نے ان سے یہ دریافت کیا کہ اے ابو محمد! آپ یہ بات کس کے حوالے سے کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے حوالے سے. امام ابن حزم کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کسی معروف شخص نے اس رائے سے اختلاف نہیں کیا۔ (۱۲۰)

۳۔ قربانی کا حکم:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نزدیک قربانی کرنا مسنون ہے، اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے قربانی کو واجب قرار دیا ہو۔ (۱۲۱)

۴۔ اونٹ اور گائے کی قربانی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع تھا کہ بکری کی قربانی صرف ایک شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے جبکہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہؓ فرمایا کرتے تھے کہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد سے ملاقات کی ہے، وہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات افراد کو شریک کیا کرتے تھے۔ (۱۲۲)

۵۔ قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنا:

کنز العمال میں عبدالرحمٰن بن ازہر کے آزاد کردہ غلام ابو عبیدہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے مواقع پر نماز عید کے بعد لوگوں کے سامنے وعظ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ عرصے کے لئے بچا کر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱۲۳) لیکن صاحب کنز العمال نے یہاں پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جس قول کو منسلک کیا ہے دوسرے فقہا میں سے کسی نے بھی اس قول کو ان سے منسوب نہیں کیا ہے، بلکہ انہوں

نے اس قول کو حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ مشہور فقیہ امام ابن قدامہ اس قول کو ان دونوں حضرات سے منسوب کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"جہاں تک حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا تعلق ہے۔ تو انہیں شاید قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ عرصہ کے لئے ذخیرہ کرنے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے دی گئی اجازت کے بارے میں معلوم نہیں ہوا ہو گا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صرف اس کی ممانعت کے بارے میں ہی سنا ہو گا، اس لئے انہوں نے وہی بات آگے بیان کر دی۔" (۱۲۴)

ابن قدامہ نے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے کی جس اجازت کا ذکر کیا ہے، اس سے ان کی مراد حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وہ روایت ہے، جس میں آپ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ مدت تک نہیں کھایا کرتے تھے، لیکن بعد میں ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ تم اس گوشت کو کھاؤ بھی اور اس سے زاد راہ کا اہتمام بھی کرو۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس گوشت میں سے کھاؤ بھی زاد راہ بھی بناؤ اور ذخیرہ بھی کرو۔ (۱۲۵)

## اعلان:

نابالغ بچے کا ولی اسے اپنی طرف سے کوئی چیز ہبہ کے طور پر دیتے وقت اس کا اعلان بھی کرے اور اس پر گواہ بھی بنائے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اشہاد)

## اعمی: نابینا

### ۱۔ تعریف:

اعمی سے مراد ایسا شخص ہے جس کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہو۔

### ۲۔ نابیناپن کے اثرات:

الف۔ نابینا شخص کی گواہی کا حکم: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رویت ہلال رمضان کے بارے میں کسی یک چشم شخص کی گواہی اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے، جب تک اس کی تائید میں کوئی دوسرا گواہ نہ ہو۔ (۱۲۶) اس لئے کہ اس کی بینائی ناقص ہوتی ہے، جبکہ رویت ہلال

کے لئے بینائی کا تیز ہونا ضروری ہے، اور اگر ناقص بینائی کی وجہ سے یک چشم شخص کی گواہی ناقابل قبول قرار پاتی ہے تو پھر نابینا شخص کی گواہی تو بدرجہ اولیٰ ناقابل قبول ہے۔

ب۔ نابینا شخص کی "جنایہ" کا حکم: اگر کسی نابینا شخص کے ہاتھوں اپنے راہبر یا کسی ایسے شخص کو جو اس کے ساتھ بیٹھا ہو۔ غلطی سے کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے، تو اس سے قصاص یا دیت نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ نابینا شخص کی حیثیت اپنے راہبر کے ہاتھ میں ایک آلے کی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اس کے ساتھ بیٹھتا ہے، اسے اس کے اندھے پن کی وجہ سے اس کی طرف سے کسی بھی نوعیت کی غیر اختیاری حرکت کی توقع رکھنی چاہئے۔ للذا اسے از خود اس کی طرف سے پہنچنے والے ایسے کسی نقصان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور وہ اس سے بچ بھی سکتا ہے، لیکن نابینا شخص کے لئے ایسی غیر اختیاری حرکت سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی نابینا شخص کے پاس بیٹھتا ہے اور اسے اس نابینا شخص کے ہاتھوں کوئی گزند پہنچتا ہے، تو اس سے قصاص یا دیت نہیں لیں گے۔ (۱۲۷) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۳ الف، ۲)

## اعور: یک چشم شخص

۱۔ تعریف:

اعور سے مراد ایسا شخص ہے جس کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی ہو، اور وہ صرف ایک آنکھ سے دیکھتا ہو۔

۲۔ رویت ہلال کے بارے میں یک چشم شخص کی شہادت کا حکم:

حضرت عثمانؓ کے نزدیک یک چشم شخص باریک چیزوں مثلاً پہلی تاریخ کے چاند وغیرہ کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے رویت ہلال رمضان کے بارے میں ہاشم بن عتبہ جو ایک یک چشم شخص تھے، کی گواہی کو کسی دوسرے تائیدی ثبوت کے بغیر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (۱۲۸)

۳۔ یک چشم شخص کی "جنایہ" کا حکم:

الف۔ اگر کوئی یک چشم شخص کسی ایسے شخص کی ایک آنکھ ضائع کر دے جس کی دونوں آنکھیں سلامت ہوں، تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس سے قصاص لینے کی

صورت میں اس کی قوت بینائی مکمل طور پر ختم ہو جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں یہ اقدام اس کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دینے کے مترادف ہو گا۔ اس لئے اس کے بجائے اس شخص پر پوری دیت، جو ایک سو اونٹ کے برابر ہوتی ہے، واجب الادا ہو گی، جو اس شخص کو ادا کی جائے گی جس کے خلاف جنایہ کا ارتکاب کیا گیا ہو گا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسے یک چشم شخص کا مقدمہ پیش کیا گیا، جس نے ایک ایسے شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی جس کی دونوں آنکھیں ٹھیک تھیں، تو آپؓ نے اس شخص سے قصاص لینے کی بجائے پوری دیت وصول کرنے کا حکم دیا (۱۲۹) اور فرمایا کہ جب کوئی یک چشم شخص کسی دوسرے کی ایک آنکھ پھوڑے تو اس سے دو آنکھوں کی دیت وصول کی جائے گی۔ (۱۳۰)

ب۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص، جس کی دونوں آنکھیں صحیح و سالم ہوں، کسی یک چشم شخص کی آنکھ پھوڑتا ہے، تو اس سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ ایسے شخص کو بھی پوری دیت ادا کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ یک چشم شخص کی ایک آنکھ دونوں آنکھوں کے قائم مقام ہوتی ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے یک چشم شخص کے مقدمے میں جس کی آنکھ پھوڑی گئی تھی، پوری دیت کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔ (۱۳۱)

## افتداء : فدیہ دینا

کسی شخص کا اپنی اولاد کو جو کسی دوسرے شخص کی لونڈی سے ہو، حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو فدیہ ادا کرنا (ملاحظہ ہو مادہ : استحقاق / ۲ ب)

قسم کا فدیہ کفارہ ادا کرنا (ملاحظہ ہو مادہ : قضاء / ۳ ھ)

## افراد :

حج افراد حج کی افضل ترین قسم ہے (ملاحظہ ہو مادہ : حج / ۳ ب)

## افطار :

روزہ دار کا روزہ افطار کرنے سے پہلے نماز مغرب پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ٦ ج)

## افلاس :

ملاحظہ ہو مادہ : فلس

## اقامۃ الصلاۃ : نماز کے لئے اقامت کہنا

۱۔ تعریف :

اقامت ان تمام نمازوں کے لئے ہے جو فرض عین ہیں، چنانچہ اس بات پر اجماع ہے کہ نماز جنازہ کے لئے، جو فرض کفایہ ہے، اقامت نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح نماز عید کے لئے بھی، جو فرض نہیں ہے، اقامت نہیں کہی جاتی۔ (۱۳۲) (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۱۳ ب)

اگر کوئی شخص کسی شہر میں ہو اور وہاں نماز با جماعت ہو چکی ہو اور یہ انفرادی طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو اسے اقامت کے بغیر نماز پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ ایسی صورت میں شہر کی اقامت ہی کافی تصور کی جائے گی۔ (۱۳۳)

۲۔ اقامت کے موقع پر کیا پڑھنا چاہئے :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مؤذن کو اقامت کہتے ہوئے سنتے تو جب وہ اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتا، تو آپ بھی ساتھ ساتھ اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب وہ اشہدان لاالہ الا اللہ کہتا تو یہ بھی اشہدان لاالہ الا اللہ کہتے اور پھر جب وہ اشہدان محمد رسول اللہ کہتا یہ بھی اشہدان محمد رسول اللہ کہتے۔ پھر جب وہ حی علی الصلاۃ کہتا تو وہ جواب میں ماشاءاللہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے اور جب وہ قد قامت الصلاۃ کہتا تو وہ جواب میں فرماتے : مرحبا بالقائلین عدلاً و صدقاً و بالصلاۃ مرحبًا و اهلاً، اس کے بعد وہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ (۱۳۴)

## اقامۃ المسافر : مسافر کا اقامت اختیار کرنا یعنی مقیم ہو جانا

مسافر کے مقیم ہو جانے کے بعد وہ رخصتیں جو اسے بطور مسافر حاصل ہوتی ہیں ختم ہو جاتی ہیں (ملاحظہ ہو مادہ حج / ۸)

## اقطاع : جاگیر دینا

۱۔ تعریف :

اقطاع کا مفہوم یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے کسی شخص کو سرکاری زمین یا فیٹے کی زمین میں سے کوئی ٹکڑا بطور جاگیر دے دیا جائے اور اس کو اسی کے لئے مختص کر دیا جائے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانچ صحابہ کرام کو جاگیریں عطا فرمائی تھیں، (ملاحظہ ہو مادہ : احیاء الموات / ۲)

## اکتحال: سرمہ لگانا

محرم کے لئے سرمہ لگانے کا حکم۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۳ج)

## اکراہ.

۱۔ تعریف:

اکراہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی انسان کو ناجائز طور پر کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔

۲۔ اکراہ کے اثرات:

اکراہ کے نتیجے میں مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ اکراہ کے نتیجے میں کئے گئے تصرفات پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے، جو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے، جب انہیں قریش مکہ نے جبر و تشدد کے ذریعے کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کر دیا تھا، نازل ہوا تھا، ارشاد باری تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں:

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النحل - ۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے وہ اگر مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر کوئی بات نہیں ہے) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اور ایسے تمام لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ب۔ مجبور شخص سے دنیاوی سزا ساقط ہو جاتی ہے، چنانچہ ایسے شخص پر حدود بھی نافذ نہیں ہوں گی۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: حد/ ۳ ب)

ج۔ مجبور شخص کے قولی تصرفات باطل قرار پائیں گے۔ مثلاً ایسی حالت میں کئے گئے معاہدے یا معاہدوں کی منسوخیاں وغیرہ، نیز ان تصرفات کے نتیجے میں مرتب ہونے والے دوسرے اثرات و نتائج بھی باطل قرار پائیں گے۔ (ملاحظہ ہو اسر/۲) اور (نکاح/۳ ج)

امارۃ :

۱۔ تعریف :

امارت سے یہاں ہماری مراد مسلمانوں کی خلافت یا امانت ہے۔ اسی طرح اس سے اسلامی حکومت کی صدارت بھی مراد لی جا سکتی ہے۔

غلاموں کا مختلف شہروں پر بحیثیت امیر مقرر کیا جانا (ملاحظہ ہو مادہ : رق/۷/ج)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک امارت کے انعقاد کے لئے مندرجہ ذیل دو چیزوں میں سے کسی ایک کا وجود ضروری ہے:

اولاً : بیعت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے دونوں خلفاء حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انعقاد بیعت کے ذریعے ہی ہوا تھا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے خود کو اس وقت تک خلیفہ نہیں گردانا جب تک کہ مسلمانوں نے ان کی بیعت نہیں کر لی. البتہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اپنی بیعت خلافت ایک دوسرے ہی انداز سے ہوئی تھی، حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ ممتاز صحابہ کرامؓ پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ باہمی مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لیں، یہ حضرات، حضرت عثمان بن عفان. حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم تھے۔ البتہ انھوں نے خلافت کے لئے ان حضرات میں سے کسی خاص شخص کا تعین کرنا پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس ذمہ داری کا بوجھ زندگی میں بھی اٹھاؤں اور موت کے بعد بھی۔ اگر اللہ کو تمہاری بھلائی منظور ہوئی تو وہ تمہیں ان میں سے سب سے اچھے شخص پر اسی طرح متفق کر دے گا، جس طرح اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد تمہیں سب سے اچھے شخص کی خلافت پر متفق کر دیا تھا۔

پھر جب حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان چھ حضرات کی آپس میں میٹنگ منعقد ہوئی تو حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ جبکہ حضرت طلحہ، حضرت عثمان بن عفانؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ اور

حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک اس معاملے سے دستبردار ہو جائے تاکہ ہم اس کا فیصلہ اس کو تفویض کر دیں، لیکن وہ دونوں خاموش ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے حق میں دستبردار نہیں ہوا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ میں اس معاملے میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اسلام کی طرف سے بھی کہ میں اس سلسلہ میں صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لئے بھرپور جدوجہد کروں اور پھر آپ دونوں میں سے جو اس ذمہ داری کے لئے زیادہ بہتر ہو، اس کو تفویض کر دوں، ان دونوں حضرات نے اس سے اتفاق کیا، اور پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دونوں کے فضائل بیان کئے۔ اس کے بعد آپؓ نے (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے) ان دونوں سے الگ الگ اس بات کا عہد لیا کہ اگر اسے خلافت کی ذمہ داری تفویض کی گئی تو وہ عدل و انصاف سے کام لے گا اور اگر اس کے بجائے یہ ذمہ داری دوسرے کو تفویض کی گئی تو وہ سمع و طاعت سے کام لے گا۔ پھر دونوں حضرات کے بارے میں عام مسلمانوں کی رائے معلوم کرنے کے لئے نکلے، وہ ہر ایک کے بارے میں ملنے والی آراء کا شمار بھی کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں انہوں نے پردہ دار خواتین اور مدارس میں زیر تعلیم بچوں سے بھی آراء لیں اور پھر اس سے بڑھ کر انہوں نے اس سلسلے میں ان اہل قافلہ اور بدوؤں سے بھی رائے لینے کی کوشش کی جو ان تین دنوں کے دوران میں باہر سے مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تھے۔

اس تمام استصواب کے نتیجے میں وہ اس بات پر پہنچے کہ لوگ حضرت عثمانؓ کی خلافت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو مسجد میں بلایا اور تمام لوگوں کے سامنے حضرت عثمانؓ کی بیعت کا اعلان کیا۔ یوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے امیر یا خلیفہ بن گئے۔ (۱۳۵)

ثانیاً۔ غلبہ اور تسلط کا حصول

اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی شخص خلیفہ کے خلاف خروج کرتا ہے اور اسے غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اسے عامۃ المسلمین کی تائید و حمایت حاصل ہو جاتی ہے، تو وہ شرعی اور قانونی اعتبار سے وہ خلیفہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن رباح کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ محاصرے کی حالت میں تھے تو میں اور ابو قتادہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حج پر جانے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے ہمیں حج پر

جانے کی اجازت دے دی، تو ہم نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ آپ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا معاملہ اب کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ ایسی صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ لوگ جماعت کا ساتھ دیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمیں خدشہ ہے کہ کہیں جماعت کا فیصلہ آپ کے مخالفین کے حق میں نہ جائے۔ آپؓ نے فرمایا "کہ آپ لوگ بہرصورت جماعت کے فیصلے کی پابندی کریں چاہے وہ کیسا بھی ہو۔" عبداللہ بن رباح کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم لوگ ان کے ہاں سے چلے آئے۔ راستے میں ہمیں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ملے جو حضرت عثمانؓ کے پاس جا رہے تھے، ہم لوگ بھی ان کے ساتھ واپس چلے گئے تاکہ یہ دیکھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں، حضرت حسنؓ نے ان سے کہا. امیرالمومنین! میں حسن بن علیؓ ہوں۔ آپ مجھے موجودہ حالات میں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا. "بھتیجے! بیٹھ جایئے اور انتظار کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتا ہے۔ بہرحال میرے لئے اب اس دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا. "میرے لئے جنگ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے" (۱۳۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس بات سے یہ چیز پوری طرح کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ان کے نزدیک ایسا شخص جسے حکومت پر غلبہ اور تسلط حاصل ہو جائے اور پھر اس پر لوگوں کا اتفاق رائے ہو جائے۔ وہ شرعاً اور قانوناً خلیفہ بن جاتا ہے۔

۴۔ خطبۂ خلافت.

جب کوئی شخص خلیفہ بن جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے خطاب کرے اور ان کے سامنے اپنی حکومت کی پالیسی اور پروگرام پیش کرے، چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے زوال سے کچھ پہلے یا نماز عصر کے بعد مسجد نبویؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب میں انہوں نے حمد و ثنا اور درود شریف کے بعد ارشاد فرمایا: "تم لوگ ایک ناپائیدار گھر (دنیا) میں اور اپنی زندگی کے باقی ماندہ حصہ میں ہو، لہٰذا جہاں تک تم سے ہو سکے اپنی موت سے پہلے پہلے بھلائی کرنے میں جلدی کرو، کیونکہ موت کا وقت صبح آیا کہ شام آیا، یاد رکھو! دنیا دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ اس لئے تمہیں دنیاوی زندگی اپنے فریب میں

نہ مبتلا کر دے اور نہ تمہیں سب سے بڑا دھوکے باز (شیطان) اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے، تم ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور پھر جدوجہد اور کوشش کرو اور غفلت سے بچو، کہاں ہیں وہ دنیا والے جنھوں نے تم سے پہلے اسے آباد کیا اور ایک مدت تک اس سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ کیا دنیا نے انہیں دور نہیں پھینک دیا، دنیا کو تم بھی اسی طرح نظر انداز کر دو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے نظر انداز کیا ہے، آخرت کی طلب کرو، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ایک بہت اچھی مثال دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ ٱلرِّيَٰحُ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾

(الکہف۔ ۴۵)

اور اے نبیؐ! انہیں حیات دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی۔ اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی، جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۱۳۷)

۴۔ خلیفہ یا امیر کے فرائض:

الف۔ رعایا کے حالات معلوم کرتے رہنا، امیر کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے حالات معلوم کرتا رہے تاکہ ان کی حقیقی حالت سے باخبر رہ سکے اور ان کے مسائل کو حل کرے، تاکہ ان کے مصالح کا تحفظ ہو سکے، موسیٰ بن طلحہ راوی ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اذان کے دوران میں بھی لوگوں سے ان کے حالات اور روزمرہ کی اشیاء کے بھاؤ وغیرہ معلوم کر رہے تھے۔ (۱۳۸)

ب۔ رعایا کی جانوں کی حفاظت و نگہداشت کرے اور ایسی تمام باتوں سے اجتناب کرے جو خونریزی کا باعث بن سکتی ہوں، چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے آخری دنوں میں اپنے گھر میں محصور ہوئے، اس وقت ان کے ساتھ مہاجرین و انصار میں سے سات سو صحابہ کرامؓ موجود تھے اور وہ ان کی حمایت اور دفاع کی پوری طرح استعداد رکھتے تھے، لیکن انہوں نے محض اپنی زندگی بچانے کے لئے مسلمانوں کی خونریزی کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

"میں ان تمام لوگوں کو جن پر میرا کسی بھی طرح سے کوئی حق بنتا ہے، اس بات کی قسم دیتا

ہوں کہ وہ لڑائی سے ہاتھ روکے رکھیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔"
اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ ان میں سے جو شخص اپنی تلوار کو نیام میں رکھے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ (۱۳۹)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود ان لوگوں میں حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے، وہ روایت کرتے ہیں کہ:
"میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں محصور لوگوں میں شامل تھا، ہم میں سے ایک شخص کو باہر سے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا، اس پر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا ابھی لڑائی کا مناسب وقت نہیں آیا ہے؟ حالانکہ ان لوگوں نے ہمارے ایک ساتھی کو شہید کر دیا ہے۔"
اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "ابوہریرہؓ، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اپنی تلوار پھینک دو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ انہیں میری جان مطلوب ہے ........... لیکن میں اپنی جان دے کر مسلمانوں کی جانوں کو بچانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"
حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی یہ بات سن کر میں نے تلوار پھینک دی اور اس کے بعد مجھے آج تک اپنی اس تلوار کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں گئی۔ (۱۴۰)

ج۔ رعایا کے اموال کی حفاظت کرنا: خلیفہ کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ رعایا کے اموال اور جائیداد وغیرہ کی حفاظت کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا موقف یہ تھا کہ اگر خلیفہ کی مالی حالت اچھی ہو تو اسے مسلمانوں کے بیت المال سے معاوضہ نہیں لینا چاہئے، چنانچہ خود ان کا اپنا معمول بھی یہ تھا کہ وہ اپنی ذات اور خاندان کے سارے اخراجات اپنی گرہ سے کرتے تھے اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ (۱۴۱)

د۔ امتیازی حیثیت اختیار کرنے یا عوام سے الگ تھلگ رہنے سے اجتناب کرنا: خلیفہ کے فرائض میں

یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی معاملے میں عام لوگوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی حیثیت اختیار کرنے یا ان سے الگ تھلگ رہنے سے اجتناب کرے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دنوں میں بھی مسجد میں قیلولہ کر لیا کرتے تھے اور جب وہ قیلولہ کے بعد اٹھتے تھے تو ان کے جسم پر سنگریزوں کے نشان صاف دکھائی دیتے تھے۔ (۱۴۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں اپنے سر کے نیچے چادر رکھے سوتے دیکھا، اسی دوران میں ایک شخص آیا اور ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اور ان کے نزدیک بیٹھ گیا، انہیں دیکھ کر یوں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خود بھی عام لوگوں میں سے ہیں۔ (۱۴۳)

احکام شریعت کی اپنی ذات پر تنفیذ و تطبیق کرنا: خلیفہ کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دوسروں کی طرح خود اپنی ذات پر بھی شریعت کے احکام نافذ کرے، اس سلسلے میں اسے دوسروں کے مقابلے میں کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہونی چاہیے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ خود کو قصاص کے لئے پیش کیا تھا، البتہ ان سے قصاص لیا نہیں گیا تھا۔ (۱۴۴)

(ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۳ الف ۱)

ر۔ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرنا: اس کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرے اور ان کی تلافی کی کوشش کرے۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو کسی معاملے میں کوئی خط لکھا جس پر ان لوگوں نے ان سے خفگی کا اظہار کیا۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا کہ میں میزان نہیں ہوں کہ میری کسی بات میں اونچ نیچ نہ ہو۔ (۱۴۵)

ز۔ اپنے اقدامات میں حکمت و تدبر ملحوظ رکھنا: اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے اقدامات میں حکمت و تدبر کو ملحوظ رکھے، خصوصاً جبکہ اقدام کی نوعیت ایسی ہو جس میں کسی مسلمان سے کوئی رعایت کی جا رہی ہو، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو لؤلؤۃ مجوسی کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تو اگلی صبح حضرت عمرؓ کے صاحب زادے حضرت عبیداللہؓ نے لؤلؤۃ کی بیٹی کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھ ایک نصرانی

جفینہ اور ایک دوسرے شخص ہرمزان کو بھی قتل کر دیا، اس لئے کہ کہا جاتا تھا کہ ابو لؤلوۃ کو انہی لوگوں نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے پر ابھارا تھا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبید اللہؓ کو قید کر دینے کا حکم دیا تاکہ اس مقدمے کی باقاعدہ سماعت کی جا سکے۔ اسی دوران میں حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی اور حضرت عثمانؓ خلیفہ بن گئے۔ (خلیفہ بننے کے بعد عبید اللہ بن عمرؓ کے معاملے میں مشورہ کرنے پر) حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا کہ ان سے قصاص نہ لینا انصاف کی بات نہیں ہو گی، اس لئے آپ ان لوگوں کے قصاص میں عبید اللہ بن عمرؓ کو قتل کر دینے کا حکم دیجئے۔ اس پر بعض مہاجر صحابہؓ نے کہا کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہو گی کہ کل عمرؓ شہید کئے جائیں اور آج ان کے بیٹے کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تینوں مقتولوں کا خون بہا خود اپنی طرف سے (بیت المال کو) ادا کیا۔ کیونکہ ان لوگوں کا کوئی "ولی" نہ تھا اس وجہ سے ان کی وراثت بھی بیت المال ہی کو منتقل ہونا تھی۔ اور یہ معاملہ خلیفہ کی صوابدید پر موقوف تھا۔ اس طریقے سے حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن عمرؓ کی جان بچائی۔ (۱۴۶) حضرت عثمانؓ کے اس فیصلے کی ایک دوسری توجیہ بھی ممکن ہے جس کا ذکر ہم نے (جنایہ / ۳الف ۴) میں کیا ہے۔

اسی طرح جب مصر سے آنے والے مخالفین کے گروہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ الزامات عائد کئے کہ انہوں نے اپنے لئے چراگاہوں کو مختص کر لیا ہے۔ اور قرآن مجید کے نسخے نذر آتش کئے ہیں اور حج کے دنوں میں مکہ مکرمہ میں نماز قصر کرنے کے بجائے پوری نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور نوعمر لوگوں کو گورنروں کی حیثیت سے مقرر کیا ہے۔ اور بنو امیہ کو عطیات دینے میں دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دی ہے۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: "جہاں تک حضرت عثمانؓ پر چراگاہوں کو مختص کرنے کے الزام کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں صحیح صورتحال یہ ہے کہ انہوں نے ان چراگاہوں کو اپنے اونٹوں کے لئے نہیں بلکہ بیت المال کے اونٹوں کے لئے مختص کیا ہے، تاکہ وہ ان چراگاہوں میں چر کر موٹے تازے ہوں اور ایسا اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی ہو چکا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کے نسخے نذر آتش کرنے کے الزام کا تعلق ہے تو انہوں نے صرف ایسے نسخوں کو

نذر آتش کیا ہے جن میں اختلافات کا احتمال تھا اور وہ متفق علیہ قرآن کریم باقی رہنے دیا ہے جو اس ترتیب کے مطابق ہے جس سے جبرائیل علیہ السلام نے آخری بار قرآن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا اور جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ انہوں نے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نماز کو قصر کرنے کے بجائے پورا پڑھا تھا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں شادی کر لی تھی اور وہاں پر قیام کا ارادہ کر لیا تھا اور جہاں تک ان کی طرف سے نوعمر لوگوں کو گورنر بنانے کا تعلق ہے تو انہوں نے جتنے لوگوں کو بھی گورنر مقرر کیا ہے، وہ عاقل و بالغ اور عادل لوگ تھے اور ایسے لوگوں کو مختلف ذمہ داریوں پر تعینات کرنے کی مثال خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاں بھی ملتی ہے کہ آپ نے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو بیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کا گورنر بنایا تھا۔ اسی طرح حضورؐ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی نوعمری میں ہی سالار لشکر مقرر فرمایا تھا۔ جس پر بعض لوگوں نے آپؐ سے اختلاف کا اظہار بھی کیا تھا۔ باقی جہاں تک ان پر بنو امیہ کے معاملے میں ترجیح سے کام لینے کے الزام کا تعلق ہے، تو اس سلسلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ خود نبی کریمؐ بھی قریش کو بعض معاملات میں ترجیح دیا کرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں ان لوگوں کے سامنے ان امور کے بارے میں وضاحت فرمائی، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہاں معاملہ دلیل اور منطق کا نہیں ہے، بلکہ ایک فتنے نے سر اٹھا رکھا ہے تو انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ ان لوگوں کے سامنے معذرت پیش کریں اور ان کے سامنے ان نام نہاد بدعات سے توبہ کا اظہار کریں جن کا ان پر الزام عاید کیا جا رہا ہے اور شیخین، یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر چلنے کا عہد کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ فتنہ دب جائے۔

چنانچہ یہ سوچ کر وہ اٹھے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے ایک دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں ان کے سامنے اپنے سابقہ رویئے پر معذرت کرتے ہوئے اسے بدلنے کے عزم کا اظہار فرمایا، اس کے بعد انہوں نے اللہ کے حضور دعا کرتے ہوئے کہا:

"اے اللہ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر تائب ہوتا ہوں"

اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے. اس صورتحال کو دیکھ کر لوگ بھی رونے لگے اور ان پر رقت طاری ہو گئی۔ اپنی اس صورتحال پر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو گواہ ٹھہرایا اور ساتھ ہی شیخین، یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلتے رہنے کا بھی عہد کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنے دروازوں کو ہر آنے والے کے لئے کھلا رکھنے کا حکم دیا، کسی شخص کے آنے پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ (۱۴۷)

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سختی سے کام لینے کے بجائے حکمت و تدبر سے کام لیا اور اس طرح انتشار پر قابو پانے اور مسلمانوں کو متحد رکھنے کی کوشش کی۔

ح۔ نماز کی امامت کرنا : امیر کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ لوگوں کو نماز با جماعت پڑھایا کرے، لیکن اگر کسی وجہ سے وہ خود نہ پڑھا سکتا ہو، تو پھر کوئی بھی مسلمان نماز با جماعت پڑھا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ باغیوں میں سے بھی کوئی شخص نماز با جماعت پڑھا سکتا ہے، چنانچہ عبیداللہ بن عدی بن خیار کی روایت ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے محاصرے کے دنوں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ امیرالمومنین ہیں، لیکن آپ کو جس طرح کے حالات سے سابقہ پیش آ چکا ہے وہ ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ ادھر صورتحال یہ ہے کہ آج کل ہمیں ایک ایسا شخص نماز با جماعت پڑھا رہا ہے جو بغاوت کے اس موجودہ فتنے کا سرغنہ ہے اور یہ بات ہمیں ناگوار ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز انسان کا سب سے اچھا عمل ہوتا ہے، لہٰذا جب لوگ اچھا کام کر رہے ہوں تو ان کا ساتھ دینا چاہئے، البتہ اگر وہ کوئی غلط کام کر رہے ہوں، تو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (۱۴۸)

ط۔ گورنروں، قاضیوں اور دوسرے عمال کا تقرر۔ (ملاحظہ ہو مادہ، قضاء/ ۵)

ی۔ حدود نافذ کرنا : اسی طرح اس کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ شرعی حدود کی تنفیذ کا اہتمام کرے (ملاحظہ ہو مادہ : حد/ ۲ الف)

۔ **خلیفہ کے معاملے میں رعایا کی ذمہ داریاں :**

**الف۔ نصیحت اور خیر خواہی :** رعایا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خلیفہ کی خیر خواہی کے لئے اسے پندو

نصیحت کرے اور خلیفہ کو چاہئے کہ وہ ایسی نصیحت سنے اور اس پر عمل کرلے چنانچہ حضرت عثمان ؓ کے دور میں حمص سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جس کا نام کریب بن سیف یا سیف بن کریب تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ یعنی اجازت سے آئے ہیں یا باغی بن کر؟ اس پر اس شخص نے جواب دیا کہ میں تو جذبہ خیر خواہی سے آپ ؓ کو نصیحت کرنے آیا ہوں۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ آپ کیا نصیحت کرنا چاہتے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ امیرالمومنین! جب تک آپ کسی مسلمان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا اہتمام نہیں کر دیتے، اس وقت تک اس کے ایمان کا معاملہ اس پر نہ چھوڑیئے۔ اور جب تک آپ کسی شخص کے دیانتدار ہونے کے بارے میں عملی طور پر جانچ پڑتال نہیں کر لیتے ہیں۔ اس وقت تک اسے کوئی امانت نہ سپرد کیجئے۔ کسی مریض کو کسی صحت مند شخص کے پاس علاج کے لئے نہ بھیجا جائے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بیمار کو صحت یاب کرتا ہے جبکہ ایک بیمار شخص ایک صحت مند شخص کو بھی مریض بنا دیتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی باتیں سن کر فرمایا کہ آپ کی ان باتوں کا مقصد بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ (۱۴۹)

۲۔ اظہار اختلاف کرنا: لیکن اگر خلیفہ کسی معاملے میں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی کرتا ہے تو اس سے اختلاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے، چنانچہ مروان بن الحکم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان کسی مقام پر باتیں کرتے ہوئے سنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو حج تمتع (یا بعض روایات کے مطابق حج قران) سے منع کر رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے عمرہ اور حج دونوں کی نیت سے احرام باندھ لیا اور تلبیہ کہتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ میں عمرہ اور حج، دونوں کی نیت سے احرام باندھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں تو لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں، لیکن آپ خود وہی کام کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کسی شخص کے کہنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (۱۵۰)

ج۔ خلیفہ کے خلاف پروپیگنڈہ نہ کرنا: جیسا کہ ہم گذارش کر چکے ہیں کسی معاملے میں خلیفہ سے اختلاف رائے کا جواز ہے، لیکن خلیفہ کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اختلاف رائے اور پروپیگنڈہ مہم میں بہت فرق ہے۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے جوش انتقام میں کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے ان کی طرف سے خون بہا ادا کر کے انہیں رہا کر دیا، تو زیاد بن لبید البیاضی نے ان کے بارے میں کچھ اشعار کہے جو وہ انہیں دیکھتے ہی پڑھنا شروع کر دیتا تھا، یہ اشعار حسب ذیل تھے۔

عبیداللہ! اگر آج عثمان (بن اروی) (۱۵۱) نہ ہوتے تو تمہارے لئے کوئی جائے فرار اور جائے پناہ نہ ہوتی۔

تم نے ایک ناحق خون بہا دیا۔ ہرمزان جیسے عظیم شخص کو بلاوجہ قتل کر دیا، اگر کسی نے یہ کہا کہ کیا تم قتل عمرؓ کے بارے میں ہرمزان کو مورد الزام قرار دیتے ہو۔

تو اس کے جواب میں، مصائب کے اس ہجوم میں ایک بیوقوف شخص ہی یہ کہے گا کہ ہاں میں اس کے لئے اسے موردالزام قرار دیتا ہوں، ان کے قتل کا اشارہ اور حکم اسی کی طرف سے دیا گیا تھا۔

حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے اس کی شکایت حضرت عثمانؓ سے کی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلا بھیجا، اس نے خود حضرت عثمان رضی اللہ کے بلانے پر ان کے بارے میں بھی مندرجہ ذیل اشعار کہہ ڈالے:

اے ابو عمرو! (۱۵۲) آپ کو اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ عبیداللہ تو قتل ہرمزان کے بدلے میں گروی ہے۔

آپ نے ایسے شخص کے جرم کو معاف فرمایا ہے۔ جس کے اسباب جرم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں، آپ نے ایک ایسے شخص کو معاف کیا ہے۔ جس کے معاف کرنے کا آپ کو حق نہیں تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اس روش سے باز رہنے کا حکم دیا، جس کے بعد زیاد نے یہ سلسلہ ترک کر دیا۔ (۱۵۳)

**امامت :**

الف۔ امامت عظمیٰ (خلافت)

(ملاحظہ ہو مادہ : امارۃ)

ب۔ نماز میں امامت :

(ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/۱۱)

**ام : والدہ**

وراثت میں والدہ کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ : ارث/۴ ز)

جہاد کے لئے والدہ سے اجازت حاصل کرنا (ملاحظہ ہو مادہ : استئذان/۲ د)

اولاد کا غلامی اور آزادی میں اپنی والدہ کے تابع ہونا (ملاحظہ ہو مادہ : استحقاق/۲ ب)

غلام اور لونڈی کو ماں سے جدا کر کے خریدنے اور فروخت کرنے کا عدم جواز (ملاحظہ ہو مادہ : رق/۷ د)

**ام الولد :**

ایسی لونڈی جس کے ہاں اپنے مالک سے بچہ پیدا ہو چکا ہو۔ (ملاحظہ ہو مادہ : رق/۶)

**اناء : برتن**

ایسے برتن جن میں نبیذ تیار کرنے کی ممانعت ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ/۱ ج، ۲)

ایسے برتن جن سے وضوء کرنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : وضوء/۱)

**انصات : گفتگو کا خاموشی سے سننا**

خطیب کے خطبہ شروع کر دینے کے بعد اس کو خاموشی سے سننا واجب ہے۔ (ملاحظہ ہو، مادہ : خطبہ)

**ایلاء :**

۱۔ تعریف :

ایلاء سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھالے۔

۲۔ ایلاء کے اثرات و نتائج :

الف۔ اگر خاوند نے ایک خاص مدت تک اپنی بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھائی ہو، لیکن اس مدت کے خاتمے سے پہلے ہی اس کے ساتھ جماع کر لیا یا اس نے کسی مدت کا تعین کئے بغیر اپنی بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھائی ہو اور پھر اس کے ساتھ مباشرت کر لی ہو، تو ایسی صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنی قسم توڑ دی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہو گا۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھا کر مسلسل چار ماہ تک اس سے جماع نہ کیا تو ایک روایت یہ ہے کہ چار ماہ گزرنے کے بعد طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ (۱۵۴)

لیکن امام بیہقیؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس قول کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان سے جو مشہور قول ثابت ہے، وہ اس کے برعکس ہے اور وہ مذہب شافعی کے عین مطابق ہے۔ (۱۵۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اگر ایلاء کی حالت میں چار ماہ کی مدت پوری ہو جائے، تو اس کے بعد قاضی اس شخص کو اس بات کا پابند کرے گا کہ وہ یا تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور یا پھر اس سے رجوع کر لے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "چار مہینے گزرنے کے بعد ایلاء کرنے والے کو اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ یا تو رجوع کرے اور یا پھر طلاق دے دے" (۱۵۶)

لیکن چار مہینے گزرنے کے بعد ایلاء کرنے والے کی بیوی کی طلاق صرف اس صورت میں واقع ہو گی جب وہ اس کو واقعی طلاق دے گا۔ اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا موقف بھی یہی تھا۔

ب۔ ایلاء والی خاتون کی عدت: ایلاء والی خاتون کی عدت بھی وہی ہو گی جو مطلقہ عورت کی عدت ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ یہ طلاق چار ماہ کی مدت گزرنے کی بناء پر واقع ہوتی ہے یا خاوند کی طرف سے طلاق دینے سے۔ (۱۵۷)

## ایماء: اشارہ کرنا

حیض والی خاتون کے لئے اشارہ سے سجدہ تلاوت کرنے کا حکم۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سجود/۲ب ۲)

## فٹ نوٹ حرف الف

(۱) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۵

(۲) المحلی ج ۸ ص ۲۰۳

(۳) صحیح مسلم، باب المساقاۃ فی تحریم ثمن الکلب۔ سنن ابو داود کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، نسائی کتاب الصید، باب النہی عن ثمن الکلب۔

(۴) سنن البیہقی ج ۱ ص ۴۲۹، کشف الغمہ (۱) ص ۷۸، عبدالرزاق (۱) ص ۴۸۳

(۵) موطاامام مالک (۲) ص ۶۵۱

(۶) سبل السلام (۳) ص ۳۲

(۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۱۲، مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۱۸۹۔ موطاامام مالک (۲) ص ۵۳۸، سنن البیہقی (۷) ص ۱۶۳، المحلی (۹) ص ۵۲۲، المغنی (۶) ۵۸۴

(۸) سنن البیہقی (۵) ص ۳۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۶۲، صحیح بخاری کتاب الحج، المحلی ۷ ص ۷۵، کنزالعمال (۵) ص ۱۵۵، المغنی (۳) ص ۲۶۵

(۹) سنن البیہقی (۵) ص ۵۴، کنزالعمال (۵) ص ۲۵۳، المجموع (۷) ص ۳۳۳ و ۲۷۰، موطاامام مالک (۱) ۳۵۴، ۳۲۷، المحلی (۷)، ص ۹۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۸۲، کشف الغمہ (۱) ص ۲۱۹

(۱۰) المحلی (۷) ص ۹۱ والمغنی ۳ ص ۳۲۶

(۱۱) المغنی (۳) ص ۳۰۷، المجموع (۷) ۳۶۲

(۱۲) المغنی (۳) ص ۲۷۳

(۱۳) المحلی (۷) ص ۸۳

(۱۴) المجموع (۷) ص ۲۸۴ والمغنی (۳) ص ۳۱۶

(۱۵) کنزالعمال (۵) ص ۲۶۶

(۱۶) کنزالعمال (۵) ص ۲۶۸، المجموع (۷) ص ۲۹۰

(۱۷) المجموع (۷) ص ۳۹۹

(۱۸) المحلی (۷) ۲۲۴

(۱۹) سنن البیہقی (۵) ص ۱۸۵، عبدالرزاق (۴) ۴۵۶، کنزالعمال (۵) ص ۲۵۳، المغنی (۳) ص ۵۰۶، المجموع (۷) ص ۴۰۳

(۲۰) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۸۴، کنزل العمال (۵) ص ۲۴۵، المغنی (۳) ص ۵۰۹ و ۵۱۷

(۲۱) عبدالرزاق (۴) ص ۴۱۸

(۲۲) المجموع (۷) ص ۴۲۲، المغنی (۳) ص ۳۴۵ و ۵۱۸، عبدالرزاق (۴) ص ۴۱۸

(۲۳) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۶۶ ب، المغنی (۳) ۵۱۴ و ۳۴۹، سنن البیہقی ۵ ص ۲۰۵

(۲۴) المجموع (۷) ص ۳۳۰ والمغنی (۳) ص ۳۱۲
(۲۵) مصنف عبدالرزاق (۴) ص ۳۳۳ و ۳۳۴، المحلی ۷ ص ۲۵۳، کنزالعمال (۵) ص ۲۵۳
(۲۶) موطا امام مالک (۱) ص ۳۵۴، سنن البیہقی ۵ ص ۱۹۱ کنزالعمال (۵) ص ۲۵۳، المغنی (۳) ص ۳۱۲،
المجموع (۷) ص ۳۳۰
(۲۷) المحلی (۷) ۲۵۴
(۲۸) المغنی (۲) ۵۳۷، المجموع (۵) ص ۱۶۳
(۲۹) سنن البیہقی (۵) ص ۷۰
(۳۰) المحلی (۵) ص ۱۵۱
(۳۱) صحیح بخاری، ابو داؤد باب الجنائز، صحیح مسلم و ترمذی باب الحج
(۳۲) مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۳۵۴، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۹۹، المحلی (۳) ص ۵۳، سنن البیہقی (۲) ص
۳۹۶، کشف الغمہ (۱) ص ۱۰۲ اور ۱۱۴، المغنی (۱) ص ۳۹۴ و (۲) ۱۷۴
(۳۳) المغنی (۵) ۵۲۷، سنن البیہقی (۶) ۱۳۵، کتاب الاموال ص ۲۷۸
(۳۴) مصنف عبدالرزاق (۱۱) ص ۹
(۳۵) کنزالعمال (۳) ص ۹۱۵
(۳۶) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۵
(۳۷) مصنف عبدالرزاق (۳) ۲۸۷
(۳۸) مصنف عبدالرزاق (۱) ۵۱۲
(۳۹) صحیح بخاری کتاب الجمعباب الاذان یوم الجمعتہ، ابو داؤد، ترمذی، سنن نسائی۔ کتاب الصلاۃ باب الاذان یوم
الجمعتہ، ابن ابی شیبہ (۱) ۳۵ و ۸۱ ب، المغنی (۲) ۲۹۷، عبدالرزاق (۳) ۲۰۶، البدایہ والنہایہ (۷)
۱۵۶
(۴۰) مصنف عبدالرزاق (۳) ۲۰۶
(۴۱) ابن ابی شیبہ (۱) ۳۶ و (۲) ص ۱۵۵
(۴۲) المغنی (۱) ص ۴۲۹
(۴۳) کشف الغمہ (۱) ۷۸، سنن البیہقی (۱) ۴۲۹
(۴۴) عبدالرزاق (۱) ص ۴۸۳
(۴۵) سنن الدارمی (۲) ص ۳۴۱
(۴۶) سنن البیہقی (۹) ص ۱۳۰، کنزالعمال (۱۶) ص ۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۸۶، مصنف عبدالرزاق
(۱۰) ص ۳۰۰ و سنن الدارمی (۲) ۳۸۸
(۴۷) عبدالرزاق (۱۰) ص ۳۰۰ اور ۳۰۱
(۴۸) المغنی (۶) ص ۳۲۹

(۴۹) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۳ ب

(۵۰) مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۳۴۰، سنن البیہقی (۷) ص ۴۱۹، المحلی (۱۰) ص ۲۲۵ و ۲۶۹، موطا امام مالک (۲) ص ۵۷۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۳، سنن سعید بن منصور (۱/۳) ص ۳۰۷، المغنی (۷) ۴۶۵، کنز العمال ۱۶۵۰۵

(۵۱) مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۶۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۳ ب و ۲۵۴، موطا امام مالک (۲) ص ۵۷۱، سنن البیہقی (۷) ۳۶۲، المحلی (۱۰) ص ۲۱۸، ۲۱۹ اور ۲۲۱، کنز العمال (۱۱) ص ۳۶، کشف الغمہ (۲) ص ۱۰۲، المغنی (۶) ۳۳۰

(۵۲) موطا امام مالک (۲) ۵۷۱، المحلی (۱۰) ص ۲۱۸، کنز العمال (۱۱) ۳۷

(۵۳) المحلی (۱۰) ص ۲۲۳، وابن ابی شیبہ (۱) ۲۵۴

(۵۴) المغنی (۶) ۳۶۷ اور ۳۷۶

(۵۵) وراثت میں حائل ہونے والے عناصر کو ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے، اس لئے کہ وہ بھی تقسیم وراثت کے فیصلے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

(۵۶) صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی اور ابو داؤد کتاب الفرائض

(۵۷) سنن البیہقی (۶) ۲۱۹، مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۳۴۲، المغنی (۶) ۲۹۴، عمدۃ القاری (۲۳) ص ۲۶۰

(۵۸) المغنی (۶) ۲۹۹

(۵۹) موطا امام مالک (۲) ۵۱۹

(۶۰) عبدالرزاق (۶) ۲۶ و (۱۰) ۳۴۶، ابن ابی شیبہ (۲) ۱۹۰، المغنی (۶) ص ۲۹۹، سنن سعید بن منصور (۱/۳) ص ۵۴، کنز العمال (۱۱) ۳۷

(۶۱) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ: ارث/۴/ج

(۶۲) مصنف عبدالرزاق (۱۰) ۲۶۳، سنن البیہقی (۶) ۲۴۶ والمحلی (۹) ۲۸۳

(۶۳) ابن ابی شیبہ (۲) ۱۸۳، وعبدالرزاق (۱۰) ۲۶۳، سعید بن منصور (۱/۳) ص ۲۲، کنز العمال (۱۱) ص ۶۵، المحلی (۹) ص ۲۸۸، المغنی (۶) ۲۱۵

(۶۴) موطا امام مالک (۲) ص ۵۱۰ اور ۵۱۱، مصنف عبدالرزاق (۱۰) ۲۶۷

(۶۵) المحلی (۹) ص ۲۸۶، کنز العمال (۱۱) ص ۲۰

(۶۶) ابن ابی شیبہ (۲) ۱۸۴ ب، سنن البیہقی (۶) ص ۲۵۲ المغنی (۶) ۲۲۶، کنز العمال (۱۱) ص ۱۶۸

(۶۷) المحلی (۹) ۲۸۹، مصنف عبدالرزاق (۱۰) ۲۶۹

(۶۸) عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۷۷، ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۸۵ ب، سنن الدارمی (۲) ۳۶۰، سنن البیہقی (۶) ۲۲۶، کنز العمال (۱۱) ص ۳۵، المحلی (۹) ۲۷۹، المغنی (۶) ۲۱۱

(۶۹) سنن البیہقی (۶) ۲۲۷، المحلی (۹) ۲۵۸، کنز العمال (۱۱) ص ۳۴، ۳۶

(۷۰) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ: ارث/۵/ی ۳

(۷۱) ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۸۰، عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۵۲، سنن الدارمی ۲ ص ۳۴۴، سنن سعید بن منصور (۳/۱) ص ۱۳، سنن البیہقی (۶) ص ۲۲۸، المحلی (۹) ص ۲۶۰، المغنی ۶ ص ۱۸۰

(۷۲) المغنی (۶) ص ۱۸۰

(۷۳) عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۵۱، ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۸۱، سنن الدارمی (۲) ۳۴۷، سنن سعید بن منصور (۳/۱) ۲۵۶، المغنی (۶) ص ۱۸۱

(۷۴) ملاحظہ ہو المغنی (۶) ۳۶۷ اور ۳۷۶

(۷۵) عمدۃ القاری (۲۳) ص ۲۵۹

(۷۶) ملاحظہ ہو تکملہ حاشیہ الفتاری از محمد مصطفیٰ کورانی شرح سراجیہ ص ۲۶۷ شائع کردہ۔ مصر

(۷۷) ملاحظہ ہو موسوعات فقہ ابی بکر الصدیق اور عمر بن خطاب و علی بن ابی طالب مادہ: ارث

(۷۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ۱۸۹، سنن الدارمی (۲) ۲۹۱

(۷۹) المغنی (۶) ص ۲۰۱

(۸۰) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب مادہ: ارض

(۸۱) تاریخ الطبری (۵) ص ۶۴

(۸۲) احکام القرآن للجصاص (۳) ص ۳۸۱

(۸۳) المحلی (۹) ص ۴۶۲، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۰۸، کشف الغمہ (۲) ۵۹

(۸۴) المغنی (۶) ص ۵۱۵

(۸۵) المغنی (۶) ۵۱۶

(۸۶) مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۲۲۰ و المغنی (۶) ۵۱۷ مصنف عبدالرزاق (۷) ۲۶۳

(۸۷) المغنی (۸) ۳۵۸

(۸۸) سنن سعید بن منصور (۳/۲) ص ۱۴۰

(۸۹) فتاویٰ ہندیہ (۵) ص ۳۶۵، المغنی (۸) ۳۵۸، شرح الزرقانی (۳) ص ۱۱۱

(۹۰) مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۱۷، ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، مادہ: استبراء/۲

(۹۱) سنن البیہقی (۷) ص ۴۴۸

(۹۲) المغنی (۷) ص ۵۰۰

(۹۳) المحلی (۱۰) ص ۱۶۱

(۹۴) ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب من قال تغتسل من طہر الی طہر، المحلی (۴) ۱۷۷

(۹۵) المحلی (۹) ص ۱۳۶ و (۱۰) ص ۳۷

(۹۶) المحلی (۷) ۱۳ و ۱۴۱ اور ج (۱۰) ص ۳۷، کشف الغمہ (۲) ص ۶۷

(۹۷) المحلی (۳) ص ۲۵۰

(۹۸) عبدالرزاق (۱۱) ص ۱۶۷
(۹۹) کشف الغمہ (۱) ص ۳۸، المحلی (۲) ص ۷۹
(۱۰۰) عبدالرزاق (۳) ص ۳۰۸
(۱۰۱) المغنی (۸) ص ۳۸۲
(۱۰۲) کتاب الاموال ص ۱۳۴
(۱۰۳) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ: اسر/ ۲ ب ۱
(۱۰۴) طبقات ابن سعد (۳) ص ۵۸
(۱۰۵) تاج العروس، مادہ: نبذ
(۱۰۶) المحلی (۷) ص ۵۱۳
(۱۰۷) صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب النہی عن الانتباذ فی المزفت......
(۱۰۸) مصنف عبدالرزاق (۹) ص ۲۲۷، کشف الغمہ (۲) ص ۱۴۱
(۱۰۹) سنن البیہقی (۸) ص ۲۸۷، سنن النسائی (۸) ص ۳۱۵، کنزالعمال ۵ ص ۴۸۶
(۱۱۰) سنن النسائی کتاب الاشربۃ باب ذکر الاثام المتولدہ عن شرب الخمر، سنن البیہقی (۸) ص ۲۸۷ اور (۱۰) ص ۵
(۱۱۱) سنن النسائی۔ ایضاً
(۱۱۲) عبدالرزاق (۱۱) ص ۲۶۷
(۱۱۳) صحیح مسلم و ابو داؤد کتاب الحدود باب حد الخمر، المغنی (۵) ص ۸۳،
(۱۱۴) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ ابی بکر، مادہ: خمر، ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب، مادہ: اشربہ
(۱۱۵) المحلی (۱۱) ص ۳۶۲ اور ۳۶۵، المغنی (۷) ص ۱۱۵، کنزالعمال ۵ ص ۳۷۳ اور ۴۸۲ اور حدیث نمبر ۱۳۶۸۵
(۱۱۶) مصنف عبدالرزاق (۷) ۳۸۳، موطا امام مالک (۲) ص ۸۴۲، سنن سعید بن منصور (۳/۱) ۲۶۸ ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۶، المحلی (۱۰) ص ۲۰۹، سنن البیہقی (۸) ص ۳۲۱، کشف الغمہ (۲) ص ۱۴۰، کنز العمال (۵) ۴۷۳
(۱۱۷) صحیح بخاری کتاب الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق، عمدۃ القاری شرح البخاری (۲۰) ص ۲۵۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۶ ب اور ۲۳۷، المغنی (۷) ص ۱۱۵
(۱۱۸) ابو داؤد کتاب الطلاق حدیث نمبر ۲۱۰۷، ابن ماجہ کتاب الطلاق حدیث ۲۰۴۶
(۱۱۹) المغنی ۵ ص ۶۰۲ کنزالعمال (۱۶) ص ۶۴۷
(۱۲۰) المحلی (۷) ۳۶۹ و ۳۷۰
(۱۲۱) المحلی (۷) ۳۵۸
(۱۲۲) المحلی (۷) ۳۸۲

(۱۲۳) کنزالعمال (۸) ص ۶۱۹
(۱۲۴) المغنی (۸) ص ۶۳۴
(۱۲۵) صحیح بخاری کتاب الحج باب مایؤکل من البدن، صحیح مسلم والنسائی کتاب الاضاحی، مسند امام احمد بن حنبل (۳) ص ۳۱۷
(۱۲۶) مصنف عبدالرزاق (۴) ص ۱۶۷
(۱۲۷) عبدالرزاق (۹) ۴۲۱، کشف الغمہ (۲) ص ۱۳۶، کنزالعمال (۱۵) ص ۹۸
(۱۲۸) مصنف عبدالرزاق (۴) ص ۱۶۷
(۱۲۹) سنن البیہقی (۸) ص ۹۴، المحلی (۱۰) ص ۴۱۹ اور ۴۲۰
(۱۳۰) عبدالرزاق (۹) ص ۳۳۳، المحلی (۱۰) ص ۴۲۱، المغنی (۷) ص ۷۱۷
(۱۳۱) مصنف عبدالرزاق (۹) ص ۳۳۰ اور ۳۳۱
(۱۳۲) عبدالرزاق (۳) ص ۲۷۸
(۱۳۳) عبدالرزاق (۱) ص ۵۱۲
(۱۳۴) مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ۱۳۶ اور (۲) ص ۱۵۵
(۱۳۵) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۴۵
(۱۳۶) عبدالرزاق (۱۱) ص ۴۴۸
(۱۳۷) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۴۷
(۱۳۸) عبدالرزاق (۳) ۲۱۵
(۱۳۹) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۸۱
(۱۴۰) سنن سعید بن منصور (۳/۲) ص ۳۶۲
(۱۴۱) المبسوط (۳) ص ۱۹
(۱۴۲) سنن البیہقی (۲) ۴۴۷، صفۃ الصفوۃ (۱) ص ۳۰۳
(۱۴۳) صفۃ الصفوۃ (۱) ص ۳۰۳
(۱۴۴) کنزالعمال (۱) ص ۷۱
(۱۴۵) کنزالعمال (۵) ص ۴۴۷
(۱۴۶) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۴۹
(۱۴۷) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۷۱
(۱۴۸) المحلی (۴) ص ۲۱۳، سنن البیہقی (۳) ص ۱۲۴
(۱۴۹) عبدالرزاق (۱۱) ص ۳۳۴
(۱۵۰) سنن البیہقی (۵) ص ۲۲
(۱۵۱)

(۱۵۲)

(۱۵۳) البدایہ والنہایہ (۷) ۱۴۹

(۱۵۴) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۴۶، مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۴۵۴، سنن البیہقی (۷) ص ۳۷۸، المحلی (۱۰) ص ۴۵، تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۲۶۸، المغنی (۷) ص ۳۱۹

(۱۵۵) سنن البیہقی (۷) ص ۳۷۸

(۱۵۶) عبدالرزاق (۶) ص ۴۵۹، سنن البیہقی (۷) ص ۳۷۷، المحلی (۱۰) ص (۴۶)، کنزالعمال (۳) ۹۲۵، تفسیر ابن کثیر (۱) ۲۶۸ کشف الغمہ (۲) ص ۱۰۲، المغنی (۷) ص ۳۱۸

(۱۵۷) عبدالرزاق (۶) ص ۴۵۴

# حرف الباء
## - ب -

**بئر: کنواں**

کنوئیں میں حق شفعہ نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: شفعہ)

**بدعت:**

بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جائے جو دین کے اصول و مبادی کے بھی منافی ہو اور اس کے مقاصد سے بھی مطابقت نہ رکھتی ہو. البتہ اگر یہ بات دین کے مقاصد سے مطابقت رکھتی ہو تو ایسی صورت میں اس پر بدعت کا اطلاق نہیں ہو گا. چنانچہ بدعت کے اسی مفہوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پہلے دو خلفائے راشدین کے دور کے مقابلے میں ایک مزید اذان کا اضافہ فرمایا۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اذان دینے کا بنیادی مقصد چونکہ لوگوں کو نماز کے بارے میں آگاہ کرنا ہے اور مدینہ منورہ چونکہ اب وسعت اختیار کر گیا ہے. لہٰذا مسجد نبوی میں دی جانے والی اذان سے مدینہ منورہ کے دور دراز حصوں میں رہنے والے لوگوں کو آگاہ کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے حکم دیا کہ پہلے ایک اذان محلّہ زوراء میں واقع ان کے مکان کی چھت پر سے دی جایا کرے اور پھر اس کے بعد دوسری اذان مسجد نبوی میں. تاکہ لوگوں کو آگاہ کرنے کا وہ مقصد پورے طور پر حاصل ہو سکے جس کے لئے اذان کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو بدعت نہیں قرار دیا۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: اذان /۳)

**بسملہ: بسم اللہ**

۱۔ **تعریف:**

"بسملہ" سے مراد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہے۔

۴۔ نماز میں بسملہ پڑھنا:

امام طحاوی ؒ "شرح معانی الاثار" میں کہتے ہیں:

"یہ روایت تواتر کا درجہ رکھتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں بسملہ اونچی آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (۱)

امام بیہقی ؒ اپنی سنن میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز کا آغاز "الحمد للہ رب العالمین" سے کرتے تھے، نہ اس سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا کرتے تھے اور نہ اس کے بعد (۲)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں نہ تو سورۃ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے بسملہ پڑھتے تھے اور نہ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ شروع کرتے ہوئے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ سب حضرات اپنی نمازوں کا آغاز "الحمد للہ رب العالمین" سے کرتے تھے (۳) مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات نماز میں بسملہ آہستگی سے پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ؒ بن مغفل کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز میں اپنے بیٹے کو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ بیٹے دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے اجتناب کرو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ان میں سے کسی کو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ لہٰذا تم بھی نماز میں اپنی قراءت کا آغاز (الحمد للہ رب العالمین) سے کیا کرو (۴) یعنی بلند آواز سے بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ پست آواز میں بسم اللہ پڑھنے کے بعد بلند آواز سے (الحمد للہ رب العالمین) پڑھا کرو۔

امام نووی ؒ نے بہت عجیب بات کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ سری نمازوں میں تو بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے، لیکن جہری نمازوں میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے۔ (۵)

دراصل انہوں نے اس روایت کو نقل کر کے اپنے مسلک کی تائید کی ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ / ۷ ج)

بقر: گائے

گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو لفظ: اضحیہ / ۴)

## بلوغ:

۱۔ تعریف:

بلوغ سے مراد انسان کا عمر کے ایسے مرحلے میں پہنچنا ہے جب اس میں اپنے معاملات میں تصرف کرنے اور مختلف ذمہ داریاں سنبھالنے کی اہلیت پیدا ہو جائے۔

۲۔ بلوغ کی علامات:

بلوغ کی کئی علامات ہیں، ان میں سے بعض علامات تو ایسی ہیں، جو مرد اور عورت دونوں میں مشترک ہیں، اور کچھ علامات ایسی ہیں جو صرف خواتین سے مخصوص ہیں۔

الف۔ بلوغ کی جو علامات مردوں اور عورتوں میں مشترک ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱) مرد کے "ذکر" اور عورت کے "قبل" سے منی کا خارج ہونا، قطع نظر اس سے کہ منی کا یہ خروج حالت بیداری میں ہو یا حالت خواب میں۔

۲) مرد یا عورت کے زیر ناف (پیڑو میں) گھنے بالوں کا اگنا۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسے لڑکے کو پیش کیا گیا، جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ دیکھئے اس کی شرمگاہ پر بال اگے ہیں یا نہیں، جب انہوں نے دیکھا تو پتہ چلا کہ شرمگاہ پر بال ابھی نہیں اگے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے کو قطع ید کی سزا نہیں دی۔ (۶)

آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ حد صرف اس شخص پر نافذ ہوگی، جس کی شرمگاہ پر گھنے بال پیدا ہو چکے ہوں۔ (۷)

ہمارے علم کی حد تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: حد / ۳ الف)

ب۔ عورت کے لئے بلوغ کی خصوصی علامتوں میں دو باتیں شامل ہیں۔ حیض کا آنا اور حاملہ ہونا اور اس پر بھی امت کا اجماع ہے۔

۳۔ بلوغ کے اثرات و نتائج :

بلوغ کے ساتھ ہی انسان اپنے معاملات میں تصرف کرنے اور مختلف ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا اہل قرار پا جاتا ہے۔ اور اس پر سے نابالغوں کے احکام کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ : صغیر)

۴۔ بلوغت کے ثبوت کے لئے کسی شخص کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : عورۃ/۲)

**بہیمہ : غیر درندہ چوپایہ جانور**

(ملاحظہ ہو مادہ : حیوان)

**بیت : (گھر)**

گھر میں داخلے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت (ملاحظہ ہو مادہ : استئذان / ۲)

**بیت المال :**

۱۔ تعریف :

بیت المال سے مراد ایسا ادارہ ہے جس کے تحت عامۃ المسلمین کے اموال جمع کئے جاتے ہیں اور ان ہی کے مصالح پر خرچ بھی کئے جاتے ہیں۔

۲۔ بیت المال کے ذرائع آمدنی :

بیت المال کی آمدنی کی کئی مدات ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

الف۔ زکوٰۃ : زکوٰۃ کی مد میں جمع ہونے والی آمدنی بیت المال سے علیحدہ رکھی جائے گی تاکہ اس رقم کو اس کے مخصوص مصارف میں خرچ کیا جا سکے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ : زکوٰۃ / ۵)

ب۔ اموال فیئے جن میں عشر، خراج اور جزیہ شامل ہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ : عشر اور مادہ : خراج نیز مادہ جزیہ)

ج۔ مال غنیمت کا خمس۔ (ملاحظہ مادہ : غنیمہ / الف)

د۔ ایسے شخص کا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو (ملاحظہ مادہ : ارث / ۴ ک)

ھ۔ ایسے اموال جن کے مستحقین تو موجود ہوں لیکن وہ انہیں لینے سے انکار کر دیں۔ (ملاحظہ مادہ : رق / ۵ ج)

۳۔ بیت المال میں سے کئے جانے والے اخراجات:

ان کے علاوہ جو اموال حکومت یا امام عام مسلمانوں کے مصالح اور بہبود کی غرض سے خرچ کرنا چاہتا ہو، ان کا ذکر ہم نے ذیلی عنوان (مادہ: عطاء) کے تحت کیا ہے۔

۴۔ بیت المال کی حفاظت کے سلسلے میں خلیفہ کی ذمہ داریاں۔ (ملاحظہ مادہ: امارہ/۴ج)

## بیع:

۱۔ المبیع (فروخت کی جانے والی چیز)

الف۔ جب کوئی شخص کوئی چیز خریدتا ہے تو خریدی جانے والی چیز یا تو موقع پر موجود ہوگی یا غیر موجود، اگر وہ چیز موقع پر موجود ہو، تو اس سودے کی پابندی دونوں فریقوں پر یکساں طور پر لازم ہوگی، بشرطیکہ اس میں کوئی دوسرا ایسا سبب نہ پایا جاتا ہو جس کے باعث کسی فریق کو سودے کی منسوخی کا حق حاصل ہوتا ہو۔

البتہ اگر وہ چیز جس کا سودا ہو رہا ہے موقع پر موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں سودا تو ہو جاتا ہے لیکن خریدار کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ متعلقہ چیز کو دیکھنے کے بعد سودے کو برقرار رکھے یا منسوخ کر دے، البتہ بیچنے والے کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھنے کے بعد اس سودے کو منسوخ کر دے۔ اس لئے کہ اس کے بارے میں گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی زیر ملکیت چیز کے بارے میں بخوبی جانتا ہو گا، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کوفہ کی کچھ زمین کے بدلے حضرت طلحہؓ سے ان کی مدینہ منورہ کی زمین یا مکان کا سودا کیا، لوگوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کی پروا نہیں ہے اس لئے کہ میں نے اپنی جو زمین انہیں بیچی ہے اسے میں نے پہلے دیکھا نہیں تھا۔ (اس لئے مجھے اس سودے کو برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے) جب اس بات کا ذکر حضرت طلحہؓ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ سودا برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار تو مجھے حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں نے جو زمین خریدی ہے اسے دیکھے بغیر خریدا ہے۔ یوں گویا ان دونوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ سودے کو برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار اسی کو حاصل ہے۔ دونوں نے اپنا مقدمہ حضرت جبیر بن مطعمؓ کے سامنے پیش کیا۔

انہوں نے فیصلہ دیا کہ حضرت عثمانؓ کے لئے تو اس سودے کی پابندی لازمی ہے البتہ حضرت طلحہؓ کو اسے برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک چیز بغیر دیکھے خریدی ہے۔ (۸)

آگے چل کر جب ہم "عقد البیع" کے موضوع پر گفتگو کریں گے، تو اس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک گھوڑے کو دیکھے بغیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے ہاتھوں فروخت کرنے کے واقعہ کا ذکر بھی کریں گے۔

ب۔ ۱) قرآن کریم کی فروخت: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس بارے میں پوری طرح اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی فروخت جائز نہیں ہے۔ (۹)

۲) خراج کی زمینوں کی فروخت کا مسئلہ (ملاحظہ مادہ: ارض/۱)

ج۔ ناقابل تقسیم اشیاء کی فروخت کا مسئلہ: ایسی چیزیں جو ناقابل تقسیم ہوں ان کی مشترکہ خرید و فروخت جائز ہے۔ جیسے کنواں وغیرہ، ایسی چیزوں کے مشترکہ مالک ان چیزوں سے استفادہ کے لئے کوئی متفقہ فارمولہ طے کر لیں گے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص ہے جو بئر رومہ کو خرید کر اسے عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دے؟ ایسے شخص کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد پر اس کنویں کا نصف اس کے یہودی مالک سے خرید لیا اور اسے کہا یا تو ہم اس کی اس طرح باری مقرر کر لیتے ہیں کہ ایک دن اس کا پانی آپ استعمال کیا کریں اور ایک دن ہم اور یا پھر آپ اس پر اپنا ڈول علیحدہ لگالیں اور میں اس پر اپنا ڈول علیحدہ لگالیتا ہوں۔ اس پر اس یہودی نے ایک دن اپنے لئے اور ایک دن ان کے لئے مختص کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری کے دن دو دن کے لئے پانی کا ذخیرہ کر لیتے تھے۔ جس پر اس یہودی کو یہ کہنا پڑا کہ آپ نے میرے کنویں کا معاملہ بگاڑ دیا ہے، لہٰذا اس کا باقی حصہ بھی خرید لیجئے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کنویں کا باقی حصہ آٹھ ہزار میں خرید لیا۔ (۱۰)

د۔ فروخت کنندہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فروخت کی جانے والی چیز ناپ تول یا گنتی کے بعد

خریدار کے حوالے کرے۔ اسی طرح خریدار کو بھی چاہئے کہ وہ اس چیز کو ناپ، تول یا گنتی کے بعد اپنے قبضے میں لے۔ جہاں تک فروخت کردہ چیز کی ناپ تول کا تعلق ہے اس کی بنیاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قینقاع سے کھجوریں خریدا کرتا تھا۔ جب اس بات کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی چیز کو فروخت کرنے لگو تو ناپ تول کر دیا کرو اور جس کسی چیز کو خریدنے لگو تو بھی ناپ تول کر لیا کرو۔ (۱۱)

اسی طرح حضرت عثمانؓ کے نزدیک کسی چیز کا فروخت کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک کہ وہ فروخت کرنے والے کے قبضے میں نہ ہو، لیکن ایسی غیر منقولہ جائیداد جس کا ناپنا یا وزن کرنا ممکن ہی نہ ہو، اسے باقاعدہ قبضے میں لینے سے پہلے بھی فروخت کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲)

ھ۔ والد کا ایسی لونڈی سے ہونے والی اپنی اولاد کو لونڈی کے مالک سے خریدنا جس نے اپنے آزاد ہونے کا مغالطہ دے کر اس سے شادی کی ہو۔ (ملاحظہ مادہ: استحقاق/ ۲ ب)

و۔ غلام باپ بیٹوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے:۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غلاموں کو فروخت کرتے وقت اگر ان کے بچے چھوٹے ہوں تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے کہ باپ فروخت کر دیا جائے اور بیٹا نہ کیا جائے یا بیٹا فروخت کر دیا جائے اور باپ کو رکھ لیا جائے یا یہ کہ باپ ایک شخص کے پاس فروخت کیا جائے اور بیٹے کو دوسرے شخص کے پاس۔ کیونکہ چھوٹی عمر کی اولاد کو اپنے والدین کی توجہ اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف خود والدین کے دل بھی اپنی اولاد کی طرف کھنچے رہتے ہیں، چنانچہ حضرت حکیمؓ بن عقال راوی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ ان کے لئے ایک سو غلام "کنبے" خرید کر بھیجے جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ کسی غلام کو اس کی والدہ یا والد سے علیحدہ کر کے نہ خریدا جائے۔ (۱۳)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ غلاموں کو صرف کنبوں کی صورت میں ہی فروخت کیا جانا چاہئے۔ یعنی ماں اور بیٹے کو اکٹھے فروخت کیا جائے۔ (۱۴)

ز ۔ فروخت کی جانے والی چیز میں کسی عیب کا پایا جانا : اس سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا موقف حسب ذیل تھا :

۱) اگر فروخت کرنے والے کو یہ پتہ ہے کہ جو چیز وہ فروخت کر رہا ہے اس میں عیب ہے، یعنی وہ اگر بوقت فروخت اپنی فروخت کردہ چیز میں موجود عیب کو جانتا ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کی طرف سے معاہدے کے موقع پر کوئی ایسی شرط عائد کر دے کہ وہ فروخت کردہ چیز میں پائے جانے والے کسی بھی عیب کا ذمہ دار نہیں ہے، تو اس سے خریدار کا حق خیار عیب ساقط نہیں ہو جاتا۔ اس لئے کہ یہ ایک طرح کا دھوکہ ہے اور اسلام میں سارے معاملات باہمی خیر خواہی کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں، جبکہ اس طرح کے معاملے میں فروخت کنندہ میں یہ خیر خواہی نہیں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام آٹھ سو درہم میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاتھ فروخت کیا، اور ساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی کہ اس غلام میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں پایا جاتا ہے۔ اس معاملے کے طے پا جانے کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اس غلام میں بعض ایسی خامیاں ہیں جن کا آپ نے پہلے مجھ سے ذکر نہیں کیا تھا، چنانچہ دونوں نے اپنا معاملہ فیصلے کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حلفاً یہ کہہ دیں کہ جب انہوں نے غلام کو فروخت کیا تھا، اس وقت ان کے علم میں اس کا کوئی عیب نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا، جس پر غلام انہیں واپس کر دیا گیا۔ واپس جانے کے بعد وہ صحت مند ہو گیا۔ جس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس غلام کو ایک ہزار پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا۔ (۱۵) (ملاحظہ مادہ : خیار / ۲ ج)

۲) اگر خریدار خریدی ہوئی چیز کے عیب کو نہیں جانتا ہے اور لاعلمی میں استعمال کرتا رہتا ہے، تو اس سے اس کا اس چیز کو واپس کرنے کا حق ساقط نہیں ہو جاتا ہے۔ اور اگر استعمال سے فروخت کردہ چیز میں کوئی نقص واقع ہو جاتا ہے، تو واپسی کی صورت میں ادا کردہ قیمت میں سے نقصان کے مطابق کمی کر دی جائے گی، چنانچہ حضرت عثمانؓ

نے ایک ایسے کپڑے کو استعمال کے بعد بھی واپس کرنے کا حکم صادر فرمایا جس میں خریدار کو استعمال کے بعد نقص کا پتہ چلا تھا۔ (۱۶)

اگر معاملہ ایسی لونڈی کا ہو جس کی بکارت زائل ہو چکی ہو، اور خریدار کو اس کے عیب کا علم اس سے مجامعت کے بعد ہوا ہو، تو بھی اسے فروخت کنندہ کو واپس کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ خریدار نے اس سے جو تمتع کیا ہے۔ اس سے اس میں کوئی ایسا نقص نہیں واقع ہوا ہے جو اسے واپس کرنے میں مانع ہو، لہٰذا جس طرح کسی چیز کا استعمال اس کی واپسی میں مانع نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایسی لونڈی سے خریدار کا تمتع بھی اس کی واپسی میں مانع نہیں ہے۔ (۱۷)

۳) اگر فروخت کردہ چیز کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو جائے اور یہ حادثہ اس چیز کے خریدار کی تحویل میں جانے سے پہلے وقوع پذیر ہوا ہو تو ایسی صورت میں اس حادثے کے نتیجے میں ہونے والا نقصان خریدار شخص کے کھاتے میں جائے گا۔ اس لئے کہ اب یہ چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ اور سودا طے پا جانے کے بعد فروخت کنندہ کے پاس وہ چیز امانت ہے۔ اس لئے کہ اب اس کو اس کا ذمہ دار صرف اس صورت میں قرار دیا جائے گا جب اس نے کوئی زیادتی کی ہو گی۔ (۱۸)

۲۔ قیمت :

فروخت ہونے والی چیز کی قیمت کا تعین بائع اور مشتری اتفاق رائے سے کریں گے اور قیمت کا یہ تعین اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کیا جائے گا کہ بائع نے اسے کتنے میں خریدا ہے اور قیمت کا تعین اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ بائع اپنی قیمت خرید میں سے اتنی رقم کم کر دے اور اس طرح بھی کہ قیمت خرید پر اتنا نفع لے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اونٹ خریدا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان میں سے کئی اونٹ تو ایسے ہیں، جن سے مجھے صرف وہ رسی نفع میں مل سکے گی جس سے انہیں باندھا جاتا ہے جبکہ کئی اونٹ ایسے بھی ہیں کہ جن سے مجھے ایک ایک دینار کا نفع حاصل ہو گا۔ (۱۹)

۳۔ سودے کا معاہدہ :

یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ سودے کا جو معاہدہ طے پائے اس میں بائع اور مشتری کے درمیان ایسی شرائط طے پائیں جو دونوں کے لئے قابل قبول ہوں ۔ یہ شرائط بائع کی طرف سے پیش کردہ بھی ہو سکتی ہیں اور مشتری کی طرف سے پیش کردہ بھی۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ہر ایسی شرط جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو جائے صحیح ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذریعے اللہ کے کسی حلال کو حرام اور اللہ کے کسی حرام کو حلال نہ کیا جا رہا ہو۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ..... شخص کوئی چیز اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ وہ اس سے کسی خاص صورت میں استفادہ بھی کرتا رہے گا تو ایسا سودا جائز ہو گا۔ (۲۰)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک مکان اس شرط پر خرید لیا تھا کہ صہیب ؓ اس میں رہائش بھی رکھیں گے۔ (۲۱)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ گھوڑے جو کسی دوسری جگہ تھے چالیس ہزار درہم میں اس شرط پر خریدے کہ معاہدے کے موقع پر وہ صحیح و سالم حالت میں ہوں، اس کے بعد وہ کچھ آگے بڑھے اور پھر واپس آکر کہنے لگے کہ اگر میرے قاصد کو یہ گھوڑے صحیح و سالم حالت میں ملے تو میں آپ کو چھ ہزار درہم مزید دوں گا. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے. لیکن جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قاصد وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ گھوڑے ہلاک ہو چکے ہیں. چنانچہ دوسری شرط کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ اس معاہدے کی پابندی سے بری الزمہ ہو گئے۔ (ملاحظہ مادہ : شرط/ ۲ ب)۔
بائع کی طرف سے یہ شرط عائد کیا جانا کہ وہ فروخت کنندہ چیز میں موجود کسی بھی نقص سے بری الزمہ ہے (ملاحظہ مادہ : بیع/ ۱. ز اور مادہ : خیار/ ۲ ج)

۴۔ خرید و فروخت کے معاملے میں فیاضی سے کام لینا :

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات کو پسند فرمایا کرتے تھے کہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرنے اور خرید و فروخت کرنے میں فیاضی سے کام لے۔ اس سلسلے میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص مشتری،

بائع، قاضی اور مدعی کی حیثیت سے دوسروں کے ساتھ نرمی اور سہولت کا معاملہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (۲۲)

اسی طرح ہم اس سے پہلے اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اونٹ خریدا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان میں سے بعض اونٹوں پر تو مجھے نفع کے طور پر صرف اونٹ باندھنے کی رسی مل سکے گی اور بعض پر ایک ایک دینار. اور یہ چیز دراصل خرید و فروخت میں روا داری کی ایک اچھی مثال ہے۔

۵۔ غلام کی فروخت جبکہ وہ شادی شدہ ہو:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے برعکس یہ موقف تھا کہ کسی غلام کو فروخت کرنے سے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان طلاق نہیں واقع ہوتی ہے۔ (۲۳)

## حرف الباء
## - ب -

(۱) شرح معانی الآثار (۱) ص ۱۱۹، الاعتبار ص ۸۱، المحلی (۳) ص ۲۵۲

(۲) سنن البیہقی (۲) ص ۵۰، کنزالعمال (۸) ص ۱۱۵

(۳) المحلی (۳) ص ۲۵۳

(۴) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۲ ب، موطا امام مالک (۱) ص ۸۱، آثار ابو یوسف ص ۱۰۷، المغنی (۱) ص ۴۷۷

(۵) المجموع (۳) ص ۲۹۹

(۶) مصنف عبدالرزاق (۷) ۳۳۸ اور (۱۰) ص ۱۷۸، المغنی (۶) ۵۵۸

(۷) المحلی (۹) ۱۲۶

(۸) المجموع (۹) ص ۳۳۰، المغنی (۳) ص ۵۸۰، المحلی (۸) ص ۳۳۸

(۹) المحلی (۸) ۱۴۵ اور (۹) ص ۳۵، المغنی (۴) ۲۶۳

(۱۰) المغنی (۴) ص ۷۹

(۱۱) صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب صاع المدینہ، کنزالعمال (۴) ص ۱۴۱

(۱۲) المحلی (۸) ص ۵۲۰، المجموع (۹) ۲۹۵، المغنی (۴) ۱۰۷ اور ۱۱۳

(۱۳) سنن سعید بن منصور (۳/۲) ص ۲۲۶، سنن البیہقی (۹) ۱۲۶، مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۳۰۹، المحلی (۹) ۳۷۳

(۱۴) المحلی (۱۰) ص ۳۳۱

(۱۵) موطا امام مالک (۲) ص ۶۱۱، المحلی (۹) ص ۴۲ المغنی (۴) ۱۷۸، عبدالرزاق (۸) ص ۱۶۳، سنن البیہقی (۵) ص ۳۲۸، کشف الغمہ ۲ ص ۱۱

(۱۶) المغنی (۴) ص ۱۴۸، المحلی (۹) ص ۷۸

(۱۷) المجموع (۱۲) ص ۲۲۸

(۱۸) المحلی (۸) ۳۸۴

(۱۹) سنن البیہقی (۵) ص ۳۲۹

(۲۰) المجموع (۹) ص ۵۲۴

(۲۱) المحلی (۸) ۴۲۰

(۲۲) النسائی کتاب البیوع باب حسن المعاملہ

(۲۳) موسوعہ فقہ عبداللہ بن مسعود، مادہ: طلاق/۴ د

# حرف التاء

# ت

## تبذیر : بکھیرنا، لٹانا

۱۔ تبذیر سے مراد مال کا بیجا خرچ کرنا ہے۔

۲۔ تبذیر سے کام لینے والے شخص کو تصرفات سے روکنے کا حکم۔ (ملاحظہ مادہ : حجر)

## تبرع :

۱۔ تبرع کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز کسی معاوضے کے بغیر دوسرے شخص کی ملکیت میں دے دے۔

۲۔ تبرع کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ ہبہ (ملاحظہ ہو مادہ : ہبہ)

۲۔ صدقہ (ملاحظہ ہو مادہ : صدقہ)

۳۔ وصیت (ملاحظہ ہو مادہ : وصیت)

۴۔ وقف (ملاحظہ ہو مادہ : وقف)

۵۔ قرض (ملاحظہ ہو مادہ : قرض)

۳۔ تبرع کے تمام معاہدوں میں معاہدے کی پابندی صرف اس صورت میں لازم آتی ہے جب تبرع کی جانے والی چیز عملاً متعلقہ شخص کے قبضے میں آ جائے. چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صدقہ صرف اس صورت میں لازم قرار پاتا ہے جب صدقہ کی جانے والی چیز متعلق شخص کے قبضے میں آ جائے۔ (۱)

## تجارت :

اموال تجارت کی زکوٰۃ۔ (ملاحظہ ہو مادہ : زکوٰۃ /۲۔ ۵). (نیز ملاحظہ ہو مادہ : بیع)

## تحریم :

کسی شخص کی بیوی کا اس کے لئے حرام قرار پانا (ملاحظہ ہو مادہ : طلاق و مادہ : ظہار)

## تحکیم :

### ۱۔ تعریف :

تحکیم کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مقدمے کے دونوں فریق اپنے مقدمے میں کسی خاص شخص یا اشخاص کے فیصلے پر راضی ہو جائیں۔

### ۲۔ تحکیم کا جواز :

تنازعہ چاہے کسی بھی نوعیت کا ہو، اس میں تحکیم کا جواز موجود ہے، البتہ اگر تنازعہ میاں اور بیوی کے مابین ہو تو پھر تحکیم واجب ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا

اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو، تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اور ایک عورت کے رشتے داروں میں سے۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا اور باخبر ہے۔

### ۳۔ حکم کا فیصلہ تسلیم کرنا :

کسی شخص کو حکم بنانے کے بعد فریقین مقدمہ کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس معاملے میں اس شخص کے فیصلے کو قبول کریں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس کو حکم تسلیم کیا ہے، لہٰذا اگر وہ اس کا فیصلہ قبول نہیں کریں گے، تو اس کا حکم بنانے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کا اپنی بیوی فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ سے کسی معاملے پر جھگڑا ہو گیا۔ فاطمہؓ نے اپنے کپڑے سمیٹے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خاوند کے رشتے داروں میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اور بیوی کے رشتے داروں میں سے حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ کو حکم مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر

تم ان دونوں کے درمیان صلح کروانا مناسب سمجھو تو صلح کرا دینا، اور اگر ان میں علیحدگی کرنا مناسب سمجھو تو علیحدگی کرا دینا، وہ دونوں حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے درمیان بہرصورت علیحدگی کراؤں گا، جبکہ حضرت معاویہؓ کہنے لگے کہ میں بنو عبد مناف کے دو بوڑھے میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کراؤں گا، لیکن جب یہ دونوں حضرات حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کے گھر کے دروازے کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں میاں بیوی کے مابین صلح ہو چکی ہے اور انہوں نے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ (۲)

## تحلی : زیور پہننا

ملاحظہ ہو مادہ : حلی

## تحلیل :

### ۱۔ تعریف :

تحلیل کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے جسے طلاق مغلظہ مل چکی ہو اس لئے شادی کر لے کہ اس طرح اسے اس کے سابق خاوند کے لئے حلال کر دے۔

### ۲۔ تحلیل کی قسمیں اور ان کا حکم :

ایک مرد کے کسی مطلقہ خاتون سے نکاح کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

الف۔ یہ کہ وہ اس کے ساتھ مستقل بنیادوں پر نکاح کرے اور اس کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ اسے طلاق دے گا اور اس کے سابق خاوند کے لئے حلال کرے گا۔ پھر اسے اس کو طلاق دینے کا خیال آئے اور وہ اس کو طلاق دے دے۔ اور وہ عدت گذارنے کے بعد اپنے سابق شوہر سے شادی کر لے۔ یہ نکاح بالکل صحیح ہو گا۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ب۔ یہ کہ آدمی اس بات کو جانتا ہو کہ اس خاتون نے اپنے سابق شوہر سے طلاق حاصل کر رکھی ہے۔ اور وہ اس بات کو بھی جانتا ہو کہ وہ دونوں دوبارہ باہم شادی کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ اس نیت سے مطلقہ کے ساتھ شادی کرے کہ وہ اسے طلاق دے کر اس کے پہلے خاوند کے لئے حلال کرے گا، لیکن اس کی اس نیت کے بارے میں نہ وہ عورت جانتی ہو اور نہ اس کا سابق شوہر، تو اس طرح کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

نزدیک جائز نہیں ہے، چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ امیرالمومنین! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت جلدی میں ہوں تم چاہو تو میرے پیچھے سوار ہو جاؤ اور اپنا کام بھی بتاتے جاؤ، وہ شخص ان کے پیچھے سوار ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جس نے بحالت غضب اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور اب وہ سخت مشکل سے دوچار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال خرچ کر کے ثواب کی نیت سے اس خاتون سے شادی کر لوں اور جماع کرنے کے بعد اسے طلاق دے دوں تاکہ وہ دوبارہ اپنے پہلے خاوند سے شادی کر لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس خاتون کے ساتھ نکاح صرف نکاح کی غرض سے کرو۔ (۳)

ج۔ یہ کہ نکاح کرتے وقت ہی یہ شرط لگائی جائے کہ یہ نکاح اس غرض سے کیا جارہا ہے کہ مطلقہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اور میں ضرور اس عورت سے شادی کے بعد اسے طلاق دے دوں گا۔ حضرت عثمانؓ کے نزدیک اس طرح کی شرط عائد کرنے سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔ اور اگر فریقین کو اس بارے میں اس شخص کی نیت کا علم ہے تو یہ گویا شرط عائد کرنے کے مترادف ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس نیت سے نکاح کرنے کے بعد وہ دونوں بیس سال تک بھی میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے تو بھی وہ دونوں زانی قرار پائیں گے۔ (۴)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے کسی مطلقہ عورت سے اس لئے شادی کی تھی کہ وہ اس طریقے سے اس کے سابق شوہر کے لئے حلال کر دے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی اور فرمایا کہ مطلقہ عورت اپنے سابق خاوند سے اس وقت تک دوبارہ شادی نہیں کر سکتی ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے شخص نے صحیح نیت سے جس میں کسی قسم کا فریب نہ ہو نکاح نہ کیا ہو۔ (۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں میں اس لئے تفریق کرائی کہ ان کے نزدیک تحلیل کی شرط عائد کرنے کی وجہ سے ان کا نکاح فاسد قرار پا چکا تھا۔

۳۔ محلل (حلالہ کرنے والا) کون ہو سکتا ہے:

محلل صرف دو شخص ہو سکتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

ا۔ شوہر: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص مطلقہ خاتون سے تحلیل کی نیت اور شرط کے بغیر نکاح کرے۔ اور پھر اس کے ساتھ ایسی خلوت صحیحہ ہوئی ہو اور اس میں باقاعدہ مجامعت ہوئی ہو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں: ایک صاحب نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس مطلقہ خاتون سے ایک دوسرے آدمی نے شادی کر لی اور پھر اس کے ساتھ مجامعت کئے بغیر اسے طلاق دے دی۔ جس کے بعد پہلے خاوند نے اس خاتون سے دوبارہ شادی کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں! جب تک کہ وہ شخص اس خاتون کی حلاوت سے پوری طرح لذت یاب نہیں ہو جاتا ہے۔ (۶) یعنی اس کے ساتھ پوری طرح مجامعت نہیں کر لیتا ہے۔

ب۔ مالک: اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دیتا ہے۔ پھر اس کا خاوند اسے طلاق مغلظہ دے کر فارغ کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنے مالک کے پاس واپس پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کا مالک اس کی عدت گزرنے کے بعد اس سے ملک یمین کی بناء پر مجامعت کرتا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک مالک کی مجامعت سے وہ لونڈی اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کی خدمت میں زید بن ثابت اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ میں نے ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جس کے نکاح میں ایک لونڈی تھی۔ اس نے اسے طلاق دے دی۔ جس کے نتیجے میں وہ اس سے علیحدہ ہو گئی۔ تو کیا اس لونڈی کے ساتھ اس کے مالک کی مجامعت، اگرچہ اس کا ارادہ اس کی تحلیل کا نہ ہو، اسے اس کے سابق شوہر کے لئے حلال کر دے گی؟ تو اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں اس طرح وہ اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس سے اٹھ گئے، گویا انہیں ان دونوں کا یہ موقف پسند نہیں آیا۔ (۷)

**تختم:** (انگوٹھی پہننا)

آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ چاندی کی انگوٹھی استعمال کرے اور اس پر کوئی عبارت بھی کندہ کرائے۔ یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی جس انگوٹھی پر "محمد رسول اللہ" کندہ کروا رکھا تھا، وہ چاندی کی بنی ہوئی تھی، یہ انگوٹھی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، اور پھر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ پھر ۳۰ھ میں آپ کے ہاتھ سے "اریس" نامی کنوئیں میں گر گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی کو تلاش کرانے کے لئے خاصی رقم بھی خرچ کی، لیکن اسکے باوجود یہ انگوٹھی دستیاب نہ ہو سکی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی ایک اور انگوٹھی بنوائی اور اس پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ کرائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ انگوٹھی بھی کہیں گم ہو گئی اور پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کون لے گیا۔ (۸)

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک سے زیادہ انگوٹھیاں بنوا رکھی تھی، اس لئے کہ ان کے صاحب زادے حضرت عمرو بن عثمان اور بیوی ام عمرو، (جو قبیلہ ازد کے ایک صاحب جندب کی بیٹی تھیں) کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسی انگوٹھی بھی تھی، جس پر انہوں نے "امنت بالذی خلق فسوّی" کے الفاظ کندہ کرا رکھے تھے۔ (۹)

انگوٹھی کا بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہننا بھی جائز ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بائیں ہاتھ میں ہی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ (۱۰)

**تخلیل:** (خلال کرنا)

تخلیل سے ہماری مراد خلال کرنا ہے، یعنی کسی ایک چیز کو دو چیزوں کے درمیان داخل کرنا۔

وضوء کے دوران داڑھی میں خلال کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: وضوء / ۳ ب، اور مادہ: لحیہ)

**تخلی:** (بیت الخلاء میں جانا)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کپڑے پہن کر مسجد میں بیٹھتے تھے۔ وہ کپڑے پہن کر بیت الخلاء میں نہیں جاتے تھے۔ (۱۱)

## تدبیر: (اپنی موت کے بعد غلام کو آزاد قرار دینا)

تدبیر کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے غلام کی آزادی کو اپنی موت تک معلق کر دے۔

## ترتیب:

بدنی عبادات میں ترتیب کا ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ اور اس میں وضوء بھی شامل ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: وضوء / ۳ ھ)، (الصلاۃ / ۷)، (الحج / ۴، ۵، ۶، ۷.)

## ترکہ:

۱۔ ترکہ سے مراد وہ مال ہے جو کوئی شخص اپنی موت کے وقت چھوڑتا ہے اور جس میں کسی دوسرے شخص کا حق شامل نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ ترکہ میں سے مختلف واجب الادا حقوق کی ادائیگی کے بعد اسے ورثاء میں تقسیم کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث)

## تزئین:

مصحف شریف کی تزئین کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: قرآن)

## تسری: (اپنی لونڈی سے وطی کرنا)

### ۱۔ تعریف:

تسری سے مراد اپنی مملوکہ لونڈی سے وطی کرنا ہے۔

### ۲۔ تسری کی شرائط:

تسری کا جواز صرف اس صورت میں ہے، جب مندرجہ ذیل شرائط پوری طرح پائی جاتی ہوں.

الف۔ یہ کہ جو شخص تسری کا خواہش مند ہو، متعلقہ لونڈی بلا شرکت غیرے پوری اس کی ملکیت میں ہو۔

ب۔ یہ کہ وہ شوہر والی نہ ہو، اگر وہ شوہر والی ہے، تو اس کا مالک اس سے اس وقت تک تسری نہیں کر سکتا ہے، جب تک کہ اس کا خاوند اسے طلاق نہ دے دے اور اس کی عدت نہ گزر جائے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسی لونڈی پیش کی جو انہوں نے بصرہ سے خریدی تھی اور جس کا خاوند موجود تھا، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس لونڈی کے پاس اس وقت

تک نہیں جانا چاہتا جب تک اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دے دیتا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے اس کے خاوند کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اسے طلاق دے دے اور اس نے اسے طلاق دے دی۔ (۱۲)

ج۔ یہ کہ تسری میں دو ایسی عورتوں کو جمع نہ کیا جائے، جن میں سے ایک کے مرد ہونے کی صورت میں دوسری اس کے لئے حرام ہو، جیسا کہ نکاح کا قانون ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ آیا دو بہنوں کو بیک وقت ملک یمین میں رکھا جا سکتا ہے؟ یعنی جو شخص ملک یمین کی بنا پر پہلے ایک لونڈی سے وطی کرتا ہے اور اسے اپنی ملک یمین میں رکھتے ہوئے پھر اس کی بہن سے ملک یمین کی بناء پر وطی کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک آیت کے مطابق ان دونوں کا ملک یمین میں جمع کرنا جائز ہے (۱۳) اور ایک دوسری آیت کے مطابق حرام، البتہ جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے تو میں ایسا کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔ (۱۴) اور اگر کسی شخص نے دو بہنوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملک یمین کی بنا پر وطی کی ہو تو اس کے لئے اس کی دوسری بہن سے ملک یمین کی بنا پر وطی کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ پہلی بہن کو بذریعہ ہبہ، فروخت یا آزادی دے کر اپنی ملک یمین سے خارج نہیں کر دیتا ہے۔ یہ پابندی بالکل اسی نوعیت کی ہے جیسے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع نہ کرنے کی ہے۔

امام شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی عورت اور اس کی بیٹی کے بارے میں دریافت کیا گیا، جن سے یکے بعد دیگرے ملک یمین کی بنا پر وطی کی گئی ہو، تو انہوں نے فرمایا کہ میں ملک یمین کی بنا پر اس طرح کی دو عورتوں سے وطی کو حرام قرار دینا پسند نہیں کرتا۔ (۱۵)

د۔ یہ کہ اس نے اسے طلاق بائن دے کر مکمل طور پر علیحدہ نہ کر دیا ہو اور اس دوران میں اس نے کسی دوسرے خاوند سے شادی بھی نہ کی ہو، چنانچہ حضرت عثمانؓ سے ایک شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا، جس نے ایک لونڈی سے شادی کر رکھی تھی۔ پھر اس نے اسے دو طلاقیں دیں اور اس کے بعد اسے خرید لیا۔ لہٰذا کیا اب اس کے لئے اس سے ملک یمین کی

بنا پر وطی کرنا جائز ہے ؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہیں کر لیتی ہے۔ (۱۶)

۳۔ تسری کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات و نتائج :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تسری کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات و نتائج کے بارے میں حسب ذیل آرا مروی ہیں:

الف۔ یہ کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم امام شعرانی کے حوالے سے یہ روایت نقل کر چکے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص ملک یمین کی بنا پر پہلے ایک لونڈی سے اور پھر اس کی بیٹی سے مجامعت کرتا ہے، تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں ان دونوں کو حرام قرار دینا پسند نہیں کرتا۔

ب۔ تسری کی حالت میں مجامعت سے مطلقہ لونڈی اپنے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : تحلیل / ۳ ب)

## تسلیم : (السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہنا)

۱۔ تسلیم سے مراد السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہنا ہے۔

۲۔ نماز کے آخر میں السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۷ ھ)

۳۔ وضو کرنے والے شخص کو سلام کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : سلام / ۴)

۴۔ خطیب کا منبر پر چڑھنے کے بعد لوگوں کو سلام کہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : سلام / ۲، مادہ : خطبہ / ۵)

## تسویک :

مسواک کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : استیاک)

## تشبہ :

کسی دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : تقلید)

## تطوع . (نفلی عبادات ادا کرنا)

۱۔ تعریف:

تطوع سے مراد ایسے امور ہیں، جنہیں فرائض کی ادائیگی کے بعد اضافی طور پر انجام دینے کا جواز پایا جاتا ہے۔

۲۔ نفلی نمازوں کا حکم۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۱۳ تا ۱۸)

نفلی روزوں کا حکم۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صیام/ ۶، ۷)

نفلی صدقات کا حکم۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صدقہ)

سفر میں نفلی عبادات کے چھوڑنے کی اجازت۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سفر/ ۴ ج)

## تطییب: (خوشبو لگانا)

محرم کے لئے خوشبو کا استعمال۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ ب)

## تعریض:

۱۔ تعریض کا مفہوم یہ ہے کہ متکلم اپنا مدعا ایسے انداز میں پیش کرے کہ سننے والا واضح طور پر صراحت نہ ہونے کے باوجود اسے سمجھ لے۔

۲۔ تعریض کے انداز میں قذف کرنے والوں کے لئے حد قذف۔ (ملاحظہ ہو مادہ: قذف/ ۲ الف)

## تعریف: (کسی چیز کی تشہیر کرنا)

لقطہ کی تشہیر۔ (ملاحظہ ہو مادہ: لقطہ/ ۳ الف، ب)

## تعزیر:

۱۔ تعریف:

تعزیر سے مراد ایسی سزا ہے جو قاضی کسی ایسے جرم کی پاداش میں دیتا ہے جس کے لئے شریعت میں کوئی باقاعدہ حد مقرر نہیں ہے۔

۲۔ اجتماع الحد والتعزیر:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر ضروری ہو تو مجرم کو بیک وقت حد اور تعزیر، دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شراب کے عادی ایک شخص کو یہ دونوں سزائیں دیں، چالیس کوڑے اسے حد کے طور پر لگائے اور چالیس کوڑے شراب نوشی پر

اس کے اصرار کی وجہ سے تعزیر کے طور پر لگائے جبکہ لغزش سے شراب نوشی کا ارتکاب کرنے والوں کو انہوں نے کبھی چالیس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہیں دی، یعنی وہ اس پر صرف حد نافذ کیا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/ ۲ ح ا ، مادہ: حد/ ۵، اور مادہ: رق/ ۷ ز)

۳۔ تعزیر کن حالات میں دینا ضروری ہوتا ہے:

تعزیر ایسے جرائم کے ارتکاب پر دینی ضروری ہوتی ہے جن کے لئے شریعت میں کوئی باقاعدہ حد مقرر نہیں ہے۔ مثلاً جادو کرنا، ہجوگوئی، عادی مجرم ہونا، ایسے کھیل کھیلنا جو ناجائز ہیں۔ مثلاً چوسر وغیرہ، ایسے برتنوں میں نبیذ بنانا جن میں نبیذ بنانے کی ممانعت ہے۔ یا اس طرح کا کوئی دوسرا کام کرنا، اسی طرح ایسے جرم میں بھی تعزیر دینا ضروری ہوتا ہے جن میں کسی شبہے کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے۔

۴۔ تعزیر کس طرح دینا چاہئے:

تعزیر ایسے طریقے سے دینا چاہئے جس کے نتیجے میں مجرم ارتکاب جرم سے باز آ جائے، اور اس کا انحصار قاضی کے اجتہاد پر ہے۔

الف۔ تعزیر کوڑے لگا کر بھی دی جا سکتی ہے۔ جلاوطن کر کے بھی اور وارننگ دے کر بھی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ/ ۴ الف ا)

ب۔ اسی طرح تعزیر نافذ کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذریعہ جرم کو ضائع کر دیا جائے چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا جس کے پاس کدو سے بنا ہوا ایک برتن تھا جس میں نبیذ موجود تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اسے کوڑے لگوائے اور نبیذ زمین پر انڈیل دی اور وہ برتن توڑ دیا۔ (۱۷) (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/ ا ج ۲)

اسی طرح آپؓ کا ارشاد ہے کہ لوگو! جوئے بازی سے اجتناب کیا کرو (یہاں جوئے بازی سے حضرت عثمانؓ کی مراد چوسر کھیلنا ہے) اس لئے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے بعض لوگوں کے گھروں میں چوسر موجود ہے، لہٰذا جس کسی کے گھر میں چوسر ہو، وہ اسے جلا دے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دے، اس کے بعد ارشاد فرمایا: لوگو! میں نے تم سے چوسر کے بارے میں کہا ہے، لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے نکال پھینکنے کے لئے تیار نہیں ہو۔ لہٰذا میں

نے اب ارادہ کیا ہے کہ میں لوگوں کو لکڑیوں کے گٹھے باندھنے کا حکم دوں۔ اور پھر انہیں ان لوگوں کے گھروں کی طرف بھیجوں جن کے گھر میں چوسر وغیرہ موجود ہیں اور انہیں اپنے مکینوں سمیت نذر آتش کروا دوں۔ (۱۸)

ج۔ قاضی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ تعزیر عائد کرے جو شریعت کی مقرر کردہ حد کے برابر ہو جائے، چنانچہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کی روایت ہے کہ جب میرے والد عبدالرحمٰن بن حاطب کی وفات ہوئی تو ان کے تمام ایسے لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا گیا جو نماز اور روزے کے پابند تھے۔ ان میں ایک لونڈی ایسی بھی تھی جو نماز اور روزے کی ادائیگی تو کرتی تھی، لیکن عجمی ہونے کی وجہ سے اسے دین کا علم نہیں تھا۔ پھر جس بات نے انہیں حیران کیا وہ اس کا حاملہ ہونا تھا۔ یہ لونڈی ثیبہ تھی۔ یحییٰ بن عبدالرحمٰن اس صورتحال سے پریشان ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم ایسے شخص ہو جو کبھی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آتے۔ اس کے بعد انہوں نے اس لونڈی کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ حاملہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں مجھے مرعوش سے حمل ٹھہرا ہے۔

اور اس نے اس کے بدلے میں مجھے دو درہم دیئے تھے۔ اتفاق سے اس موقع پر حضرت عمر بن خطاب کے پاس حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ آپ حضرات مجھے اس معاملے میں مشورہ دیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو بیٹھے ہوئے تھے لیٹ گئے۔ جبکہ حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ حد کی مستحق قرار پاتی ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ آپ بھی اپنی رائے دیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ان دو حضرات نے اس معاملے میں اپنی رائے دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ فرمایا کہ نہیں آپ بھی اپنی رائے دیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ اس معاملے کو اس طرح بیان کرتی پھر رہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی سنگینی سے آگاہ ہی نہیں ہے، جبکہ حد تو صرف اس شخص پر نافذ

ہو سکتی ہے جو زنا کی حرمت سے باخبر ہو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس لونڈی کو سو کوڑے مارے جائیں اور اس کے بعد اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ بالکل صحیح کہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ حد صرف اس شخص پر نافذ ہو سکتی ہے جو جرم اور سزا کے بارے میں جانتا ہو۔ (۱۹) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سزا پر کسی اختلاف کا اظہار نہیں فرمایا۔

د۔ تعزیر کے طور پر قتل کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ حضرت نافعؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی ایک لونڈی تھی جس نے ان پر جادو کیا تھا۔ اور پھر اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔ اس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن قیسؒ کو حکم دیا کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ اور انہوں نے اسے قتل کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس اقدام کو ناپسندیدہ قرار دیا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک ایسی عورت کے بارے میں جس نے ام المومنینؓ پر جادو کیا اور پھر اس کا اعتراف بھی کر لیا، آپ ام المومنینؓ کے اقدام پر ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

ھ۔ حرم شریف کی حدود سے لقط (گری پڑی چیز) اٹھا لے جانے والے شخص پر تاوان کے اضافے کی صورت میں تعزیر کا نفاذ۔ (ملاحظہ ہو مادہ : لقط / ۳ ج)

۵۔ ایسے مقدمات کا ذکر جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تعزیر نافذ کی :

ہم قبل ازیں اس بحث میں بعض ایسے مقدمات کا ذکر کر چکے ہیں، جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تعزیر کی سزا دی ہے۔ علاوہ ازیں آپ ہجو گوئی پر بھی تعزیر عائد کیا کرتے تھے۔ (۲۰) نیز انہوں نے شراب کے برتن استعمال کرنے پر بھی تعزیر عائد کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ / ۱ ج ۲)

## تغریب :

۱۔ تعریف :

تغریب کے معنی ہیں کسی کو اس کے وطن سے نکال دینا۔

۲۔ حد زنا کے طور پر کسی کو جلاوطن کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : زنا/ ۴)
تعزیر کے طور پر کسی کو جلاوطن کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : تعزیر/ ۴)

## تغلیس :

۱۔ تعریف :
تغلیس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی کام آخر شب کے جھٹ پٹے میں انجام دیا جائے۔

۲۔ نماز فجر میں تغلیس :
(ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/ ۶الف)

## تغلیظ : کسی چیز میں مضبوطی یا شدت پیدا کرنا

کعبہ کے پاس حلف اٹھا کر قسم میں شدت پیدا کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : رضاع اور مادہ : قضاء/ ۳، ۴)
جرم کے بار بار ارتکاب کی بنا پر اس کی سزا میں شدت پیدا کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ/ ۲ ج ا نیز مادہ : تعزیر/ ۲)

## تفریق :

ملاحظہ ہو مادہ : طلاق

## تفویض : سپرد کرنا

ولی کا اپنی بیٹی کے نکاح کا معاملہ کسی دوسرے کو تفویض کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : نکاح/ ۴)

## تقبیل : بوسہ دینا

روزہ دار کے لئے اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی کراہت۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صیام/ ۴)
محرم کے لئے اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی ممانعت۔ (ملاحظہ ہو مادہ : احرام/ ۳ھ)

## تقلید : پیروی کرنا

غیر مسلموں کا تشبہ اختیار کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/ ۳ب)

## تکبیر : (اللہ اکبر کہنا)

نماز میں تکبیر تحریمہ کہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/ ۷الف)
نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ :

صلاۃ / ۷ ھ)

عید اور استسقاء کی نمازوں کی زائد تکبیریں۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۱۳ د)

نماز جنازہ کی تکبیریں (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۱۹ ج)

## تکرار : (بار بار کرنا)

۱۔ تکرار کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو بار بار کیا جائے۔

۲۔ کسی شرعی حکم کی بار بار خلاف ورزی پر سزا میں شدت (ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ / ۲ ج ۱ نیز مادہ : تعزیر / ۲)

## تکفین : کفن دینا

احرام کی حالت میں مرنے والے شخص کی تکفین (ملاحظہ ہو مادہ : احرام / ۴ ب)

## تکلم : گفتگو کرنا

وضو کے دوران میں گفتگو کرنے کی کراہت (ملاحظہ ہو مادہ : وضو / ۵)

گفتگو سے نماز کا باطل ہونا (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۵ ب)

## تلف : ضائع ہونا

فروخت کردہ چیز کا مشتری کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے بائع کے پاس ہی کسی آسمانی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جانا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : بیع / ۱ ز، ۳)

## تلبیہ :

تلبیہ سے مراد مندرجہ ذیل الفاظ کہنا ہے :

لبيك اللهم لبيك . لبيك لا شريك لك لبيك . ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك لبيك

میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں، بے شک حمد و ثنا اور نعمت تیرے ہی لئے ہے اور حکومت بھی تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں۔

حج اور عمرے کے دوران میں لبیک کہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : حج / ۳ ج)

حج کے دوران میں لبیک کہنا ختم کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : حج / ۹)

**تلقین :**

۱۔ تلقین سے مراد کسی شخص کو کوئی بات سکھانا۔

۲۔ نمازی کو قرآن کی تلاوت میں غلطی پر لقمہ دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۹)

**تمتع :**

تمتع کے معنی یہ ہیں کہ انسان حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ ادا کرے۔ اس کے بعد حج کرے۔
(ملاحظہ ہو مادہ : حج / ۳ب)

**تنشیف :** (جسم یا جسم کے کسی حصے کا تولئے سے خشک کرنا)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وضو کے بعد جسم کا خشک کرنا جائز سمجھتے تھے۔ (۲۱) چنانچہ روایت ہے کہ انہوں نے ایک بار وضو کرنے کے بعد چہرے کو رومال سے خشک کیا۔ (۲۲) بلکہ وہ بالعموم ایسا کیا کرتے تھے (۲۳) (ملاحظہ ہو مادہ : وضوء / ٦)

**تنفیل :**

۱۔ تنفیل سے مراد ہے امیر کی طرف سے کسی مجاہد کو اس کے حصے سے زیادہ مال غنیمت کا دیا جانا۔

۲۔ جہاد کا شوق پیدا کرنے اور دشمن سے مقابلے کی ترغیب دینے کے لئے تنفیل جائز ہے۔

چنانچہ خلفائے راشدین جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اکثر اس بات کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابو سرح کو یہ حکم دیا کہ وہ بلاد افریقہ پر لشکر کشی کریں اور اگر وہ اسے فتح کر لیں گے تو انہیں مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ تنفیل کے طور پر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مہم میں کامیابی عطا فرمائی اور انہوں نے افریقہ فتح کر لیا، جس کے بعد انہوں نے خمس کا پانچواں حصہ خود رکھا اور ۴/۵ حصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، جبکہ کل مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ لشکر میں تقسیم کیا۔ (۲۴) (ملاحظہ ہو مادہ : غنیمہ / ۲)

**تہدید : ڈرانا دھمکانا**

اولی الامر کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ ڈرانے دھمکانے سے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس سے باز رکھا جا سکتا ہے تو وہ انہیں ڈرائے دھمکائے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنے گھروں میں نرد یعنی چوسر جمع کر رکھی تھیں، دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے خود اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا تو ان کے گھروں کو جلا دیا جائے گا۔ ہم قبل ازیں (تعزیر /۴) کے ذکر میں یہ بیان کر چکے ہیں، کہ انہوں نے ایسے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

"لوگو! جوئے بازی یعنی نرد وغیرہ کھیلنے سے اجتناب کیا کرو، مجھے بتایا گیا کہ آپ میں سے بعض لوگوں کے گھروں میں نرد یعنی چوسر موجود ہے۔ لہٰذا جس شخص کے گھر میں بھی چوسر موجود ہو، وہ اسے جلا دے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"لوگو! میں نے تمہیں چوسر کے توڑنے یا جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ابھی تک تم نے اس کو نکالا نہیں ہے، لہٰذا میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ لکڑی کے گٹھے لانے کا حکم دوں، اور پھر انہیں ان لوگوں کے ہاں بھیجوں جن کے گھروں میں نرد یعنی چوسر موجود ہے اور ان گھروں کو نذر آتش کر دیا جائے۔ (۲۵) (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ /۴ الف ۱)

## توبہ:

۱۔ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

۲۔ توبہ سے تمام گناہ (بشمول قتل) معاف ہو جاتے ہیں، چنانچہ سنن بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"امیرالمومنین! میں نے قتل کا ارتکاب کیا ہے، کیا اس کے باوجود میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں سورۃ غافر کی ابتدائی آیات پڑھیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

| | |
|---|---|
| حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنزِيلُ ٱلْكِتَـٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ ٱلذَّنۢبِ وَقَابِلِ ٱلتَّوْبِ شَدِيدِ ٱلْعِقَابِ ذِى ٱلطَّوْلِ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ إِلَيْهِ ٱلْمَصِيرُ | حم۔ اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سب کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ |

اس کے بعد اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أعمل ولا تيأس — تم اچھے اعمال کرتے رہو اور مایوس نہ ہو۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر ایسے گناہوں سے توبہ کی گئی ہو، جن کا تعلق لوگوں کے حقوق سے ہے تو یہ بھی ضروری ہے، کہ متعلقہ لوگوں کے حقوق ادا کئے جائیں۔ یا پھر ان سے معاف کرائے جائیں۔

## تیا من: دائیں ہاتھ سے کام کرنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پسندیدہ کام دائیں ہاتھ سے انجام دیا کرتے تھے، جبکہ دوسرے کاموں کے لئے اپنا بایاں ہاتھ استعمال کرتے تھے، چنانچہ حضرت عقبہ بن صہبان سے روایت ہے:

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اپنا دایاں ہاتھ اپنے ذکر کو نہیں لگایا ہے۔ (۲۶)

## حرف التاء

(۱) سنن البیہقی (۶) ص ۱۷۰
(۲) عبدالرزاق (۶) ص ۵۱۲، کنز العمال (۶) ص ۱۸۳، المغنی (۷) ص ۴۹
(۳) سنن البیہقی (۷) ۲۰۸، المحلی (۱۰) ص ۱۸۱
(۴) المغنی (۶) ۶۴۶ اور ۶۴۷
(۵) سنن البیہقی (۷) ص ۲۰۸، کنز العمال (۹) ص ۷۰۳، کشف الغمہ (۲) ص ۶۴
(۶) صحیح مسلم کتاب النکاح باب لا تحل المطلقہ ثلاثا، صحیح بخاری کتاب الطلاق باب من اجاز طلاق الثلاث
(۷) المحلی (۱۰) ص ۱۷۹ و ۱۸۱
(۸) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۵، المغنی (۸) ص ۳۲۳
(۹) کنز العمال (۶) ص ۶۸۷
(۱۰) طبقات ابن سعد (۳) ص ۵۸
(۱۱) کشف الغمہ (۱) ص ۳۶
(۱۲) الموطا (۲) ص ۶۱۷
(۱۳) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۱۲
(۱۴) ایضاً۔ عبدالرزاق (۷) ص ۱۸۹، سنن البیہقی (۷) ص ۱۶۳، کنز العمال (۱۶) ص ۵۱۱، المغنی (۶) ۵۸۴، المحلی (۹) ۵۲۲، موطا امام مالک (۲) ۵۳۸، احکام القرآن للجصاص (۲) ص ۱۳۰
(۱۵) کشف الغمہ (۲) ص ۶۵
(۱۶) سنن سعید بن منصور (۱/۳) ص ۳۴۸، المحلی (۱۰) ص ۱۸۰
(۱۷) عبدالرزاق ( ) ص ۲۲۷، کشف الغمہ (۲) ص ۱۴۱
(۱۸) کنز العمال (۵) ص ۲۲۳
(۱۹) المحلی (۱۱) ص ۱۶۴ اور ۲۰۴، عبدالرزاق (...) ص ۲۰۵ سنن البیہقی (۸) ۲۳۸
(۲۰) سنن البیہقی (۸) ص ۲۵۳
(۲۱) المجموع (۱) ۴۹۸
(۲۲) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵، المغنی (۱) ۱۴۲
(۲۳) کنز العمال (۹) ۴۷۰
(۲۴) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۱
(۲۵) کنز العمال (۱۵) ص ۲۲۳
(۲۶) المحلی (۲) ص ۷۹، کشف الغمہ (۱) ص ۳۸

# حرف الجیم
# ج

## جائحہ : آفت سماوی

۱۔ تعریف :

جائحہ سے مراد ایسی آفت سماوی ہے جو لوگوں کے مال و جائیداد کو تباہ و برباد کر دے۔

۲۔ آفت سماوی کا تاوان :

آفات سماوی سے تباہ ہونے والی چیزوں کا کوئی تاوان نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ ہو مادہ : ضمان /۲ ب اور مادہ : بیع /از ۳)

## جد : دادا

میراث میں دادا کا حصہ۔ (ملاحظہ ہو مادہ : ارث /۴ ھ)

## جدہ : دادی

میراث میں دادی کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ : ارث /۴ و)

## جزا : بدلہ

۱۔ تعریف :

کسی کام کا ایسا بدلہ جو اچھائی یا برائی کے اعتبار سے اس کے برابر ہو۔

جزا کی مختلف قسموں میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں :

حدود (ملاحظہ ہو مادہ : حد)

تعزیرات (ملاحظہ ہو مادہ : تعزیر)

قصاص (ملاحظہ ہو مادہ : جنایہ ۴ الف)

حدود حرم میں شکار کرنے کا بدلہ (ملاحظہ ہو مادہ : احرام /۳ ح)

## جزیہ :

### ۱۔ تعریف :

جزیہ سے مراد وہ لگان ہے جو ذمیوں اور ان کے غلاموں سے ان خدمات کے بدلے میں وصول کیا جاتا ہے جو حکومت ان کے لئے انجام دیتی ہے۔

### ۲۔ جزیہ کے احکام :

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اس وقت جزیہ کا نظام مستحکم ہو چکا تھا، انہوں نے اس سلسلہ میں ان سارے اداروں کو برقرار رکھا، جو ان کے پیش رو خلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس مقصد کے لئے قائم کر رکھے تھے۔ (۱)

جزیہ اہل کتاب کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے ان غیر مسلم شہریوں سے بھی وصول کیا جاتا تھا جن کو حکومت اپنا شہری قرار دے دیتی تھی اور جن کے ساتھ اس سلسلہ میں حکومت کا معاہدہ ہوتا تھا۔

چنانچہ امام زہریؒ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ آیا ان لوگوں سے جو اہل کتاب نہیں ہے، جزیہ وصول کیا جانا چاہئے؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل بحرین سے جزیہ وصول فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد عراق میں رہنے والوں سے جزیہ لیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل بربر سے، (۲) اور حضرت نصرؒ بن عاصم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مجوسی سے جزیہ وصول کیا کرتے تھے۔ (۳)

## جعالہ : معاوضہ

### ۱۔ تعریف :

جعالہ کے معنی ہیں کسی شخص کو کسی خاص خدمت انجام دینے کے بدلے میں ایک مقررہ معاوضہ ادا کرنے کا اہتمام کرنا۔ مثلاً کسی شخص کا یہ کہنا کہ جو شخص مجھے میرا گھوڑا لوٹا دے گا اسے میں اتنا معاوضہ دوں گا۔

### ۲۔ مسلمانوں کی مصلحت عامہ کے کام انجام دینے والوں کو تنخواہوں کی ادائیگی :

حکمران کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مسلمانوں کی مصلحت عامہ کی مختلف خدمات انجام دینے پر متعلقہ افراد کو باقاعدہ تنخواہ دے۔ جیسے اذان دینا، نماز کی امامت کرنا، قضاء سے متعلقہ ذمہ داریوں کو ادا کرنا، قرآن مجید کی تعلیم و تدریس وغیرہ، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مؤذنین کو معاوضے دیا کرتے تھے۔ (۴) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے مؤذنوں کو تنخواہ دی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اجارہ/۳ب)

۳۔ کسی نہ کمانے والے غلام یا لونڈی پر مخصوص رقم کی ادائیگی کا بوجھ ڈالنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص اپنے ایسے غلام یا لونڈی کو جو کمائی نہ کر سکتا ہو کسی رقم کے ادا کرنے کا مکلف ٹھہرائے، چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: "اپنے ایسے غلام کو جو کوئی کام نہ جانتا ہو، بھتہ کا مکلف نہ ٹھہرائے۔ اس لئے کہ جب اسے مقررہ رقم کی ادائیگی کے لئے کوئی چیز نہیں ملے گی تو وہ چوری کرے گا۔ اسی طرح اپنی ایسی لونڈی کو بھی جو کوئی کام نہ جانتی ہو، کسی رقم کی ادائیگی کا پابند نہ کرے۔ اس لئے کہ جب اسے معاوضہ کی ادائیگی کے لئے کوئی چیز نہ ملے گی، تو وہ بدکاری کا ارتکاب کرے گی۔ (۵)

## جلد: کوڑے

غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگانا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/۴)

زانی کو رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا نہ دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/۴)

## جلوس: بیٹھنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھتے وقت اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا کرتے تھے۔ (۶)

## جماعۃ:

نماز با جماعت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۱)

## جمعہ:

غسل جمعہ (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/۱د)

نماز جمعہ کا وقت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۶ب)

جمعہ کی اذان (ملاحظہ ہو مادہ: اذان/۳)

نماز جمعہ اور اس کا خطبہ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۲)

جمعہ اور عید اگر ایک ہی دن ہوں تو نماز عید پڑھ لینے والے کے لئے نماز جمعہ کی رخصت (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/۱۲ د)

## جنابہ : جنابت کی حالت

۱۔ وہ امور جن سے جنابت طاری ہوتی ہے۔ حسب ذیل ہیں:

حیض (ملاحظہ ہو مادہ : حیض)

نفاس (ملاحظہ ہو مادہ : نفاس)

منی کا اخراج بشرطیکہ شہوت سے ہو خواہ فرج یا دبر میں ادخال ذکر کے نتیجے میں ہو یا بغیر ادخال کے، اور عضو قبل یا دبر میں داخل کرنا خواہ اس کے نتیجے میں انزال ہو یا نہ ہو۔ (ملاحظہ ہو مادہ : غسل)

۲۔ جنابت کی حالت میں جو امور ناجائز ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

جنابت کی حالت میں نماز پڑھنا، مسجد میں ٹھہرنا، قرآن مجید کی تلاوت اور خانہ کعبہ کا طواف جائز نہیں، اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی قابل ذکر اختلاف ہمارے علم میں نہیں ہے۔ مزید براں حیض اور نفاس والی خواتین کے لئے مجامعت بھی جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا واضح طور پر ارشاد ہے:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ

یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ حیض کا کیا حکم ہے؟ کہو: وہ ایک گندگی کی حالت ہے، اس میں عورتوں سے الگ رہو۔

۳۔ جنابت دور کرنا:

جنابت دور کرنے کے لئے غسل ضروری ہے (ملاحظہ ہو مادہ : غسل) لیکن اگر پانی میسا نہ ہو، یا انسان اسے استعمال نہ کر سکتا ہو، تو پھر تیمم کے ذریعے بھی جنابت دور ہو سکتی ہے۔ ہمارے علم کی حد تک اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے سوا صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اور حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب کا موقف ہم قبل ازیں موسوعہ فقہ عمرؓ میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ : تیمم/۱)

## جنازہ :

جنازے کے لئے کھڑا ہونا (ملاحظہ ہو مادہ : موت/۵)

جنازہ اٹھانا (ملاحظہ ہو مادہ: موت/ ۶)

جنازے کے ساتھ چلنا (ملاحظہ ہو مادہ: موت/ ۷)

مسلمان کا کافر کے جنازے کے ساتھ جانا (ملاحظہ ہو مادہ: موت/ ۷ ب)

جنازہ کی نماز اور اس کے احکام (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۱۹)

## جنایہ:

ہم یہاں "جنایہ" کے بارے میں مندرجہ ذیل شقوں کے ماتحت گفتگو کریں گے:

۱۔ تعریف

۲۔ جنایت کی قسمیں

۳۔ جنایت کے ارکان

الف۔ جنایت کرنے والا شخص۔

ب۔ جس شخص کے خلاف جنایت کی جائے۔

ج۔ وہ گزند جو کسی شخص کو پہنچایا گیا ہو۔

۴۔ جنایت پر مرتب ہونے والے اثرات و نتائج:

الف۔ قصاص

ب۔ دیت

ج۔ کفارہ

د۔ وراثت سے محرومی

### ۱۔ تعریف:

جنایت سے مراد ایسے اقدامات ہیں، جن کے نتیجے میں انسان کی جان تلف ہو جائے یا انسانی جسم کے کسی حصے کو گزند پہنچے۔

### ۲۔ جنایت کی قسمیں:

جنایت کی تین قسمیں ہیں۔ (الف) عمد، (ب) شبہ عمد اور (ج) خطاء

الف۔ جنایت عمد سے مراد ایسی جنایت ہے جس میں انسان کو کسی ایسے آلے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا جائے جس سے بالعموم قتل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے انسان کی موت واقع ہو جائے۔

جنایت عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے. لیکن اگر مقتول کے ورثاء قصاص معاف کر دیں تو دیت مغلظہ کی ادائیگی لازم ہو گی، جو قاتل اپنے مال میں سے ادا کرے گا۔

ب۔ جنایت شبہ عمد سے مراد جنایت کی ایسی قسم ہے جس میں انسان کو کسی ایسے آلے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا جائے، جسے بالعموم قتل کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا اور اس سے انسان کی موت واقع ہو جائے۔

جنایت شبہ عمد کی صورت میں دیت مغلظہ کی ادائیگی واجب ہے اور یہ ادائیگی قاتل کے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو تین برسوں میں بالاقساط کرنا ہو گی۔ جنایت شبہ عمد کی دیت کی ادائیگی کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ألا إن دية الخطا شبه العمد ما كان بالسوط و العصا مائة من الإبل منها أربعون في بطونها أولادها

جنایہ الخطاء شبہ العمد (جو کوڑے یا لاٹھی کے ذریعے وقوع پذیر ہوئی ہو) کی دیت ایک سو اونٹ ہے۔ ان میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ ہونی چاہئیں۔

اس کے علاوہ کفارہ کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔

ج۔ جنایت الخطاء سے مراد جنایت کی ایسی قسم ہے جس میں انسان کے ہاتھوں بلاقصد وارادہ کسی کو چوٹ لگ جائے اور اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے۔

جنایت الخطاء کی صورت میں دیت کی ادائیگی واجب ہے اور یہ ادائیگی قاتل کے باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو تین برسوں میں بالاقساط کرنا ہو گی۔ اور اس کے ساتھ کفارہ کی ادائیگی بھی کرنا ہو گی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا

کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے، الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون

بہادے مگر یہ کہ وہ خود خون بہا معاف کر
دیں۔

۳۔ ارکان الجنایہ:

جنایت کے ارکان حسب ذیل ہیں:

الف۔ جانی، جنایت کا ارتکاب کرنے والا۔

ب۔ مجنی علیہ، جس شخص کے خلاف جنایت کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

ج۔ جنایت، وہ گزند جو کسی شخص کو پہنچایا گیا ہو۔

ذیل میں ہم ان تمام ارکان جنایت پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

الف۔ جانی:

۱) سربراہ حکومت کی جنایت: جنایہ کے سلسلے میں سربراہ حکومت عام لوگوں سے مختلف نہیں ہے۔ جس طرح ایک عام آدمی کے خلاف جنایت کے ارتکاب کی صورت میں قانون کے مطابق کارروائی ہوگی، اسی طرح سربراہ حکومت کے خلاف بھی قانون کے مطابق کارروائی ہوگی۔ اپنی رعیت کے کسی فرد کے خلاف جنایت کے ارتکاب کی صورت میں وہ اپنے آپ کو انصاف کے تقاضوں سے بالاتر نہیں رکھ سکتا ہے، چنانچہ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے خلفاء ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا، یہ دوسری بات ہے کہ ان سے قصاص لیا نہیں گیا۔ (۷)

۲) اندھے کا ارتکاب جنایت: اندھے کی حیثیت سے وہ اپنے راہبر کے ہاتھوں میں ایک آلہ کی مانند ہے۔ اس لئے کہ اس کی ہر حرکت اسی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے لوگوں کے بارے میں بھی بے خبر ہوتا ہے، لہٰذا اپنی حرکات و سکنات کے دوران میں وہ دوسروں کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اور خود بھی نقصان اٹھا سکتا ہے۔ اور اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی حرکات سے دوسروں کو گزند پہنچانے سے احتراز کرے۔ اس لئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے راہبر یا ساتھ بیٹھنے والوں کو کوئی گزند پہنچا دے تو اس کا کوئی قصاص

نہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی اندھے کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اور اندھا اسے کوئی گزند پہنچا دیتا ہے تو اس کا کوئی قصاص نہیں۔ (۸) (ملاحظہ ہو مادہ : اعمی / ۲ ب)

۳) باہم لڑنے والوں کا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا: بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مختلف اشخاص کے درمیان جھگڑا ہو جاتا ہے جس میں ہر فریق دوسرے کو گزند پہنچانے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا اگر کہیں اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہو، تو ایسی صورت میں قصاص کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایسے حالات میں اس "جنایت" کی حیثیت "جنایت عمد" کی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ بات واضح ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو گزند پہنچانے کے خواہاں ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"جب دو انسان آپس میں لڑ رہے ہوں، تو جو گزند وہ ایک دوسرے کو پہنچائیں گے۔ وہی قصاص قرار پائے گا۔" (۹)

۴) ہیجانی کیفیت میں جنایت کا ارتکاب : اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ ہیجانی کیفیت میں جنایت کا حکم وہی ہے جو جنایت الخطاء کا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں قصاص کے بجائے تاوان لازم آئے گا، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو میں ہرمزان، جفینہ اور ابو لؤلؤۃ کی تلاش میں نکلا جو مدینہ منورہ کے ایک محلے میں رہتے تھے، وہ مجھے دیکھتے ہی بھاگ اٹھے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا، اسی دوران میں ان لوگوں کے ہاتھوں سے ایک ایسا خنجر نیچے گرا جس کے دو پھل تھے اور دستہ درمیان میں تھا۔ میں نے خنجر دیکھتے ہی کہا کہ ذرا اس خنجر کو دیکھو جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے۔ لوگوں نے اس خنجر کو جا کر دیکھا تو اسے بالکل ویسا ہی پایا جیسا حضرت عبدالرحمٰن نے بتایا تھا، جب حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب نے اس خنجر کو دیکھا تو وہ اپنی تلوار لے کے باہر نکلے، اور ہرمزان کو قتل کیا، پھر جفینہ کو اور اس کے بعد ابو لؤلؤۃ کی بیٹی کو بھی، جو ابھی بچی تھی، قتل کر دیا، اس کے بعد وہ اسی طرح تلوار سونتے ہوئے کہتے جاتے تھے کہ خدا کی قسم اب میں مدینہ میں کسی لونڈی یا غلام کو

زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگوں کو بھی قتل کر دوں گا۔ لوگوں سے ان کا اشارہ بعض مہاجرین کی طرف تھا۔ لوگوں نے ان پر زور دیا کہ تلوار پھینک دو، کیونکہ لوگ ان کے قریب آنے سے ڈرتے تھے۔ اسی دوران میں حضرت عمرو بن العاص آ گئے اور انہوں نے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ سے بڑی نرمی اور ملائمت سے کہا کہ بھتیجے تلوار مجھے دے دو، چنانچہ انہوں نے تلوار ان کے حوالے کر دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کو جمع کر کے ان سے کہا کہ عبیداللہ بن عمرؓ کے معاملے میں مشورہ دیجئے۔ اس پر اہل اسلام میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ مہاجرین میں سے بعض نے حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو قصاص میں قتل کر دینے کا مشورہ دیا، جبکہ بعض دوسرے لوگوں نے کہا کہ ابھی کل ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے تو کیا آج ان کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ہرمزان اور جفینہ کو غارت کرے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملے پر کافی غور و فکر کرتے رہے بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے ان لوگوں کو ایک ایسی حالت میں قتل کیا تھا، جب ان کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی اور وہ ایسی باتیں اور کام کرنے لگے تھے، جن کی ایک ہوشمند آدمی سے توقع نہیں کی جاتی ہے، اور ان کی یہ دماغی حالت ایسا شبہ ہے جو قصاص ساقط کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کہ حدود کی طرح قصاص بھی شبہات کے نتیجے میں ساقط ہو جاتا ہے۔ ہرمزان اور ابولؤلؤۃ کی بیٹی کا چونکہ کوئی ولی بھی نہیں تھا۔ اس لئے شریعت کی رو سے ان کی ولی خود حکومت تھی۔ گویا دوسرے لفظوں میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ولی تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس صورتحال سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے ایک نسبتاً زیادہ موثر تدبیر اختیار کی جائے، چنانچہ انہوں نے ان لوگوں سے جو حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کے قتل کا مطالبہ کر رہے تھے، مخاطب ہوتے ہوئے سوال کیا اچھا یہ بتاؤ کہ ہرمزان کا ولی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین اس کے ولی تو آپ ہی ہیں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو میں عبیداللہ بن عمرؓ کو معاف کرتا ہوں (۱۰) اور جب ولی قصاص معاف

کر دے تو پھر قصاص کے بدلے میں دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دونوں مقتولین کی دیت کی ادائیگی اپنے ذاتی مال سے فرمائی۔ باقی جہاں تک جفینہ کا تعلق ہے۔ وہ عیسائی ہے اور عیسائی کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جاتا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کی طرف سے اس کی دیت بھی ادا کر دی۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کے حق میں یہ دلیل نہیں دی کہ انہوں نے یہ اقدام ہیجانی کیفیت میں کیا تھا۔ اس لئے ان سے قصاص نہیں لیا جانا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتے تو اس کے لئے انہیں غیر ضروری طور پر طویل بحث و مباحثہ سے سابقہ پڑتا، چنانچہ انہوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ اس معاملے کو بحث کا موضوع بنانے کے بجائے بحیثیت ولی طے کر دیں، اور اغلب یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ اقدام اپنی حکیمانہ حکمت عملی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: امارہ/۴ ز)

۵) کسی یک چشم کی طرف سے کسی دونوں آنکھوں والے شخص کی ایک آنکھ کو گزند پہنچانا: اگر کوئی یک چشم کسی دونوں آنکھوں والے شخص کی ایک آنکھ کو پھوڑ دے۔ تو اس کے بدلے میں وہ یک چشم شخص پوری دیت ادا کرنے کا پابند ہو گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اعور/۳ الف)

ب۔ مجنی علیہ: وہ شخص جس کے خلاف جنایت کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

۱) کسی حیوان کے خلاف جنایت کا ارتکاب: اگر کسی حیوان کے خلاف جنایت کا ارتکاب ہوا ہو تو تاوان کے طور پر اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کی جائے گی، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص نے ایک ایسے کتے کو جو اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا، مار دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے تاوان کے طور پر کتے کے مالک کو آٹھ سو درہم دلائے۔ یہ تاوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت کے پیش نظر مقرر فرمایا

تھا۔ (۱۱)

اسی طرح ایک دوسرے شخص پر جس نے ایک شکاری کتے کو مار دیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کتے کی قیمت کے برابر تاوان عائد کیا جو بیس اونٹوں کے برابر تھا۔ (۱۲)

۲) انسان کے خلاف جنایت کا ارتکاب: کسی انسان کے خلاف جنایت کا ارتکاب یا تو اسے قتل کرنے کی صورت میں ہو گا۔ اور یا پھر اسے جسمانی طور پر کوئی گزند پہنچایا گیا ہو گا، اور ان دونوں صورتوں میں یہ ارتکاب یا تو عمداً کیا گیا ہو گا اور یا پھر سہواً۔

جنایت عمد کی صورت میں قصاص واجب ہو گا، خواہ یہ جنایت قتل نفس کی صورت میں ہو یا کسی شخص کو کوئی جسمانی گزند پہنچایا گیا ہو۔ بشرطیکہ قصاص میں کوئی دوسرا امر مانع نہ ہو، لیکن اگر قصاص لینا کسی وجہ سے ممکن ہی نہ ہو، یا کوئی ایسا سبب ہو جس سے قصاص ساقط ہو گیا ہو، تو ایسی صورت میں دیت ادا کرنا ہو گی۔ جنایت الخطاء کی صورت میں دیت ادا کرنا واجب ہے۔

الف۔ مسلمان کے ہاتھوں کسی غیر مسلم پر جنایت: اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم پر جنایت کرے تو خواہ وہ شخص ذمی ہو یا غیر ذمی، مسلمان سے اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ دیت ادا کی جائے گی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی مسلمان سے مشرک کا قصاص نہیں لیا کرتے تھے۔ ان کے دور میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو عمداً قتل کیا تھا، لیکن انہوں اس سے مقتول کا قصاص نہیں لیا، البتہ اس پر دیت مغلظ یعنی ایک مسلمان کی پوری دیت عائد کی۔ (۱۳) لیکن اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم پر قتل سے کم درجہ کی جنایت کا ارتکاب کیا ہو، تو اس صورت میں قصاص کی ادائیگی کی کیفیت کیا ہو گی؟ تو اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں ہمیں کوئی روایت نہیں ملی، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول اس ضمن میں یہ تھا کہ وہ ایسی جنایات میں اگر وہ عمداً ہوئی ہوں، قصاص تو نہیں لیتے تھے، لیکن دیت کو بڑھا دیتے تھے، اور گمان غالب یہی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس معمول کو برقرار رکھا ہو گا۔ (۱۴)

ب۔ حملہ آور پر جنایت : اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی جان، مال یا عزت پر دست درازی کرتا ہے اور وہ شخص اسے قتل کر دیتا ہے، تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ امام ابن حزم "المحلی" میں روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر اسے قتل کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کے قصاص کو ساقط قرار دیا۔ (۱۵)

البتہ اگر صورتحال ایسی ہو کہ یہ بات یقینی طور پر ثابت نہ ہو سکے کہ آیا متعلقہ شخص نے واقعی حملہ یا زیادتی کرنے میں پہل کی تھی تو نہ تو اس کا خون رائیگاں قرار دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے قصاص کی ادائیگی ہوگی، بلکہ ایسی صورت میں قسامہ یعنی حلف کے ذریعے دیت کی ادائیگی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ مجھے سلیمان بن ہشام نے ایک ایسے شخص کے بارے میں لکھا جو کچھ لوگوں کے احاطہ میں مردہ حالت میں پایا گیا۔ اور ان لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ شخص رات کی تاریکی میں ہمارے ہاں چوری کرنے آیا تھا۔ جب کہ مقتول کے ورثاء کا موقف یہ تھا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، صحیح صورتحال یہ ہے کہ انہوں نے اس شخص کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ وہاں گیا تو اسے قتل کر دیا۔

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن ہشام کو جواب میں لکھا کہ مقتول کے ورثاء میں سے پچاس شخص اس بات کا حلف اٹھائیں کہ قتل کرنے والے گروہ کا الزام جھوٹا ہے۔ مقتول ان کے ہاں چوری کرنے کی غرض سے نہیں گیا تھا، بلکہ انہوں نے خود اسے بلا کر قتل کیا ہے۔ اگر وہ واقعی حلف اٹھالیں تو اس صورت میں قاتل سے قصاص لیا جائے گا، لیکن اگر وہ لوگ حلف اٹھانے سے انکار کر دیں تو ایسی صورت میں قاتل کے گروہ کے پچاس آدمیوں کو حلف دیا جائے۔ وہ قسم اٹھا کر یہ بات کہیں کہ یہ شخص ہمارے ہاں رات کے وقت چوری کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ اور اس صورت میں انہیں خون بہا ادا کرنا ہوگا۔

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ابن باقرہ تغلبی کے معاملے میں یہی فیصلہ دیا تھا، چنانچہ جب اس کے لوگوں نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر دیت عائد کر دی۔ (۱۶)

ج۔ غلام یا لونڈی پر جنایت : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے اس سلسلہ میں یہ تھی کہ غلام اور لونڈی کا شمار چونکہ لوگوں کے مال و متاع میں ہوتا ہے۔ اس لئے لونڈی یا غلام کے قتل پر

قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ صرف غلام یا لونڈی کی قیمت ادا کرنا ہو گی، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے عرب لڑکے کے قتل کے مقدمے میں جو ایک لونڈی سے تھا، یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس کی قیمت کے طور پر پانچ اونٹ ادا کر دیئے جائیں۔ (۱۷)

د۔ یک چشم انسان کی صحیح آنکھ پر جنایت: اگر کوئی ایسا شخص جس کی دونوں آنکھیں صحیح ہوں کسی یک چشم شخص کی صحیح آنکھ پر جنایت کا ارتکاب کرے گا، تو اس کو پوری دیت ادا کرنا ہو گی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اعور / ۳ ب)

ج۔ ضرر رساں اقدام: ضرر رساں اقدام دو قسم کا ہو سکتا ہے، ایک وہ جس کے نتیجے میں انسان کی موت واقع ہو جائے۔ دوم ایسا جس کے نتیجے میں جسم انسانی کے کسی حصے کو گزند پہنچے، لیکن موت واقع نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں جنایت کا ارتکاب عمداً کیا گیا ہو، تو اس کا قصاص ادا کرنا ہو گا۔ البتہ اگر جنایت کا ارتکاب سہواً ہوا ہو۔ تو اس کی دیت ادا کرنا ہو گی۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے بارے میں مندرجہ ذیل روایات ملتی ہیں:

۱) زخم موضحہ کی صورت میں: زخم موضحہ سے مراد ایسا زخم ہے جو ہڈی تک پہنچ کر اسے نمایاں کر دے۔ ایسا زخم اگر عمداً پہنچایا گیا ہو تو اس کا قصاص ضروری ہے اور اگر اس کا ارتکاب سہواً ہوا ہو تو اس کا فیصلہ ثالثی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کوئی حکم ثابت نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایات ہے کہ انہوں نے سر اور چہرے پر ایسے زخم کی صورت میں پوری دیت کے بیسویں حصے کی ادائیگی کا حکم دیا تھا جس کی مقدار پانچ اونٹوں کے برابر بنتی ہے، البتہ اگر ایسا زخم جسم کے کسی ایسے عضو پر ہو جس کی دیت مقرر ہے۔ جیسے ہاتھ، انگلی وغیرہ تو ایسی صورت میں عضو کی دیت کا بیسواں حصہ دینا پڑے گا۔ (۱۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو برقرار رکھا اور اس کے مطابق عمل کیا ہے۔

۲) زخم سمحاق: زخم سمحاق سے مراد ایسے زخم ہیں جو گوشت اور ہڈی کی درمیانی جھلی تک پہنچ جائیں، ایسے زخم بھی اگر عمداً پہنچائے گئے ہوں تو ان کا قصاص ادا کرنا

ضروری ہو گا۔ اور اگر سہواً پہنچے ہوں تو اس کا فیصلہ ثالثی کے ذریعے کیا جائے گا۔ ایسے مقدمات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور ان سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زخم موضحہ کی دیت کے مقابلے میں نصف دیت کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، چنانچہ سنن بیہقی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زخم سمحاق کی صورت میں زخم موضحہ کی دیت کے مقابلے میں نصف دیت کی ادائیگی کا حکم دیا کرتے تھے۔ (۱۹)

۳) ایسی چوٹ جس کے نتیجے میں پاخانہ خطا ہو جائے. مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کسی انسان کو ایسی چوٹ لگنے کی صورت میں جس کے نتیجے میں اس کا پاخانہ خارج ہو جائے، ایک تہائی دیت کی ادائیگی کا حکم دیا کرتے تھے۔ (۲۰)

امام ابن حزم اور حافظ عبدالرزاق حضرت عمر بن عبداللہ بن طلحہ الخزاعی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام ابن عقاب تھا اور جو بڑا لحیم و شحیم تھا کو ایک چھوٹے قد کے شخص نے پکڑ لیا اور اس کے پیٹ پر چڑھ کر اس قدر روندا کہ اس کا پاخانہ نکل گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت سعید بن المسیبؒ کو پیغام بھیج کر ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت سعید بن المسیبؒ نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسے مقدمات میں چالیس دینار یا دیت میں سے چالیس حصوں کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔ حضرت نافع پورے یقین سے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی صورت میں دیت میں سے سو حصوں میں سے چالیس حصوں کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے چالیس اونٹ دیت میں دینے کا حکم دیا تھا۔ (۲۱)

۴) گھونسے یا طمانچے مارنا. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھونسے، طمانچے یا کوڑے کی ضرب کی صورت میں قصاص کا حکم دیا کرتے تھے۔ (۲۲)

۴۔ جنایت پر مرتب ہونے والے اثرات و نتائج:

جنایت کے ارتکاب پر مندرجہ ذیل اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ قصاص: اگر جنایت کا ارتکاب عمداً کیا گیا ہو تو اس کے نتیجے میں قصاص واجب ہوتا

ہے، چنانچہ قتل عمد کی صورت میں بھی قصاص لیا جائے گا۔ اور زخموں کی جن صورتوں میں قصاص لینا ممکن ہو، قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح ایسے گزند کی صورت میں بھی، جس میں باقاعدہ زخم نہ آیا ہو (جیسے گھونسا، طمانچہ وغیرہ) قصاص ضروری ہے، چنانچہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے گھونسے اور طمانچے کی صورت میں قصاص کا حکم دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ج ۴)، اسی طرح ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے امیرالمومنین ہوتے ہوئے خود اپنی ذات کو قصاص کے لئے پیش کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ الف ۱)

ب۔ دیت کی ادائیگی:

۱) کسی معصوم الدم شخص کے قتل عمد کی صورت میں، اگر قصاص معاف کر دیا جائے تو دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے، چنانچہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولی کی حیثیت سے حضرت عبیداللہ بن عمرؓ کے ہاتھوں ہرمزان اور ابو لؤلؤۃ کی بیٹی کے قتل کے معاملے میں قصاص کو تو معاف کر دیا تھا، لیکن دیت کی ادائیگی فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ الف ۴)

اسی طرح اگر قتل عمد کی صورت میں قصاص کی شروط پوری نہ ہو رہی ہوں تو اس صورت میں بھی دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ مجرم نابالغ ہو یا وہ ہوش و حواس کی حالت میں نہ ہو۔ اسی طرح قتل شبہ عمد اور قتل خطاء کی صورت میں بھی دیت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔

۲) دیت کی مقدار: دیت کی دو قسمیں ہیں۔ دیت مغلظہ اور دیت مخففہ، ذیل میں ہم دیت کی ان دونوں قسموں کا تفصیلی ذکر کر رہے ہیں:

۱) دیت مخففہ: دیت مخففہ کی ادائیگی قتل خطاء کی صورت میں کی جاتی ہے اور دیت میں اگر اونٹ دیئے جائیں تو اس کی مقدار حسب ذیل ہے۔ (۲۳)

جذعہ (ایسے اونٹ جو اپنی عمر کے پانچویں سال میں ہوں) تیس عدد

بنت لبون (ایسی اونٹنیاں جو اپنی عمر کے تیسرے سال میں ہوں) تیس عدد

ابن لبون (ایسے اونٹ جو عمر کے تیسرے سال میں ہوں) تیس عدد

بنت مخاض (اونٹ کے ایسے بچے جو عمر کے دوسرے سال میں ہوں) تیس عدد

اگر دیت دیناروں میں ادا کی جائے تو ایک ہزار دینار دینا ہوں گے، چنانچہ شام کے نبطیوں میں سے ایک شخص جو ذمی تھا، ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو اس کا مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ایک ہزار دینار دلوائی۔ (۲۴)

درہموں کی صورت میں دیت کی مقدار بارہ ہزار درہم ہے۔ ایک شخص نے موسم حج میں اپنے گھوڑے سے ایک خاتون کو کچل ڈالا اور اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی جس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حادثہ کے حدود حرم میں وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے اس کی دیت میں ایک تہائی دیت کا اضافہ کر دیا اور اسے آٹھ ہزار درہم کی ادائیگی کا حکم دیا۔ (۲۵) اور اگر کسی خاتون کی دیت کے ساتھ ایک تہائی دیت کا مزید اضافہ کر کے آٹھ ہزار درہم کے برابر رقم بنتی ہے، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ عورت کی اصل دیت چھ ہزار درہم ہے۔ اور عورت کی دیت چونکہ مرد کی دیت کا نصف ہوتی ہے۔ اس لئے مرد کی دیت بارہ ہزار درہم ہوئی۔

ب) دیت مغلظہ: یہاں ہم یہ بیان کریں گے کہ دیت مغلظہ کن حالات میں عائد ہوتی ہے اور اس کی مقدار کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک دیت مغلظہ مندرجہ ذیل صورت میں عائد ہوتی ہے:

### اولاً: قتل عمد کی صورت میں:

ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے قصاص تو نہیں لیا، البتہ اس پر ایک مسلمان کی دیت کے برابر دیت مغلظ عائد کی (۲۶) اسی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ذمی کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیا ہے۔

### ثانیاً: قتل شبہ عمد کی صورت میں:

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، قتل شبہ عمد کی دیت حسب ذیل ہے (۲۷):

- جذعہ
(ایسے اونٹ جو اپنی عمر کے پانچویں سال میں ہوں): چالیس راس

○ حقہ

(ایسے اونٹ جو اپنی عمر کے چوتھے سال میں ہوں ) : تیس راس

○ بنت لبون

(ایسی اونٹنیاں جو اپنی عمر کے تیسرے سال میں ہوں ) : تیس راس

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ دیت کی تغلیظ کے لئے اونٹوں کی عمروں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اس کا اندازہ دیت مغلظہ اور دیت مخففہ کے مابین تقابل سے ہوتا ہے۔

ثالثاً:

اگر جنایت کا ارتکاب حرم کی حدود میں حرمت والے مہینوں میں ہو تو بھی دیت مغلظہ عائد کی جائے گی (۲۸) قطع نظر اس بات کے کہ اس جنایت کا ارتکاب انسان کے خلاف ہوا ہو یا حیوان کے خلاف. جہاں تک حدود حرم میں یا حرمت والے مہینوں میں کسی انسان پر جنایت کے ارتکاب کا تعلق ہے. تو اس سلسلہ میں ہم قبل ازیں یہ واقعہ بیان کر چکے ہیں کہ ایک شخص نے موسم حج میں حدود حرم میں ایک خاتون کو اپنے گھوڑے سے کچل دیا تھا. جس کے نتیجے میں اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی تھی اور اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حادثہ کے حدود حرم میں ہونے کی وجہ سے. آٹھ ہزار درہم دیت مغلظہ عائد کی. جو عورت کی عام دیت سے ایک تہائی زیادہ تھی۔ (۲۹)

جہاں تک حدود حرم میں حیوان پر جنایت کا تعلق ہے. تو اس کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک محرم کی اونٹنی کے سلسلے میں جسے ایک شخص نے ہلاک کر دیا تھا جو تاوان عائد کیا تھا. وہ اس کی قیمت سے ایک تہائی زیادہ تھا۔ اسی طرح ان کی عدالت میں ایک ایسے شخص کو پیش کیا گیا جس نے حرمت والے مہینے کے دوران میں کسی کے ایک گم شدہ جانور کو اپنے ریوڑ میں شامل کر لیا تھا جو بعد میں مر گیا۔ انہوں نے اس شخص پر جو تاوان عائد کیا وہ اس کی قیمت سے ایک تہائی زیادہ تھا۔ (۳۰)

رابعاً:

ذوی الارحام کے خلاف جنایت میں بھی دیت مغلظہ عاید کی جاتی ہے. (۳۱)

۳۔ جنس کے اختلاف سے دیت کی مقدار میں فرق :

جنس کے اختلاف سے دیت کی مقدار میں فرق پڑ جاتا ہے. چنانچہ مرد کی دیت عورت کی دیت سے دگنی ہے۔ اس اعتبار سے اگر مرد کی دیت بارہ ہزار درہم ہے تو عورت کی دیت چھ ہزار درہم ہو گی. اور جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں ذکر کر چکے ہیں. حضرت عثمانؓ اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے. چنانچہ انہوں نے

ایک عورت کی دیت جس پر حدود حرم میں جنایت کی گئی تھی. جس میں وہ ہلاک ہوئی تھی آٹھ ہزار درہم عائد کی تھی جو اس کی اصل دیت سے ایک تہائی زیادہ تھی. اسی طرح انہوں نے مجوسی عورتوں کی دیت ان کے مردوں کے مقابلے میں نصف مقرر فرمائی تھی۔ (۳۲)

۴۔ آزادی یا غلامی سے دیت کی مقدار میں فرق:

اگر ایک آزاد مسلمان مرد کی دیت سو اونٹ. یا ایک ہزار دینار. یا بارہ ہزار درہم کے برابر ہوتی ہے تو ایک غلام کی دیت اس کی قیمت کے برابر ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک غلام یا لونڈی کے کسی حصہ جسم کو گزند پہنچنے کی صورت میں اس حصہ جسم کی دیت کو اس کی قیمت کے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو نسبت کسی آزاد مرد یا عورت کے کسی حصہ جسم کو گزند پہنچنے کی صورت میں عائد کی جانیوالی دیت کو اس کی پوری دیت سے ہوتی ہے.

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے عرب لڑکے کی دیت جو ایک لونڈی سے تھا. پانچ اونٹ مقرر فرمائی۔ (۳۳)

۵۔ دین کے اختلاف کے نتیجے میں دیت میں فرق:

ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں کہ ایک آزاد مسلمان مرد کی دیت ایک سو اونٹ، یا ہزار دینار. یا بارہ ہزار درہم ہے۔

جہاں تک اہل کتاب میں سے کسی آزاد شخص کی دیت کا تعلق ہے تو قتل خطاء کی صورت میں اس کی مقدار چار ہزار درہم ہے۔ (۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی اہل کتاب میں سے آزاد شخص کے قتل خطاء کی دیت یہی تھی۔

اور اگر اہل کتاب میں سے کسی آزاد شخص کو عمداً قتل کیا گیا ہو. تو اس کی دیت. جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے مسلمان کی دیت کے مساوی ہوگی۔ (ملاحظہ ہو مادہ جنایہ / ۴ ب ۲ ب)

مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے. جب کہ مجوسی عورتوں کی دیت اس سے نصف ہے۔ (۳۵)

مجوسیوں کی دیت کی یہ مقدار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمائی تھی۔ (۳۶)

ج۔ کفارہ:

قتل خطاء کی صورت میں کفارہ بھی لازم آتا ہے. اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا۟ | اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک |

(النساء ۹۲) مومن کو غلامی سے آزاد کر دے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے الایہ کہ وہ خود خون بہا معاف کر دیں۔

رہا یہ معاملہ کہ آیا قتل خطاء کے علاوہ قتل کی دوسری صورتوں میں بھی کفارہ کی ادائیگی ضروری ہے، یا نہیں، تو اس سلسلہ میں ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی۔

د۔ وراثت سے محرومی:

اگر جنایت کے نتیجے میں کسی انسان کی موت واقع ہو جائے تو خواہ جنایت کا ارتکاب عمداً ہوا ہو یا سہواً قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۳و۳)

## جنون: (پاگل پن)

۱۔ تعریف

جنون کے معنی ہے عقل و ہوش کا مکمل طور پر چلے جانا۔

۲۔ جنون کے اثرات و نتائج:

الف۔ جنون سے جسمانی عبادات و احکام شریعت مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ بھی ساقط ہو جاتے ہیں اور مختلف جسمانی سزائیں مثلاً حدود، قصاص وغیرہ بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے (ملاحظہ ہو مادہ۔ حد/۳الف)

ب۔ اسی طرح جنون کی حالت میں کئے گئے قولی تصرفات و معاہدات باطل قرار پاتے ہیں، خواہ وہ بیع و شرا، کرایہ، ہبہ وغیرہ کے سلسلے میں کئے گئے ہوں یا ان معاہدوں کی تنسیخ کی گئی ہو۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "نشے اور جنون کی حالت میں دی گئی طلاق کے سوا ہر طرح کی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔" (۳۷) (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق/۲ب ھ)

ج۔ البتہ مختلف مالی واجبات کی ادائیگی جنون سے متاثر نہیں ہوتی، مثلاً بیوی کے نان و نفقہ کی ادائیگی یا تلف کی گئی چیز کے تاوان کی ادائیگی وغیرہ، اس لئے کہ مالی ادائیگیاں مجنون پر بھی اسی طرح واجب ہیں، جس طرح صحیح الدماغ شخص پر۔

د۔ مجنون کے تصرفات پر پابندی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حجر/۲)

## جنین :

جنین سے مراد وہ حمل ہے جو ماں کے پیٹ میں ہو، جنین کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی (ملاحظہ ہو مادہ : صدقۃ الفطر)

## جہاد :

### ۱۔ اسباب جہاد :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نقطہ نگاہ سے جہاد کے بعض اسباب حسب ذیل ہیں :

الف۔ اگر کوئی ایسی قوم جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہو وہ مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ توڑ دے تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل اسکندریہ کی معاہدہ شکنی پر ۲۵ھ میں ان کے خلاف جہاد کیا تھا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول ۲۵ھ میں ان پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں ملک تو بزور قوت فتح ہوا، البتہ شہر پر قبضہ باہمی صلح سے عمل میں آیا۔ (۳۸)

ب) اسی طرح اگر کسی ایسی قوم کی طرف سے، جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ صلح ہو، معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی جائے تو ان سے بھی جہاد کیا جائے گا، چنانچہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۴ھ میں آذربائی جان اور آرمینیہ کے لوگوں نے اس معاہدۂ صلح کی (جو ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا) خلاف ورزی کی تو حضرت ولید بن عقبہ نے ان سے باقاعدہ جنگ کی (۳۹)

### ۲۔ خواتین کا مجاہدین کے ساتھ جانا :

اگر عورت بہادر ہو یا اس کو جہاد کا سابقہ تجربہ ہو تو وہ جہاد کے لئے اپنے مردوں کے ساتھ دشمن ملک کا سفر کر سکتی ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۸ھ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حرام بنت سلمان رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ غزوۂ قبرص میں شرکت کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔ (۴۰)

### ۳۔ جہاد میں شرکت کے لئے والدین سے اجازت طلب کرنا :

ملاحظہ ہو مادہ : استیذان / ۲)

### ۴۔ میدان قتال سے فرار :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک میدان قتال سے فرار گناہ کبیرہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے

شخص کو عذاب جہنم کی وعید سنائی ہے. ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأْوَىٰهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

(الانفال ـ ۱۵ ـ ۱۶)

اے لوگوں! جو ایمان لائے ہو جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دو چار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری۔ الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لئے، تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اس کا حکم صرف غزوۂ بدر تک محدود نہیں ہے. بلکہ یہ ایک عام حکم ہے۔ (۴۱)

۵ـ صلح کے ذریعے جنگ کا خاتمہ:

اگر جنگ کرنیوالی قوم مسلمانوں کے ساتھ جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر صلح کرنا چاہے تو مسلمانوں کے حکمران کو ان کے ساتھ صلح کر لینی چاہئے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں سابور نامی شہر کی فتح صلح کے ذریعے اس شرط پر ہوئی تھی کہ اس کے رہنے والے لوگ تینتیس لاکھ کی رقم بطور جزیہ ادا کریں گے. (۴۲)

۶ـ میدان جنگ میں نماز قصر کرنا:

دشمن سامنے ہونے کی صورت میں مجاہد نماز میں اس طرح قصر کرے گا. جس طرح سفر کی حالت میں نماز قصر کی جاتی ہے. یعنی وہ چار رکعتوں والی نماز کو دو رکعتیں پڑھے گا. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے نام یہ تحریر فرمایا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ جب اپنے گھروں سے بکریاں چرانے یا خرید و فروخت کرنے یا گھومنے پھرنے کے لئے نکلتے ہیں تو بھی نماز کو قصر کرتے ہیں. حالانکہ قصر نماز تو صرف اس شخص کے لئے ہے جو حالت خوف میں ہو یا دشمن کے مقابلے میں حالت جہاد میں ہو (۴۳)

۷۔ جنگی قیدی اور مال غنیمت:

ملاحظہ ہو مادہ (اسر)، مادہ (غنیمت) اور مادہ (سبی)

## جہل: (جہالت، لاعلمی)

حد سے لاعلمی کی بنا پر حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حد/ ۳ ج)

یعنی دین کے معاہدوں میں اگر بدل کا علم نہ ہو تو معاہدے باطل ہو جاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ: بیع/ ۲۔ مادہ: اجارہ/ ۲)

## جوار: ہمسائگی

محض ہمسائگی کی بنیاد پر کسی کے لئے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: شفعہ)

## حرف الجیم (ج)

(۱) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ ابی بکر صدیقؓ و موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، مادہ: جزیہ

(۲) مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۶۹ اور ج (۱۰) ص ۳۲۶، احکام القرآن للجصاص (۳) ص ۹۳

(۳) احکام القرآن (۳) ص ۹۳

(۴) سنن بیہقی (۱) ۴۲۹، کشف الغمہ (۱) ص ۷۸

(۵) عبدالرزاق (۲) ص ۴۸

(۶) کنزالعمال (۹) ص ۲۲۳

(۷) سنن بیہقی (۸) ص ۵۰، کنزالعمال (۱۵) ص ۷۱

(۸) عبدالرزاق (۹) ص ۴۲۱، کشف الغمہ (۲) ص ۱۲۶، کنزالعمال (۱۵) ص ۹۸

(۹) کشف الغمہ (۲) ۱۴۳، کنزالعمال (۱۵) ص ۱۱۳

(۱۰) البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۴۹، سنن بیہقی (۸) ص ۶۲، المحلی (۱۱) ۱۱۴

(۱۱) المحلی (۱۰) ص ۵۲۴

(۱۲) سنن بیہقی (۶) ص ۷

(۱۳) سنن بیہقی (۸) ص ۳۳، عبدالرزاق (۱۰) ص ۹۶، نیل الاوطار (۷) ص ۱۵۱، المحلی (۱۰) ص ۳۴۹، الاعتبار ص ۱۹۰، المغنی (۷) ص ۶۵۲ اور ۷۹۵، کنزالعمال ۱۵ ص ۷۵

(۱۴) موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، مادہ: جنایہ / ۳ ب الف

(۱۵) المحلی (۸) ص ۲۵۲

(۱۶) المحلی (۱۱) ص ۶۶

(۱۷) المحلی (۹) ص ۱۲۶

(۱۸) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن خطاب مادہ: جنایہ / ۵ ب، ۴ھ

(۱۹) سنن بیہقی (۸) ص ۸۳، کنزالعمال (۱۵) ص ۱۰۷، المغنی (۸) ص ۵۵

(۲۰) عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۴، المحلی (۱۰) ص ۴۵۹، کنزالعمال ۱۵ ص ۱۱۲، المغنی (۷) ص ۸۳۵

(۲۱) عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۴، المحلی (۱۰) ص ۴۵۹

(۲۲) المحلی (۸) ص ۳۰۸ اور ج (۹) ص ۱۲۶

(۲۳) کتاب الخراج، ابی یوسف ص ۱۸۶، سنن بیہقی (۸) ص ۴۷، کنزالعمال (۵) ص ۱۱۱ و ۱۱۳

(۲۴) سنن بیہقی (۸) ص ۳۳، المغنی (۷) ص ۷۹۵

(۲۵) عبدالرزاق (۹) ص ۲۹۸، المحلی (۱۰) ص ۳۹۶

(۲۶) ملاحظہ ہو سنن البیہقی (۸) ص ۳۳، مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۹۵، ۹۶، کنزالعمال (۵) ص ۱۰۴۔ المغنی (۷) ص ۷۹۳، و ۷۹۵

(۲۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۹) ص ۲۸۵، سنن بیہقی (۸) ص ۷۹، کتاب الخراج از امام ابو یوسف ص ۱۸۶، کنزالعمال (۵) ص ۱۱۱، ۱۱۲

(۲۸) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۷۷۲

(۲۹) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۹) ص ۲۹۸، سنن بیہقی (۸) ص ۷۱، ۹۵، المحلی (۱۰) ص ۳۹۶، المغنی (۷) ص ۷۷۲

(۳۰) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۹) ع ص ۳۰۲، المحلی (۱۰) ص ۳۲۵

(۳۱) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۷۷۲

(۳۲) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۷۹۶

(۳۳) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۱۲۶

(۳۴) بیہقی (۸) ص ۱۰۰، المغنی (۷) ص ۷۹۳

(۳۵) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۷۹۶

(۳۶) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطاب مادہ: جنایہ / ۵ ب ۳ د

(۳۷) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳) ص ۲۶۸۔ سنن بیہقی (۷) ص ۳۵۹، المحلی (۱۰) ص ۲۰۹، ۳۴۷ کشف الغمہ (۲) ص ۹۹ اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۶ ب

(۳۸) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۱

(۳۹) حوالہ سابق ص ۱۴۹

(۴۰) حوالہ سابق ص ۱۵۳، نیز حضرت ام حرامؓ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو الاصابہ از امام ابن حجر

(۴۱) ملاحظہ ہو المحلی (۷) ص ۲۹۳

(۴۲) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۱

(۴۳) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۵۲۱، المحلی (۵) ص ۲، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱۲ ب، سنن بیہقی (۳) ص ۱۳۷

# حرف الحاء

## ـــ ح ـــ

### حبل:

(ملاحظہ ہو مادہ : حمل)

### حج:

۱۔ احکام حج کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا علم:

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگوں کی یہ رائے تھی کہ احکام حج کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا علم سب سے زیادہ تھا، پھر ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ تھا۔ (۱)

۲۔ حج المعتدہ : (عدت گزارنے والی خاتون کا حج)

جیسا کہ معلوم ہے کہ عدت کے دوران میں عورت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم رہے، اور عدت کے پورا ہونے تک سفر نہ کرے، اس لئے کہ سفر کی حالت میں اسے اپنے گھر سے منتقل ہو کر دوسرے گھروں میں رات گزارنی پڑے گی، اور حج میں سفر ناگزیر ہے۔ اسی لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ دوران عدت کسی خاتون پر حج کرنا لازم نہیں ہے، چنانچہ وہ عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے لئے نکلنے والی خواتین کو جحفہ اور ذوالحلیفہ سے واپس کر دیا کرتے تھے۔ (۲)

۳۔ حج کی نیت کرنا اور احرام باندھنا:

الف۔ جب کوئی شخص حج کی نیت کر کے تلبیہ کہتے ہوئے احرام باندھ لیتا ہے تو حج کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اسے نہ منسوخ کر سکتا ہے اور نہ اسے چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کر سکتا ہے الا یہ کہ اس نے اپنی نیت کے دوران میں کوئی ایسی شرط عائد کر دی ہو، مثلاً اس نے حج کی نیت کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ اے اللہ میں حج کا ارادہ کر رہا ہوں، لیکن اگر مجھے کوئی بیماری لاحق ہو گئی یا چوٹ آ گئی یا قید ہو گیا، تو میں احرام کھول کر حلال ہو جاؤں گا۔
یا اس نے حج کی نیت کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ اے اللہ اگر تو نے میرے لئے آسانی مہیا فرمائی تو میں حج کی نیت کرتا ہوں، ورنہ عمرہ کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسی شرط عائد کرنے میں

کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے. چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو عرفات میں کھڑے دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اس سلسلہ میں کوئی شرط عائد کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں! (۳)

ب  حج افراد، یا حج تمتع یا حج قران کی نیت کرنا:

۱۔  حاجی کے لئے حج افراد کی نیت کرنا بھی جائز ہے اور حج تمتع کی بھی. حج تمتع یہ ہے. کہ انسان حج کے مخصوص مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کرے۔ اس کے بعد احرام کھول دے اور حج تک بغیر احرام کے ہی مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اس کے بعد مکہ مکرمہ ہی سے حج کا احرام باندھے۔

اسی طرح حاجی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ حج قران کی نیت کرے. حج قران سے مراد یہ ہے کہ حاجی بیک وقت حج اور عمرہ کی نیت کرے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حج تمتع اور حج قران صرف آفاقی حاجیوں کے لئے مختص ہیں. جہاں تک اہل مکہ کا تعلق ہے. ان کے لئے صرف حج افراد کی اجازت ہے. چنانچہ حضرت عثمانؓ اہل مکہ سے فرمایا کرتے تھے کہ حج کے ساتھ عمرہ کی سہولت صرف ہمارے لئے ہے. آپ لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ (۴)

۲)۔۔ حج کی سب سے اعلیٰ قسم حج افراد ہے. اس لئے کہ مکمل حج صرف حج افراد کی شکل میں ہی ہوتا ہے. رہا عمرے کا معاملہ تو جس شخص کو عمرہ کرنا ہو وہ حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں عمرہ کرے۔ حرم شریف میں عمرے کی ادائیگی کا سلسلہ پورے سال جاری رہتا ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو حج تمتع اور حج قران سے منع کرتے تھے اور حج افراد کا حکم دیا کرتے تھے. یہ ایک ایسا حکم تھا جس کا مقصد لوگوں کو ایک ایسے عمل کی ترغیب دینا تھا جو افضل ہے۔ (۵)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا. وہ اس وقت مویشیوں کو پانی پلانے کی جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور اپنے اونٹوں کے بچوں کو آٹا اور درختوں کے پتے گھول گھول کر پلا رہے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ عثمانؓ کو دیکھئے. وہ لوگوں کو حج قران اور حج تمتع کرنے سے منع کر رہے ہیں. اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے. درآنحالیکہ ان کے

ہاتھوں پر آٹے اور پانی میں گھولے ہوئے پتوں کے آثار موجود تھے. بلکہ مجھے یہ بات کہ ان کے بازوؤں پر گھولے ہوئے پتوں اور آٹے کے آثار موجود تھے کبھی نہیں بھولتی۔ اسی حالت میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے کہ کیا آپ لوگوں کو حج قران اور تمتع سے منع کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! یہ میری رائے ہے۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ اے اللہ! میں حج اور عمرہ، دونوں کی بیک وقت نیت کرتا ہوں (٦)

ایک دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے بارے میں یہ سنا کہ اس نے حج اور عمرے کی اکٹھی نیت کی ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ حج اور عمرے کی نیت کرنے والے اس شخص کو میرے پاس لایا جائے۔ جب وہ ان کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے اس کو پیٹا اور پھر قید کر دیا۔ (٧)

ج۔ حاجی احرام باندھتے ہوئے حج کی نیت کرتا ہے اور اس کے لئے وہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا شروع کرتا ہے۔ اور تلبیہ پڑھنے کا یہ سلسلہ دس ذوالحج کو جمرہ عقبہ کی رمی تک جاری رکھنا ہوتا ہے۔ (٨)

۴۔ احرام باندھنا:

حج کا احرام باندھنے اور احرام کے دوران میں ملحوظ رکھی جانے والی پابندیوں کے بارے میں ملاحظہ ہو (مادہ: احرام)

۵۔ طواف القدوم:

جب حاجی مکہ مکرمہ پہنچے تو سب سے پہلے اسے طواف قدوم کرنا چاہئے۔ طواف قدوم میں حاجی کعبہ شریف کے گرد سات چکر لگاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد طواف قدوم سے پہلے کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ (٩)

طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ رمل کرے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہ تھا کہ وہ طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا کرتے تھے. یعنی اکڑتے ہوئے تیز تیز چلا کرتے تھے (١٠)

طواف میں خانہ کعبہ کی مغربی سمت میں واقع کونوں کا استلام نہیں کرنا چاہئے۔ ہر چکر میں صرف آخری دو کونوں (رکن یمانی اور حجر اسود) کا استلام کیا جانا چاہئے. چنانچہ حضرت یعلی بن امیہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خانہ کعبہ کا طواف کیا. طواف کا آغاز کرتے ہوئے ہم نے حجر اسود کا استلام کیا. میں اس وقت خانہ کعبہ کے بالکل قریب تھا۔ اس کے بعد جب ہم مغربی کونے کے پاس جو حجر اسود کے بعد آتا ہے. پہنچے تو میں نے ان کا ہاتھ کھینچا کہ وہ یہاں پر بھی استلام کر لیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے پوچھا کہ آیا آپ یہاں استلام نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ طواف نہیں کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں. میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ طواف کیا ہے۔ اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کے مغربی دو کونوں کا استلام کرتے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا. نہیں. اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا پھر تم نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار نہیں کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر اس کا استلام کرنے سے باز رہو۔ (۱۱)

۶۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا:

طواف قدوم کے بعد صفا اور مروہ کے مابین سعی کی جاتی ہے. سعی کا آغاز صفا سے ہوتا ہے اور اختتام مروہ پر. یہ ضروری نہیں ہے کہ سعی میں صفا اور مروہ کی چوٹیوں پر چڑھا جائے. بلکہ ان کے دامن میں کھڑا ہونا کافی ہے. چنانچہ ابن ابی نجیح اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بعض ایسے لوگوں نے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرتے دیکھا ہے بتایا ہے کہ وہ صفا کے دامن میں گڑھے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ صفا کے اوپر نہیں چڑھتے تھے۔ (۱۲)

۷۔ وقوف عرفہ:

نو ذوالحج کو طلوع آفتاب کے بعد حجاج کرام عرفات کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں اور پھر غروب آفتاب تک دعائیں کرتے اور تلبیہ کہتے ہوئے وہیں قیام کرتے ہیں اور جب سورج غروب ہو جائے تو وہاں سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔ (۱۳)

عرفہ کے دن حاجیوں کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے. تاکہ روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے ان میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و مناجات کی بھرپور قوت پیدا ہو سکے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب یوم عرفہ کے روزے کے

بارے میں دریافت کیاتوانہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سب کے ساتھ حج کیا ہے، ان میں سے کسی نے بھی یوم عرفہ کو روزہ نہیں رکھا تھا، لہٰذا میں بھی یوم عرفہ روزہ نہیں رکھتا اور نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ (۱۴)

لیکن اگر کوئی حاجی اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہو، تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے، چنانچہ جب حضرت حسن بصریؒ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شدید گرمی کے موسم میں یوم عرفہ کا روزہ رکھا تھا۔ انہوں نے گرمی سے بچنے کے لئے اپنے اوپر سایہ کر رکھا تھا۔ (۱۵)

۸۔ دوران حج مسافر کے لئے نماز قصر کرنے کا حکم:

آفاقی اگر مکہ مکرمہ میں قیام کا ارادہ نہیں رکھتا ہے، تو حج کے دوران میں اپنی نمازیں قصر کر کے پڑھے گا، البتہ اگر اس کا ارادہ قیام کرنے کا ہو تو پھر وہ پوری نمازیں ادا کرے گا۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول ۲۹ھ تک تو یہ رہا کہ وہ جب بھی حج یا عمرے کے لئے مکہ مکرمہ جاتے تو قصر نماز ادا کرتے تھے لیکن ۲۹ھ میں انہوں نے منیٰ میں لوگوں کو پوری نماز پڑھائی،

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی سات برسوں میں حج کے موقع پر ہمیشہ قصر نماز پڑھی، اس کے بعد وہ اپنے قیام منیٰ کے دوران میں پوری نماز پڑھتے رہے (۱۶)

مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی برسوں میں سفر کے دوران میں قصر نماز پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد انہوں نے پوری نماز پڑھنا شروع کر دی۔ (۱۷)

علمائے کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جو حج کے موقع پر دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ بعض علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اس حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں قیام کا ارادہ کر لیا تھا، اس لئے کہ انہوں نے وہاں شادی کر لی تھی، چنانچہ جب لوگوں نے انہیں حج کے دوران میں دو کے بجائے چار رکعت نماز پڑھنے پر مورد الزام ٹھہرایا تو انہوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا،

"لوگو! میرا معاملہ یہ ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد یہاں شادی کر لی تھی۔ اور میں نے نبی

کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جس شہر میں شادی کر لیتا ہے اسے اس شہر میں مقیم لوگوں کے مطابق نماز ادا کرنا ہوگی (۱۸)

— بعض دوسرے علمائے کرام کا یہ خیال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سال اپنے منیٰ میں قیام کے دوران میں اس لئے چار رکعت نماز پڑھی کہ انہیں معلوم ہوا کہ اس سال دیہاتی لوگوں کی بہت بڑی تعداد حج کے لئے آئی ہوئی ہے. لہٰذا انہوں نے انہیں چار رکعت نماز پڑھائی تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ نماز دو رکعت نہیں بلکہ چار رکعت ہوتی ہے. چنانچہ امام زہری ؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیام منیٰ کے دوران میں چار رکعت نماز صرف دیہاتیوں کی وجہ سے پڑھی تھی اس لئے کہ اس سال وہ بہت بڑی تعداد میں فریضہ حج ادا کر رہے تھے لہٰذا انہوں نے انہیں چار رکعت نماز پڑھائی تاکہ انہیں اس بات کی تعلیم دی جا سکے کہ نماز چار رکعت ہوتی ہے. (۱۹)

— اور بعض دوسرے علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفر کے دوران میں نماز قصر کرنے کو صرف جائز سمجھتے تھے. واجب نہیں سمجھتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ نماز کا قصر کرنا یا پورا پڑھنا خود مسافر کی صوابدید پر ہے. لہٰذا وہ اپنی خلافت کے ابتدائی برسوں میں تو قصر نماز پڑھتے رہے. لیکن آخری برسوں میں انہوں نے اپنی پوری نماز پڑھنا شروع کر دی. اور یہی رائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی ہے۔ (۲۰)

۹— تلبیہ کہنا بند کرنا:

ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ حاجی کو احرام باندھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کرنا ہوتا ہے اور تلبیہ کا یہ سلسلہ جمرہ عقبہ کی رمی تک جاری رہتا ہے. چنانچہ حضرت عثمان ؓ کا معمول بھی اس کے مطابق تھا۔

## حجامت: (سینگی لگانا)

۱— حجامت کے معنی سینگی کے ذریعے علاج معالجہ کرنے کے ہیں اور سینگی لگانے سے زخم سے خون یا پیپ کو چوس کر نکالنا مراد ہے۔

۲— سینگی لگانے کے کام کو بطور پیشہ اختیار کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سینگی لگانے کے کام کو بطور پیشہ اختیار کرنا مکروہ خیال کرتے تھے (۲۱)

چنانچہ حضرت سعد بن محیصہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینگی لگانے کی اجرت لینے کے بارے میں اجازت چاہی تو آپ نے اسے منع کر دیا۔ ان کا ایک آزاد کردہ غلام تھا جو سینگی لگانے کا کام کرتا تھا. لہٰذا وہ آپ سے مسلسل سوال کرتے رہے اور

اجازت چاہتے رہے۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ نے انہیں یہ جواب دیا کہ اس کی اجرت سے اونٹوں کو چارہ اور اپنے غلاموں کو کھانا کھلا دیا کرو (۲۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقارب میں سے ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے اس سے اس کے ذریعہ معاش کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا ذریعہ معاش حمام میں حاصل ہونے والی آمدنی اور سینگی لگانے کی اجرت ہے اور اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمہارے دونوں پیشے گندے ہیں۔ یا یہ فرمایا کہ ناپاک ہیں۔ (۲۳)

اور جب حضرت عثمانؓ سینگی لگانے کی آمدنی کو مکروہ خیال کرتے تھے تو اس سے از خود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ سینگی لگانے کے پیشے کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے خون کو جو ناپاک ہوتا ہے۔ منہ میں داخل کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ ایک گندا کام ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اجارہ / ۳ الف)

## حجب: (وراثت سے محرومی)

### ۱۔ تعریف:

حجب سے مراد وراثت سے محروم ہونا ہے۔

### ۲۔ حجب کی قسمیں:

حجب کی دو قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

پہلی قسم:

حجب کی پہلی قسم "حجب حرمان" ہے۔ جس سے کسی شخص کا وراثت سے مکمل طور پر محروم ہو جانا ہے۔ اور ہم اس بارے میں گذشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۳ د)

دوسری قسم:

حجب کی دوسری قسم "حجب نقصان" ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی وارث کا حصہ کسی خاص سبب کی وجہ سے، مقررہ حصہ سے کم ہو جائے جیسے اگر بیوی اولاد والی ہو تو اس کے خاوند کو اس کی وراثت میں سے نصف کے بجائے چوتھا حصہ ملے گا (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۴ ب)

اسی طرح اگر خاوند کی اولاد ہو تو بیوی کو اس کی وراثت میں سے چوتھے حصے کی بجائے آٹھواں حصہ ملے گا۔ یا مثلاً اگر میت صاحب اولاد ہو اور اس کے بہن بھائی ہوں تو اس کی والدہ کو ایک تہائی کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۴ ز)

## حجر:

۱۔ تعریف:

حجر سے مراد یہ ہے کہ کسی شرعی سبب کی بنا پر کسی شخص کے قولی تصرفات پر پابندی عائد کر دی جائے۔

۲۔ حجر کے اسباب:

الف۔ عقل و شعور کا فقدان:

فاقد العقل شخص مثلاً نابالغ اور ناسمجھ بچہ، دیوانہ اور نشے میں مدہوش شخص۔ ان کے تمام قولی تصرفات ناجائز قرار پائیں گے۔ خواہ اس طرح کے تصرفات کلیتاً نفع بخش ہی ہوں، جیسے کسی سے ہبہ وغیرہ کا قبول کرنا۔ یا سراسر نقصان دہ ہوں جیسے کسی کو کوئی چیز تبرع یا ہدیئے کے طور پر دینا، یا پھر ان دونوں قسم کے تصرفات کے مابین کوئی ایسی صورت ہو جس میں نفع و نقصان، دونوں پائے جاتے ہوں۔ مثلاً عقود معاوضہ، یعنی خرید و فروخت اور کرایہ یا اجرت وغیرہ کے معاہدے (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/ ۲ د، مادہ: جنون/ ۲ ب)

ب: سفاہت و حماقت:

سفاہت و حماقت سے مراد مال میں غلط طریقے سے تصرف کرنا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی رائے یہ تھی کہ ایسے شخص کے تصرفات پر جو اپنے مال میں غلط طریقے سے تصرف کرتا ہو، پابندی عائد کرنا چاہئے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے ایک زمین ساٹھ ہزار دینار میں خریدی۔ جب اس بات کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے یہ قرار دیا کہ اس زمین کی اس قدر زیادہ قیمت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے ساتھ صریح دھوکا ہوا ہے، بلکہ اس نے ایک ایسا تصرف کیا ہے جو انتہائی احمقانہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس معاملے کو امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائیں گے، تاکہ وہ عبداللہ بن جعفرؓ کی حماقت اور غلط تصرف کے باعث ان کے تصرفات پر پابندی عائد کر دیں۔ جب یہ بات عبداللہ بن جعفرؓ کو معلوم ہوئی تو وہ فوری طور پر حضرت زبیرؓ کے پاس جو ایک ماہر تاجر تھے پہنچے اور ان سے کہا کہ میں نے اتنے اور اتنے میں ایک سودا کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہنا چاہتے ہیں کہ وہ میرے تصرفات پر پابندی عائد کر دیں۔ حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا میں اس سودے

میں تمہارا شریک ہوں۔ ادھر حضرت علیؓ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے نے ساٹھ ہزار دینار کے بدلے میں ایک بنجر زمین خریدی ہے۔ حالانکہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں اسے اپنی جوتی کے بدلے میں خریدوں۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس سودے میں مَیں بھی عبداللہ بن جعفرؓ کا شریک ہوں۔ یہ بات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ میں ایسے شخص پر جس کے شریک کار حضرت زبیرؓ جیسے لوگ ہوں کیسے پابندی عائد کر سکتا ہوں (۲۴)

اس ارشاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم عبداللہ بن جعفر پر ایک ایسے تصرف کی وجہ سے سفیہ ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے جس میں ان کے شریک کاروبار حضرت زبیرؓ جیسے لوگ ہوں اس لئے کہ زبیرؓ اپنی تاجرانہ تجربہ کاری کے باعث کسی ایسے سودے میں جو احمقانہ یا گھاٹے کا ہو، شریک نہیں ہو سکتے۔

ج۔ الفلس: دیوالیہ پن:

مفلس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے اخراجات آمدنی سے زیادہ ہوں جس کی وجہ سے وہ اپنے قرضوں کی ادائیگی نہ کر سکتا ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایسے شخص کے تمام تصرفات پر پابندی عائد کر دی جائے۔ مفلس پر اس پابندی کے بعد قرض خواہ اس کی جائداد کو اپنے اپنے قرضوں کی مقدار کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ لیکن اگر کسی قرض خواہ کو ایسے شخص کے پاس اپنی فروخت کردہ کوئی چیز بعینہٖ مل جائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے سودے کو منسوخ کر کے اپنی چیز واپس لے لے (۲۵) اس لئے کہ وہ اس چیز کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے۔

## حد:

### ۱۔ تعریف:

حد سے مراد وہ مخصوص سزا ہے جو کسی مخصوص جرم کے ارتکاب پر دیجاتی ہے۔

### ۲ حد قائم کرنے کا اختیار:

حدود کا قیام بنیادی طور پر حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے حد اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور یہ حق صرف امام ہی صحیح طور پر پورا کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن یزید

پر ( جنہوں نے ایک ایسی لونڈی کو قتل کر دیا تھا جس نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر جادو کیا تھا ) شدید ناپسندیدگی ظاہر کی تھی۔ ان کی اس باز پرس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس لونڈی کو ان کی اجازت کے بغیر قتل کیا گیا تھا (۲۶)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا تھا اور اس لونڈی نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا. اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید کو حکم دیا کہ اس لونڈی کو قتل کر دیا جائے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اقدام کو ناپسند فرمایا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گذارش کی کہ آپ ایک ایسی عورت کے قتل پر جس نے ام المومنینؓ پر جادو کیا اور پھر اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اظہار ناپسندیدگی نہ کریں. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ (۲۷)

مصنف امام ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے قتل پر ناپسندیدگی کا اظہار اس لئے فرمایا تھا کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر قتل کی گئی تھی۔ (۲۸)

امام کے لئے یہ بات بالکل جائز ہے کہ وہ حد قائم کرنے کی ذمہ داری نیابتاً کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ پر شراب پینے کے جرم میں حد قائم کرنے کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دی تھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری اپنے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دی. لیکن حضرت حسنؓ نے یہ ذمہ داری نبھانے سے معذرت کر دی۔ جس کے بعد حضرت علیؓ نے ان کی جگہ یہ ذمہ داری حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دی. چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اسے کوڑے لگائے اور حضرت علیؓ گنتی کرتے رہے۔ (۲۹) (ملاحظہ ہو مادہ. اشربہ / ۲ ب)

ب ) خلیفہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ حد قائم کرنے کے وقت خود بھی موقع پر موجود رہے. چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حد قائم کرنے کے لئے اپنی جگہ حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا اور ایک دوسرے موقع پر وہ ایک عورت کو رجم کرنے کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ خود موقع پر موجود نہیں ہوتے ہیں۔ (۳۰)

ج۔ اگر کوئی شخص مجرم پر حد قائم کرنے کے حکومت کے اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ تو غلط کام کرتا ہے. چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ

روایت نقل کی گئی ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا اور پھر اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا۔ اس پر ام المومنینؓ نے عبدالرحمٰن بن زید رضی اللہ عنہ کو اس لونڈی کو قتل کر دینے کا حکم دیا. جنہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس اقدام کو ناپسند فرمایا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ام المومنینؓ پر ایک ایسی عورت کے قتل کے سلسلے میں اظہار ناپسندیدگی نہ کریں جس نے ان پر جادو کیا اور پھر اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا. یہ بات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے (۳۱)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کو جائز نہیں قرار دیتے تھے کہ کوئی مالک اپنے غلام پر بطور خود حد قائم کرے. لیکن اس بات کو ناپسند کرنے کے باوجود وہ محض ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے خاموش رہے. علاوہ ازیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اسے اجتہاد سمجھے ہوں۔ اور اجتہاد سے اجتہاد کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ایک اجتہاد کی بنیاد پر دوسرے اجتہاد کو باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔

۴۔ حد قائم کرنے کے لئے شرائط:

کسی شخص پر اس وقت تک حد قائم نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ مندرجہ ذیل شرائط پوری نہ ہوں:

الف ـ عقلمند ہونا.

اور یہ شرط انسان کے بالغ ہونے کے بعد ہی پوری ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص بلوغت سے پہلے کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کبھی کسی نابالغ پر حد نہیں قائم کرتے تھے۔ روایت ہے کہ ان کی عدالت میں ایک ایسے لڑکے کو حاضر کیا گیا جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ذرا اس کے زیر ناف بالوں کا جائزہ لو اور جب لوگوں نے اس کا جائزہ لیا تو انہیں پتہ چلا کہ ابھی اس کے زیر ناف بال نہیں اگے۔ گویا وہ ابھی تک بالغ نہیں ہوا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا. یعنی اس پر حد سرقہ نہیں نافذ کی جائے گی۔ (۳۲) اس کے ساتھ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ جس شخص کے زیر ناف بال اگ آئے ہوں اس پر حد قائم کرنا ضروری ہو جاتا ہے (۳۳) اور جب ایک نابالغ شخص پر محض اس لئے حد نہیں قائم کی جاتی کہ وہ ناقص العقل ہے. تو پھر ایک پاگل اور مخبوط الحواس شخص پر جو مکمل طور پر عقل

سے عاری ہوتا ہے۔ حد نہ قائم کرنا بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔

ب اپنی آزاد مرضی سے جرم کا ارتکاب کرنا:

اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ کسی ایسے شخص پر حد نافذ نہیں کی جائے گی جسے کسی قابل حد جرم کے ارتکاب پر زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔

ج۔ جرم کے حرام ہونے کا علم ہونا:

کسی ایسے شخص پر جو لاعلمی کی حالت میں کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے. حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ حد صرف اس شخص پر قائم کی جاتی ہے جو جرم کے جرم ہونے کے بارے میں جانتا ہے۔ (۳۴)

حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ نے ان سے بیان کیا ہے کہ ان کے والد عبدالرحمٰن بن حاطب نے اپنی وفات کے وقت اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو جو نماز اور روزے کا اہتمام کرتے تھے آزاد کر دیا تھا. ان میں ایک ایسی لونڈی بھی تھی جو نماز اور روزے کا اہتمام تو کرتی تھی. لیکن عجمیہ ہونے کی وجہ سے وہ دین کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی. یعنی اس اعتبار سے وہ بالکل جاہل تھی۔ اس کے حاملہ ہونے کا پتہ چلا تو وہ حد درجہ حیران اور پریشان ہوئے۔ وہ لونڈی باکرہ نہیں تھی۔ عبدالرحمٰن بن حاطب اسی پریشانی اور خوف کے عالم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ ان کے سامنے بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کبھی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لونڈی کو بلا بھیجا اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم حاملہ ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں مجھے مرعوش کا حمل ہے اور اس نے مجھے اس کے بدلے میں دو درہم دیئے ہیں. اتفاق سے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے. چنانچہ آپ نے ان حضرات سے فرمایا کہ آپ سب حضرات مجھے اس معاملے میں مشورہ دیجئے۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو بیٹھے ہوئے تھے یہ بات سن کر لیٹ گئے. جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا جواب یہ تھا کہ اس لونڈی پر حد واجب ہو چکی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ مشورہ دیجئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

دریافت فرمایا کہ آپ کے دوسرے دو بھائیوں نے تو آپ کو مشورہ دے دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، آپ بھی مشورہ دیجئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے تو یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ لونڈی اس فعل کو اس طرح ہر جگہ بیان کرتی پھر رہی ہے کہ گویا وہ اس کے جرم اور گناہ ہونے کے بارے میں بالکل بے خبر ہے۔ اور حد تو صرف اس شخص پر نافذ کی جاتی ہے جو اس فعل کے جرم اور گناہ کے ہونے کے بارے میں جانتا ہو۔

ان کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ لونڈی کو تعزیر کے طور پر ایک سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے. چنانچہ اس کے مطابق اسے ایک سو کوڑے مارے گئے۔ اور پھر اس کے بعد اسے جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے بالکل صحیح کہا ہے. قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، حد صرف اس شخص پر نافذ ہوگی جسے اپنے فعل کے حرام اور گناہ ہونے اور اس کی حد کا علم ہو۔ (۳۵)

۴۔ حدود کے اثبات کا طریق کار:

الف) اقرار کے ذریعے:

گذشتہ (حد، شق/۳۔ج) میں مذکور واقعے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لونڈی کو اس کے اقرار کی وجہ سے رجم کی سزا دینا ہی چاہتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نشاندہی پر کہ اسے اپنے فعل کے جرم اور اس کی سزا کا علم نہیں ہے لہٰذا اس پر حد نافذ نہیں ہو سکتی آپ نے حد کے نفاذ کو روک دیا تھا. اسی طرح قاضی کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اقرار جرم کرنے والے شخص کو اشارۃً اجتناب اور رجوع کی تلقین کرے. چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک چور کو پیش کیا گیا. تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک خوبصورت اور وجیہہ شخص ہو. لہٰذا تم جیسے شخص کو تو چوری کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔ کیا تم قرآن کریم میں سے کچھ پڑھنا جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! میں سورۂ بقرہ پڑھنا جانتا ہوں۔ (۳۶)

ب۔ گواہی کے ذریعے:

اثبات حد کا دوسرا ذریعہ گواہی ہے۔ زنا کے سوا باقی حدود میں دو مرد گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ جب کہ زنا کی حد کے لئے چار مردوں کی گواہی ناگزیر ہے۔

| | |
|---|---|
| وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (النساء...۱۵) | اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لے لو۔ |

ج۔ ٹھوس قرائن کے ذریعے:

اثبات حد کا تیسرا ذریعہ ٹھوس قرائن ہیں، مثلاً شراب کی قے کرنا. اس لئے کہ شراب کی قے دراصل شراب پینے کی دلیل ہے. چنانچہ حصین بن منذر رقاشی کی روایت ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا۔ ان کے سامنے ولید بن عقبہ کو پیش کیا گیا. ان کے خلاف حمران اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی. ایک نے کہا کہ میں نے انہیں خود شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے. جب کہ دوسرے نے کہا کہ میں نے انہیں شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے. اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اس نے شراب پی نہ ہوتی تو شراب کی قے کیسے کرتا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اٹھیں اور اس شخص کو کوڑے لگائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ تم اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ حضرت حسنؓ نے جواب دیا کہ جو شخص اس سے لطف اندوز ہو رہا ہے وہی اس کا وبال بھی اٹھائے۔ گویا انہوں نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ تم اٹھ کر اسے کوڑے لگاؤ. چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگانے شروع کئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گننے لگے۔ یہاں تک کہ چالیس کوڑے ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عبداللہ سے کہا کہ اب رک جاؤ۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر چالیس کوڑوں کی سزا دی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سزا دی تھی. البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑوں کی سزا دی تھی. اور یہ سب سنت ہے اور میرے نزدیک بھی یہی پسندیدہ ہے۔ ۳۷

(ملاحظہ ہو اشربہ/۲ب)

۵۔ حد اور تعزیر کو جمع کرنا:

قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر جرم کی نوعیت کا تقاضا ہو تو وہ تعزیر اور حد کو باہم جمع کر دے۔

مثلاً عادی شرابی کے معاملے میں. اس لئے کہ اگر ایک شخص ایک جرم کا بار بار ارتکاب کرتا ہے. تو اس کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ اس کو زیادہ سخت سزا دی جائے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کے ایک عادی شخص کو چالیس کوڑے حد خمر کے طور پر لگوائے اور چالیس کوڑے اس کے عادی شرابی ہونے کی بنا پر. اور یہ بات واضح ہے کہ بعد والے چالیس کوڑے حد کے طور پر نہیں بلکہ تعزیر کے طور پر لگوائے گئے تھے۔ اس لئے کہ کسی جرم کے بار بار ارتکاب کے لئے کوئی خاص حد مقرر نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ / ۲ ج ۱)

۶۔ غلام اور لونڈی کے لئے حد کی مقدار کا نصف ہونا.

اگر کوئی آزاد شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کی حد مقرر ہے تو ایسے شخص کو شریعت کی مقرر کردہ حد کے مطابق ہی سزا دی جائے گی. لیکن اگر کوئی لونڈی یا غلام کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے. تو اس کو آزاد شخص کے مقابلے میں نصف سزا دی جائے گی۔ اس لئے کہ سورۂ نساء میں لونڈیوں کے لئے حد زنا کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء ۲۵)

بدچلنی کا ارتکاب کرنے والی لونڈیوں پر اس سزا کے مقابلے میں آدھی سزا ہے۔ جو خاندانی عورتوں کے لئے مقرر ہے۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفاء کا زمانہ دیکھا ہے اور کسی کو بھی حد قذف میں کسی غلام کو چالیس کوڑوں سے زائد سزا دیتے ہوئے نہیں پایا (۳۸)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے ایک بار شراب پی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو آزاد شخص کے لئے مقرر کردہ حد سے آدھے کوڑے لگوائے۔

(ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ / ۲ ج ۲)

۷۔ حدود کی قسمیں:

حدود کی سات قسمیں ہیں. جو حسب ذیل ہیں:

۱. حد ارتداد: (ملاحظہ ہو مادہ: ردہ)

۲۔ حد زنا: (ملاحظہ ہو مادہ: زنا)

۳۔ حد سرقہ: (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ)

۴۔ راہزنی کی حد: اس سلسلہ میں ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں کوئی روایت نہیں مل سکی

۵۔ حد قذف: (ملاحظہ ہو مادہ: قذف)

۶۔ شراب نوشی کی حد: (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/ ۲)

۷۔ جادو کی حد: (ملاحظہ ہو مادہ: سحر)

۸۔ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جانے کی صورت میں تعزیر کا نفاذ:
(ملاحظہ ہو مادہ: تعزیر/ ۳)

## حداد:

حداد کا مفہوم یہ ہے کہ عدت گزرنے والی بیوہ عورت اپنے خاوند کے سوگ میں خوشبو لگانا اور زینت ترک کر دے (ملاحظہ ہو مادہ: عدۃ/ ۲ب)

## حدث: (نجاست)

حدث سے مراد نجاست حکمی ہے۔ اور نجاست حکمی لاحق ہو تو ضروری قرار پاتا ہے کہ جو نماز ادا کرنا چاہے غسل یا وضو کا اہتمام کرے (نیز ملاحظہ ہو مادہ: وضو/ ۴ اور مادہ: غسل/ ۱)

## حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے کے معاملے میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے۔ اور وہ کسی شخص کے لئے اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف نہ ہو یا جسے پہلے خلفاءؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے روایت نہ کیا ہو، چنانچہ محمود بن لبیدؓ راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھے ہوئے یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نہیں سنی گئی، چنانچہ مجھے جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے سے روکے ہوئے ہے وہ یہ نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ے زیادہ باخبر ساتھیوں میں سے نہیں ہوں. بلکہ یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے.

| | |
|---|---|
| من قال عليّ مالم أقل فقد تبوأ مقعده من النار | جس شخص نے میرے حوالے سے کوئی ایسی بات کہی جو میں نے نہ کہی ہو تو گویا اس نے جہنم کو اپنا ٹھکانا بنایا ہے۔ |

**حرا :**

ایسے شخص کا حکم جو اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تو مُجھے پر حرام ہے (ملاحظہ ہو مادہ. ظہار/ ۲ مادہ طلاق/ ۴ج

**حربی :**

دولت اسلامیہ کے ساتھ برسرپیکار غیر مسلم.

دارالاسلام میں آنے والے حربی کے لئے محصول کی ادائیگی کا ضروری ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: عشور)

**حرز :**

...... حرز سے ایسی جگہ مراد لی جاتی ہے جو بالعموم مال و دولت کو محفوظ رکھنے کے لئے مختص ہوتی ہے۔

. چور کے ہاتھ کا اس وقت تک نہ کاٹا جانا جب تک کہ وہ مال مسروقہ کو حرز (حفاظت گاہ) سے نکال کر نہ لے جائے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ/ ۴ الف ۳)

**حرفہ :**

(ملاحظہ ہو مادہ: کسب)

**(حرم مکہ مکرمہ)**

..... حرم مکہ کی حدود. (ملاحظہ ہو مادہ. مکہ)

.... حرم مکہ میں شکار کی حرمت اور اس کا فدیہ. (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ج)

.... حرم مکہ میں احرام کی حالت میں داخلے کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ: احرام)

.... حرم کے "لقطہ" کا حکم نیز یہ حکم کہ حرم کا "لقطہ" اٹھانے والے شخص پر دگنا تاوان عائد کیا جائے گا۔

.... حرم میں "جنایہ" کے ارتکاب کی صورت میں "دیت" میں شدت اختیار کرنے کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ب ۲ب)

۲۔ حرم مدینہ منورہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی غیر مسلم ذمیوں کو حجاز کی حدود میں بالعموم اور مدینہ منورہ کی حدود میں بالخصوص مستقل قیام کی اجازت نہیں دیتے تھے. البتہ اگر ان میں سے کوئی شخص بحیثیت تاجر مدینہ منورہ میں وارد ہوتا تھا تو اسے اپنا مال واسباب وغیرہ فروخت کرنے کے لئے. تین دن تک وہاں قیام کی اجازت تھی (۴۰)

## حلی:

۱۔ حلی سے مراد سونے چاندی اور قیمتی پتھروں سے تراش کر زیب و زینت کے لئے بنائی گئی چیزیں ہیں جیسے زیورات وغیرہ.

۲۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی زیبائش و آرائش کے لئے سونے چاندی وغیرہ دھاتوں کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے. چنانچہ ان کے دور خلافت میں بعض لوگوں نے اپنے مصاحف کو سونے چاندی وغیرہ سے آراستہ کر رکھا تھا. چنانچہ ولید بن مسلم راوی ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے یہ دریافت کیا کہ آیا قرآن کریم کے نسخوں کو سونے چاندی سے آراستہ کیا جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے مجھے قرآن کریم کا ایک نسخہ نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ جن حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کریم کی جمع وتدوین کا کام کیا تھا انہوں نے قرآن کریم کے بعض نسخوں کو سونے چاندی سے آرائش و تزئین کا اہتمام بھی کیا تھا۔ (۴۱)

## حمی:

۱۔ تعریف:

حمی سے مراد ایسی جگہ ہے۔ جسے اسلامی حکومت کا سربراہ مسلمانوں کی کسی خاص مصلحت کے لئے وقف کر کے عام لوگوں کو اس میں تصرف سے روک دے۔

۲۔ حمی کی شرعی اور قانونی حیثیت:

ہم دیکھتے ہیں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نقیع کے علاقے کو حمی کے طور پر مختص فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس علاقے کو بدستور حمی رہنے دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی "شرف" اور ربذہ کو حمی قرار دیا۔ (۴۲) اس کے بعد جب حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے بعض دوسری اراضی کو بھی حمی کے طور پر وقف فرما دیا اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اہل فتویٰ نے اس پر گرفت نہیں کی (۴۳) البتہ مصر سے جو وفد ان کے پاس آیا تھا اس کی طرف سے بہر حال اس پر گرفت کی گئی تھی، لیکن اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ایسا ان کے خلاف اپنے شدید رویئے کی بنا پر کیا ہو گا اور یا پھر ایسا جہالت کی وجہ سے ہوا ہو گا، چنانچہ جب انہوں نے اس موضوع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بحث و مباحثہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دلائل سے لاجواب کر دیا، چنانچہ سنن بیہقی میں روایت ہے کہ جب اہل مصر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے کہا ذرا قرآن کریم منگوا کر اس کی ساتویں یعنی سورہ یونس نکالئے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت کریمہ پر پہنچے:

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ ۝٥٩

(یونس ـ ۵۹)

اے نبیؐ! ان سے پوچھو کہ کیا تم لوگوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نازل کیا تھا اس میں سے تم نے خود ہی کسی چیز کو حرام اور کسی چیز کو حلال قرار دے دیا، ان سے پوچھو کہ کیا اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا کر رہے ہو۔

تو انہوں نے عرض کیا کہ بس یہاں رک جایئے، اس کے بعد کہنے لگے کہ اب ہمیں بتایئے کہ یہ جو زمینیں آپ "حمی" کے طور پر مختص کر رہے ہیں، کیا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم دیا گیا ہے یا آپ اللہ پر محض افتراء باندھ رہے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا چونکہ اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے اسے رہنے دیجئے، یہ آیت کریمہ تو مشرکین مکہ کے رد میں نازل ہوئی تھی جو بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو کبھی حلال اور کبھی حرام قرار دیا کرتے تھے۔ باقی جہاں تک کسی اراضی کو حمی کے طور پر مختص کرنے کا تعلق ہے، تو مجھ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بعض اراضی کو بیت المال کے اونٹوں کے لئے حمی کے طور پر مختص فرما چکے ہیں، اور اب میرے خلیفہ بننے کے بعد چونکہ بیت المال کے اونٹوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے اس لئے میں نے اسی مناسبت سے ان کے لئے

مختص کی جانے والی چراگاہوں میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔(۴۴)

## حمام: (کبوتر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں کبوتر بازی کی وبا عام ہو چکی تھی، اور اس کے نتیجے میں کئی دوسرے مسائل بھی پیدا ہو گئے تھے، مثلاً واجبات و فرائض کی ادائیگی یا ذکر الٰہی میں غفلت اور بے پروائی۔ وقت کا بلا مقصد ضیاع، یا کبوتروں کو اڑانے کی غرض سے مکانات کی چھتوں پر چڑھنے سے لوگوں کے گھروں کے پردے کا متاثر ہونا وغیرہ، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف جو کبوتر بازی یا کبوتر اڑانے میں مشغول رہتے تھے، سخت کارروائی کا فیصلہ کیا، آپ نے کبوتروں کو (جن کی حیثیت "آلہ جرم" کی سی تھی) ذبح کر دینے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطبہ جمعہ کے دوران میں کتوں کو مار دینے اور کبوتروں کو ذبح کر دینے کی تلقین کرتے ہوئے سنا ہے (۴۵) پھر انھوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بنی لیث کے ایک شخص کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ کبوتروں کے پر کاٹ دیا کرے تاکہ وہ اڑنے کے قابل نہ رہیں۔ چنانچہ حکیم بن عباد بن حنیف کی روایت ہے کہ آسائش دنیا کی فراوانی کے دور میں جب لوگ خوب موٹے تازے ہو گئے مدینہ منورہ میں جو برائی سب سے پہلے ظہور پذیر ہوئی وہ کبوتر کو اڑانے اور غلیل سے پتھر وغیرہ پھینکنے کے مشاغل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس برائی پر قابو پانے کے لئے بنی لیث کے ایک فرد کو مامور کیا جو کبوتروں کے پر کاٹ ڈالا کرتا تھا اور غلیل توڑ دیا کرتا تھا (۴۶)

## حمام:

حمام نہانے کی جگہ کو کہتے ہیں اور چونکہ حمام میں گندگی بہت زیادہ ہوتی ہے اور وہاں نہانے والوں کے لئے بالعموم ستر عورت کا بھی کوئی مناسب اہتمام نہیں ہوتا ہے اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حمام کا پیشہ اختیار کرنے اور اس پیشے کی آمدنی کو مکروہ قرار دیتے تھے چنانچہ ان کا ایک عزیز جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے اس سے اس کے ذریعہ معاش کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے اپنی معاش کے دو ذرائع بتائے۔ حماموں سے حاصل ہونے والی آمدنی اور سینگی یا پچھنے لگانے کی اجرت، حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ تمہاری آمدنی کے یہ دونوں ذرائع گندے ہیں یا یہ فرمایا کہ ناپاک ہیں۔ (۴۷)

## حمل:

### ۱۔ حمل کی کم از کم مدت:

حضرت عثمانؓ کے نزدیک حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسی خاتون کو پیش کیا گیا جس کے ہاں چھ ماہ میں بچے کی ولادت ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا، حضرت علیؓ کو معلوم ہوا، توانہوں نے فرمایا کہ اس عورت کو رجم نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ سورہ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (الاحقاف ۔ ۱۵) | اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ |

جب کہ سورہ البقرہ میں ارشاد الٰہی کے الفاظ یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ. (البقرہ ۔ ۲۳۳) | اور مائیں اپنے ایسے بچوں کو جن کے باپ انہیں مدت رضاعت کی تکمیل تک دودھ پلوانا چاہتے ہوں، پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ |

ان ارشادات ربانی کی روشنی میں مدت حمل چھ ماہ بنتی ہے۔ اس لئے اس عورت کو رجم نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے پیچھے ایک آدمی کو بھجوایا، لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اسے رجم کیا جا چکا ہے۔ (۴۸)

اس سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ جو سنن سعید بن منصور میں مذکور ہے یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک ایسی عورت کا معاملہ پیش کیا گیا جس کے ہاں چھ ماہ میں بچے کی ولادت ہوئی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ میرا ان سے رابطہ قائم کرائیے، چنانچہ لوگوں نے ان کا رابطہ حضرت عثمانؓ سے کرایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ عورت کل قیامت کے دن اللہ کی کتاب کے ذریعے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کرے گی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سورہ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ | اور مائیں اپنے ایسے بچوں کو جن کے باپ انہیں مدت رضاعت کی تکمیل تک |

(البقرہ۔۲۳۳) دودھ پلوانا چاہتے ہوں، پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔

جب کہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (الاحقاف۔۱۵) اور اس کے حمل اور دودھ پلانے میں تیس ماہ کا عرصہ لگ گیا۔

اس پر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو واپس بلا کر اسے بری قرار دے دیا۔ (۴۹) اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں واقعات میں سے کون سا واقعہ فی الحقیقت پیش آیا تھا اس لئے کہ یہ بات قرین عقل نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کا واقعہ دوبار پیش آیا ہو اور دونوں بار ان سے اس بارے میں غلطی ہوئی ہو۔

۲۔ ــــ حاملہ کی عدت کا وضع حمل تک ہونا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: عدۃ/۲ب۳اور۶/الف)

ــــ حمل علامت بلوغ ہے (ملاحظہ ہو مادہ: بلوغ/۲ب)

ــــ حاملہ کی پیٹ میں موجود جنین کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی (ملاحظہ ہو مادہ: زکوۃ الفطر/۲)

## حمیل:

حمیل سے مراد ایسا بچہ ہے جو جنگ میں گرفتار ہونے والی لونڈی اپنے ساتھ لائی ہو اور جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہو کہ وہ اس کا اپنا بچہ ہے

ــــ "حمیل" کی وارثت کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۲الف)

## حوالہ:

### ۱ــ تعریف:

حوالہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کے ذمہ واجب الادا قرض کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے۔

### ۲ محال علیہ کا دیوالیہ پن:

جب ایک شخص کے ذمہ واجب الادا قرض دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے اور قرض خواہ بھی اس سے اتفاق کرے تو ایسی صورت میں اگر محال علیہ شخص قرض کی ادائیگی سے پہلے ہی دیوالیہ ہو جاتا ہے، تو قرض خواہ کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنا قرض حاصل کرنے کے لئے اصل مقروض سے تقاضا کرے، اس لئے کہ اس صورت میں اس کی حیثیت ایک ایسے عقد معاوضہ کی ہے جس میں دو معاملہ کرنے

والوں میں سے کسی ایک کو ادائیگی نہ ہوئی ہو. اس لئے اسے اس معاہدہ کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہے. یہ بالکل ایسے ہی ہے. جیسے کسی نے کپڑے کا معاوضہ وصول کر لیا ہو. لیکن کپڑا اس کے حوالے نہ کیا ہو. چنانچہ قرضوں کی اس طرح ایک فرد سے دوسرے فرد کو منتقلی کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کے مال کو ضائع نہیں کیا جانا چاہئے۔ (۵۰)

## حیض:

### ۱۔ تعریف:

حیض سے مراد ایسا خون ہے جو ایسی خاتون کے رحم سے خارج ہوتا ہے جو نہ بیمار ہو نہ حاملہ ہو اور نہ سن یاس کو پہنچی ہو۔

### ۲۔ جو چیزیں حائضہ کے لئے حرام ہیں:

حائضہ کے لئے نماز، روزے اور مسجد میں ٹھہرنے کی حرمت تو اجماع سے ثابت ہے۔ جب کہ اپنے خاوند کے ساتھ مباشرت کی حرمت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتی ہے:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ ۖ

اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ حیض کا کیا حکم ہے؟ کہو: وہ ایک گندگی کی حالت ہے. اس میں عورتوں سے الگ رہو۔ (البقرہ ۔ ۲۲۲)

امام ابن حزم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ ان کے نزدیک حائضہ کے لئے اشارے سے سجدۂ تلاوت کرنا جائز ہے۔ (۵۱)

### ۳۔ حیض علامات بلوغ میں سے ہے:

(ملاحظہ ہو مادہ: بلوغ/۲ب)

۔۔۔ مطلقہ کو اگر حیض آتا ہے تو اس کی عدت کا حساب حیضوں سے کیا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ عدۃ/۲ب الف)

۔۔۔ حائضہ کا حیض سے فراغت کے بعد غسل کا ضروری ہونا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/۱ الف)

۔۔۔ حائضہ کے لئے اشارے سے سجدۂ تلاوت کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سجود/۲ب۲)

## حیوان:

### ۱۔ ایسے حیوانات جن کا مارنا جائز ہے:

الف ۔۔۔ کتوں اور ان سے ملتے جلتے دوسرے حیوانات کا ہلاک کرنا:

کتا بھی خنزیر کی طرح نجس ہے اور چونکہ کتوں کے گھروں اور راستوں میں گھومتے پھرتے رہنے سے نجاست پھیلتی ہے، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ کتوں کو ہلاک کر دیا جائے (۵۲) اور یہ امکان بھی ہے کہ انہوں نے یہ حکم محض خطرناک کتوں اور گہرے سیاہ رنگ کے کتوں کے بارے میں دیا ہو،

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خنزیر کا ہلاک کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

ب ــــ لہو ولعب کا ذریعہ بننے والے حیوانات کا ہلاک کرنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ میں کبوتر بازی کا مشغلہ ایک وبا کی صورت اختیار کر گیا تھا، یہاں تک کہ یہ مشغلہ ذکر الٰہی اور واجبات کی ادائیگی میں بھی حائل ہونے لگا تھا، لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسے کبوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دے دیا، بلکہ اس مقصد کے لئے باقاعدہ طور پر ایک عامل کا تقرر کیا جس کا کام اس حکم پر عملدر آمد کرانا اور کبوتروں کے پر کاٹنا تھا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حمام)

ج ــــ موذی حیوانات کو ہلاک کرنا:

اس بات پر اجماع امت ہے کہ موذی حیوانات کو قتل کر دینا جائز ہے۔

۲ــ ــــ حیوان کے خلاف "جنایت" کا ارتکاب اور اس کا تاوان (ملاحظہ ہو جنایہ/ ۳ ب ا)

ــــ حرم کی حدود میں حیوانات کی خلاف "جنایت" کے ارتکاب کی صورت میں تاوان میں اضافہ۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ ب ۲ ب)

ــــ حیوانات کے خلاف "جنایت" کے ارتکاب کی صورت میں لونڈی غلاموں پر جنایت کے ارتکاب کی طرح ان کی قیمت کے برابر تاوان ادا کرنا ہو گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۳ ب ۲ ج)

ــــ حرم کی حدود میں پائے جانے والے حیوانات کا شکار اور اس کا تاوان (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ ج)

ــــ وہ حیوانات جن کا کھانا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ ج اور مادہ: طعام)

ــــ کسی حیوان کا "لقطہ" کے طور پر ملنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: لقطہ/ ۲، ۳)

ــــ نمازی کے سامنے سے حیوانات کے گزرنے کا سدباب کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۴ ج)

## فٹ نوٹ حرف الحاء

(۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۰۳ ب

(۲) ملاحظہ ہو کنز العمال ص ۲۸۲

(۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۹۰ ۔ المحلی (۷) ص ۱۱۳

(۴) ملاحظہ ہو المحلی (۷) ص ۱۰۷

(۵) ملاحظہ ہو المجموع (۷) ص ۱۳۹

(۶) ملاحظہ ہو صحیح البخاری و مسلم و نسائی ـــ کتاب الحج، باب التمتع، موطا امام مالک ۱/۳۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۲ ب، سنن بیہقی (۵) ص ۲۲ و (۴) ص ۳۵۲، کنز العمال (۵) ص ۱۵۸، ۱۵۹ المحلی (۷) ص ۱۰۷، المغنی (۳) ص ۲۷۶، ص ۲۷۸، ص ۲۸۰

(۷) ملاحظہ ہو المحلی (۷) ص ۱۰۷

(۸) ملاحظہ ہو کنز العمال (۵) ص ۱۴۸

(۹) ملاحظہ ہو المغنی (۳) ص ۳۷

(۱۰) ملاحظہ ہو المغنی (۳) ص ۳۷۴

(۱۱) ملاحظہ ہو کنز العمال (۵) ص ۱۷۸



(۱۲) ملاحظہ ہو کنز العمال (۵) ص ۱۸۴

(۱۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۹۶ ب

(۱۴) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۶۹، المجموع (۲) ص ۳۸، ۴، کشف الغمہ (۱) ۲۰۸، المحلی (۷) ص ۱۸، المغنی (۲) ص ۱۷۶

(۱۵) ملاحظہ ہو ہوا المحلی (۷) ص ۱۹

(۱۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۷۷ ب

(۱۷) ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق (۲) ص ۵۱۶، موطا امام مالک (۱) ص ۴۰۲

(۱۸) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں بیان کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو فتح الباری میں کتاب الحج میں بیان کیا ہے، نیز ملاحظہ ہو المغنی (۲) ص ۲۹۰، (۳) ص ۴۰۸ اور ص ۴۵۶ المحلی (۲) ص ۲۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱۳

(۱۹) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۳) ص ۱۴۴ اور المغنی (۲) ص ۲۸۶

(۲۰) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۳) ص ۱۴۴ اور المغنی (۲) ص ۲۶۷، ۲۶۸

(۲۱) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۱۹۳ اور المغنی (۵) ص ۴۹۱

(۲۲) اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد نے کتاب البیوع باب کسب الحجام میں ذکر کیا ہے۔ اور امام احمد نے اپنے مسند (۵) ص ۴۳۶۔

(۲۳) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۹) ص ۳۳۸

(۲۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۲۶۷، سنن بیہقی (۶) ص ۱۶۱، المحلی (۸) ص ۲۸۴، ص ۲۸۵ المغنی (۴) ص ۴۶۹ اور کشف الغمہ (۲) ص ۱۷

(۲۵) ملاحظہ ہو المغنی (۴) ص ۴۰۹ اور سنن بیہقی (۱) ص ۴۶

(۲۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۸۰، المحلی (۱۱) ص ۳۹۴، کنزالعمال (۲) ص ۷۵، المغنی (۸) ص ۱۷۸

(۲۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۳۷، المغنی (۸) ص ۱۷۸

(۲۸) ایضاً۔

(۲۹) ملاحظہ ہو صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد ـــ کتاب الحدود، باب الخمر، المغنی (۵) ص ۸۳، (۸) ص ۳۱۰

(۳۰) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۸) ص ۲۲۰

(۳۱) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۳۷ المحلی (۱۱) ص ۱۲۴ و ۳۹۴، المغنی (۸) ص ۱۷۸ اور کنزالعمال (۱) ص ۷۵۰

(۳۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۷۸، (۷) ص ۳۳۸، المحلی (۹) ص ۱۲۶، المغنی (۶) ص ۵۵۸، کنزالعمال (۵) ص ۴۳۶ اور کشف الغمہ (۲) ص ۱۳۷

(۳۳) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۱۲۶

(۳۴) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۱۸۵، ص ۳۰۸

(۳۵) ملاحظہ ہو المحلی (۱۱) ص ۱۸۴، ص ۴۰۲ اور مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۴۰۵ اور سنن بیہقی (۸) ص ۲۳۸

(۳۶) ملاحظہ ہو کنزالعمال (۵) ص ۵۵۹

(۳۷) ملاحظہ ہو صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد ـــ کتاب الحدود، باب حد الخمر، نیز ملاحظہ ہو المغنی (۵) ص ۸۳ اور (۸) ص ۳۱۰

(۳۸) ملاحظہ ہو موطا امام مالک رحمہ اللہ (۲) ص ۸۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۵ ب اور کنزالعمال (۵) ص ۵۶۲

(۳۹) ملاحظہ ہو کنزالعمال (۱) ص ۲۹۵، یہ حدیث احادیث متواترہ میں سے ہے دیکھئے، صحیح البخاری کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل اور صحیح مسلم، کتاب الزہد باب التثبت فی الحدیث و حکم کتابۃ العلم میں بھی بیان ہوئی ہے۔

(۴۰) ملاحظہ ہو المغنی (۲) ص ۲۸۸

(۴۱) کنزالعمال (۲) ص ۳۳۸

(۴۲) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، مادہ: حمی/۲

(۴۳) ملاحظہ ہو المغنی (۵) ص ۵۲۹

(۴۴) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۱) ص ۱۴۷

(۴۵) ملاحظہ ہو کنز العمال (۱۵) ص ۱۰۱ اور المحلی (۷) ص ۴۰۰

(۴۶) ملاحظہ ہو کنز العمال (۱۵) ص ۲۲۲

(۴۷) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۹) ص ۳۳۸

(۴۸) ملاحظہ ہو موطا امام مالک رحمہ اللہ (۲) ص ۸۲۵، سنن بیہقی (۷) ص ۳۴۳ اور المغنی (۸) ص ۲۱۱، ص ۵۲۸

(۴۹) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳-۲) ص ۶۹، کنز العمال (۵) ص ۴۱۹ اور مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۳۵۱

(۵۰) ملاحظہ ہو المحلی : (۸)/۱۰۹، المغنی (۳) ۵۲۶

(۵۱) ملاحظہ ہو المحلی : (۵) ص ۱۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۵، المغنی (۱) ص ۶۲۰

(۵۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۱) ص ۳، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۷۰ و سنن بیہقی (۲) ص ۴۱۲

# حرف الخاء

## خ

### خاتم: (انگوٹھی)

خاتم سے مراد ایسی انگوٹھی ہے جسے آرائش کی غرض سے یا بطور مہر استعمال کرنے کے لئے انگلی میں پہنا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: تختم)

### خز:

۔۔۔ خز ایسے کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ جو اون یا ابریشم سے بنا جاتا ہے۔

۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خز سے بنا ہوا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے. چنانچہ وہ خود بھی خز سے بنا ہوا لباس پہنا کرتے تھے۔ (١)

### خصومہ: (تنازعہ، مقدمہ)

مقدمے میں مختار بنانا (ملاحظہ ہو مادہ: وکالہ / ٣ الف)

### خضاب: (مہندی وغیرہ لگانا)

۔۔۔ خضاب سے ہماری مراد یہ ہے کہ بالوں یا ہاتھوں کو مہندی سے رنگا جائے۔

۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بالوں میں مہندی لگایا کرتے تھے، چنانچہ صلت رو ایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک سیاہ رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے خطبہ دیتے دیکھا، انہوں نے اپنے بالوں میں مہندی لگا رکھی تھی۔ (٢)

### خطبہ: (خطاب)

١۔ تعریف:

خطبہ سے مراد تزئین کی گئی ایسی تقریر ہے جو لوگوں کی ایک جماعت یا گروہ کے سامنے کی جاتی ہے۔

٢۔ خطبے کے مواقع:

جن مواقع پر خطبہ دینا ضروری ہے ان میں سے ایک نماز جمعہ کا موقع ہے۔ اور خطبہ جمعہ نماز سے پہلے دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/١٢ ج)

اور نماز عید کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/۱۳ج) اسی طرح نماز استسقاء کے موقع پر خطبہ دیا جاتا ہے جو نماز کے بعد ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/۱۴) نیز اسلامی حکومت کا سربراہ یا گورنر حکومت کی ذمہ داری سنبھالتے وقت خطبہ دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. امارہ/۳) علاوہ ازیں نکاح کے موقع پر بھی خطبہ دیا جاتا ہے۔

۳۔ خطبہ دیتے وقت کس چیز پر کھڑے ہونا چاہئے:

اگر خطیب مسجد میں خطبہ دے رہا ہو تو اسے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خطبہ دیا کرتے تھے، تو وہ منبر کی اس سیڑھی سے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ اس سیڑھی سے جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، مزید ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے۔ اور پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے فرمایا کہ اس طرح تو یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جائے گا، اس لئے انہوں نے اسی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا جس پر کھڑے ہو کر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ (۳)

البتہ جب مسجد سے باہر کسی دوسری جگہ خطبہ دے تو اسے چاہئے کہ ایک بلند مقام پر کھڑا ہو، تاکہ لوگ اسے دیکھ سکیں اور اس کی بات سن سکیں، جیسا کہ نماز عید کے موقع پر جو کھلے میدان میں ادا کی جاتی ہے، کیا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے کرام بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عید گاہ میں اپنی سواریوں پر خطبہ دیا کرتے تھے۔ (۴)

۴۔ خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہئے:

مسئلے کی صحیح نوعیت تو یہی ہے کہ امام خطبہ کھڑے ہو کر دے اور اگر وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیتا ہے، تو اس چیز کو بھی اس کے کھڑا ہو کر خطبہ دینے کا متبادل سمجھا جائے گا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، لیکن جب ان کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ دینا دشوار ہو گیا، تو پھر ان کا معمول یہ ہو گیا کہ وہ پہلے کھڑے ہو کر خطبہ اولیٰ دیتے، پھر بیٹھ جاتے اور پھر دوبارہ کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ دیتے،

—— بعد میں جب معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کا دور آیا تو وہ پہلا خطبہ تو بیٹھ کر دیا کرتے لیکن دوسرا کھڑے ہو کر دیتے۔ (۵)

۵۔ سامعین کو سلام کہنا۔

جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو اسے سب سے پہلے سامعین کو السلام علیکم کہنا چاہئے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے سلام کہتے تھے۔ (۶)

۶۔ خطیب کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد باتیں کرنا۔

الف۔ خطیب کا گفتگو کرنا۔

خطیب کے لئے منبر پر چڑھنے کے بعد دوسرے لوگوں سے گفتگو کرنا جائز ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالعموم ایسا کیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؒ بن طلحہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں سے ان کے حالات اور چیزوں کے بھاؤ وغیرہ دریافت کرتے ہوئے دیکھا، درآنحالیکہ مؤذن اذان دے رہا تھا۔ (۷)

طبقات ابن سعد میں موسیٰؒ بن طلحہ کی یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن دو زرد رنگ کی چادریں پہنے ہوئے نماز جمعہ کے لئے نکلے، وہ جاکر منبر پر بیٹھ گئے اور لوگوں سے ان کے بڑے بوڑھوں اور بیماروں کے حالات اور چیزوں کے بھاؤ وغیرہ کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ درآنحالیکہ مؤذن اذان دے رہا تھا۔ پھر جب مؤذن خاموش ہوا تو وہ اپنے خمدار عصا کی ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینے لگے، پھر جب خطبہ اولیٰ کے بعد بیٹھ گئے تو دوبارہ لوگوں سے پہلے کی طرح ان کے معاملات اور مسائل کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ اس کے بعد دوبارہ خطبہ ثانیہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پھر خطبہ دینے کے بعد وہ منبر سے نیچے اتر آئے۔ جس کے بعد مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہنا شروع کر دی۔ (۸)

ب۔ سامعین کا گفتگو کرنا۔

جہاں تک سامعین کا تعلق ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاموش رہیں اور خطبے کو توجہ سے سنیں، قطع نظر اس سے کہ وہ خطیب کی آواز سن رہے ہوں یا نہ سن رہے ہوں ان میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھ والے سے کوئی بات دریافت کرے اور نہ ہی یہ

جائز ہے کہ وہ خطیب کے سوا کسی دوسرے شخص سے کوئی بات کرے. البتہ اگر وہ خطیب سے کوئی بات دریافت کرتا ہے تو اسے اس کا جواب دینا چاہئے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب بھی خطبہ دیتے. شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ وہ یہ الفاظ نہ کہتے ہوں کہ لوگو! غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اس لئے کہ جو شخص خطبہ کے دوران میں خاموش رہتا ہے تو چاہے اسے خطیب کی آواز نہ بھی سنائی دے تو بھی اسے خطبہ سننے والے شخص کے برابر اجر و ثواب ملے گا (۹) نیز اگر وہ خطبے کی آواز نہیں سن پاتا ہے. تو اسے چاہئے کہ اس دوران میں وہ اپنے دل میں تسبیح و تہلیل اور تلاوت کرتا رہے۔ (۱۰)

۷۔ خطبہ کے دوران میں آیت سجدہ کا تلاوت کرنا:

اگر خطیب منبر پر چڑھنے کے بعد خطبہ کے دوران میں کوئی آیت سجدہ تلاوت کرتا ہے. تو اسے منبر سے اتر کر سجدۂ تلاوت کرنا ہوگا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ منبر پر چڑھ کر اپنا خطبہ مکمل کرے گا. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا تھا۔ انہوں نے منبر پر بیٹھے ہوئے دوران خطبہ میں سورۂ ص پڑھی اور منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا (۱۱) لیکن ساتھ ہی اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ دوران خطبہ میں سجدہ تلاوت نہ کرے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے بعض اوقات خطبہ کے دوران میں سجدہ تلاوت نہیں کرتے تھے (۱۲) اس سلسلے میں میری اپنی رائے یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ میں صرف ایسی آیات کے تلاوت کرنے پر سجدہ نہ کیا ہو. جن کی تلاوت پر سجدہ کرنا انتہائی اہم نہ ہو۔ واللہ اعلم الصواب۔

## خطبہ: پیغام نکاح دینا

۔۔۔ احرام کی حالت میں کسی خاتون کو پیغام نکاح دینے کی ممانعت۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ د اور مادہ: نکاح/ ۲ د)

۔۔۔ عدت کے دوران میں کسی خاتون کو صریحاً پیغام نکاح بھیجنے کی ممانعت. البتہ اشارے کنائے میں پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا

تم میں سے جو لوگ مر جائیں اگر ان کے پیچھے ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن روکے

تَعۡمَلُونَ خَبِيرٌ

(البقرہ ـ ۲۳۴)

رکھیں، پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اختیار ہے کہ وہ اپنے بارے میں معروف طریقے سے جو چاہیں کریں۔ تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے۔

## خلافت:

ملاحظہ ہو مادہ: امارہ

## خلع:

### ۱۔ تعریف:

خلع سے مراد یہ ہے کہ عورت کچھ معاوضہ دے کر طلاق حاصل کر لے۔

### ۲۔ خلع کی قانونی اور شرعی حیثیت:

خلع کا جواز خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَأۡخُذُواْ مِمَّآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ شَيۡـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيمَا ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦۗ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعۡتَدُوهَاۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ

(البقرہ ـ ۲۲۹)

اور (طلاق یافتہ) عورتوں کو رخصت کرتے ہوئے تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لے لو البتہ اگر زوجین کو حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو لوگ حدود

الٰہی سے تجاوز کریں گے وہی ظالم

ہیں۔

جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں صحیح بخاری اور سنن النسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میں ثابت کے بارے میں اس کی دینی یا اخلاقی حالت کے حوالے سے کوئی سخت بات نہیں کہنا چاہتی ہوں. لیکن میں اس بات کو سخت ناپسند کرتی ہوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے (اس کے رویئے کی وجہ سے) دوبارہ کفر کی حالت میں جانا پڑے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کا دیا ہوا باغ اسے واپس کر سکتی ہو؟ اس نے عرض کیا ہاں! اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ تم اس کا باغ لے کر اسے طلاق دے دو۔ (۱۳)

جہاں تک اس مسئلے کے بارے میں اجماع امت کا تعلق ہے. تو چاروں خلفائے راشدین اس کے جواز کے قائل ہیں اور اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے (۱۴)

۳۔ خلع کے لئے عدالت سے رجوع کرنا ضروری نہیں ہے:

خلع کے بارے میں ہمارے سامنے جو نظائر ہیں، نیز اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جو واقعات پیش آئے. ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلع میاں بیوی کے درمیان اتفاق رائے سے بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری نہیں ہے۔ (۱۵)

سنن بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص کی بیوی نے عدالت میں جائے بغیر اس سے خلع حاصل کر لیا تھا. اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے جائز ٹھہرایا تھا۔ (۱۶)

مصنف عبدالرزاق میں ربیع بنت معوذ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ میں نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لیا تھا۔ جس پر بعد میں مجھے ندامت بھی ہوئی. پھر جب یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا. تو انہوں نے خلع کی توثیق کر دی۔ (۱۷)

۴۔ خلع کی حیثیت: (طلاق یا فسخ نکاح)

خلع کی حیثیت طلاق کی ہے یا فسخ نکاح کی. اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں مروی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ خلع کی حیثیت فسخ نکاح کی ہے. طلاق کی نہیں (۱۸) اس لئے اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے خلع حاصل کرتی ہے. تو اس پر "طلاق" کا

اطلاق نہیں ہو گا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے لئے "طلاق" کے بجائے "افتداء" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف ہے۔ اور آئمہ میں سے طاؤس، عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحٰق بن راھویہ، ابو ثور، داؤد الظاہری رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی پہلا قول یہی ہے۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلع خود طلاق ہے (۱۹) لہٰذا اگر کوئی شخص خلع کے موقع پر اس بات کا تعین بھی کر دیتا ہے کہ اس کے نزدیک اس خلع سے کتنی طلاقیں مراد ہیں، تو اس سے اتنی طلاقیں ہی واقع ہوں گی، لیکن اگر وہ تعین نہیں کرتا ہے، تو پھر اس سے صرف ایک طلاق ہو گی، چنانچہ روایت ہے کہ ایک ایسی خاتون حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی جسے اس کے شوہر نے مارا تھا۔ اس خاتون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے دے تو میں اس کا لیا ہوا مہر اسے واپس لوٹا دوں گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر کو بلا بھیجا اور اسے اس کی بیوی کی پیش کش کے بارے میں بتایا اور اس نے اس پیشکش کو قبول کر لیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے کہا کہ خلع حاصل کرنے کے بعد اب تم جا سکتی ہو، لیکن اس خلع سے صرف ایک طلاق واقع ہو گی۔ (۲۰)

اسی طرح ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ام بکر اسلمیہ حضرت عبداللہ بن اسید کی بیوی تھیں، انہوں نے اپنے شوہر سے خلع حاصل کیا، لیکن بعد ازاں وہ خود بھی نادم ہوئیں اور ان کے شوہر بھی، چنانچہ ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں یہ پورا واقعہ سنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے طلاقوں کی تعداد متعین نہیں کی تھی تو یہ صرف ایک طلاق ہے، لہٰذا انہوں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ (۲۱)

راوی کے اس قول سے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا، یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خلع کی صورت میں طلاق رجعی وارد ہوتی ہے، بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، البتہ چونکہ دونوں میاں بیوی کو ندامت ہو رہی تھی، لہٰذا انہوں نے رجوع پر باہم اتفاق کر لیا، یعنی دوبارہ نکاح پر راضی ہو گئے۔

### ۵۔ بدل الخلع: نوعیت اور مقدار:

خلع کے بدلے میں کوئی بھی مال جس پر میاں بیوی کا اتفاق رائے ہو جائے، دیا جا سکتا ہے، خواہ اس کی مقدار زیادہ ہو یا کم، اور قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس مہر کے برابر ہو جو شوہر نے اپنی بیوی کو دیا تھا، یا اس سے زیادہ، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ربیع بنت معوذ نے اپنا سارا مال دے کر خلع حاصل کیا تو حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ نے اسے جائز قرار دیا۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء بیان کرتی ہیں کہ میرا شوہر کچھ اس قسم کا تھا کہ جب وہ گھر میں ہوتا تھا، تو بھی مجھے اپنے روزمرہ اخراجات کے لئے بہت کم مال دیتا تھا اور جب وہ گھر پر نہیں ہوتا تھا تو پھر تو سرے سے کچھ بھی دے کر نہیں جاتا تھا، اور پھر ایک مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنا سب کچھ دے کر تجھ سے خلع حاصل کرنا چاہتی ہوں، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ میں نے کہا کہ تو پھر ہمارے درمیان یہ معاملہ گویا طے پا گیا۔ اس پر میرے چچا معاذ بن عفراء یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے، انہوں نے اس خلع کی توثیق کر دی اور میرے شوہر کو حکم دیا کہ وہ اس کے بدلے میں میرا موباف اور دوسری چیزیں لے لے۔ (۲۲)

۶۔ خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ وجوب عدت کے دو سبب ہوتے ہیں، اولاً یہ کہ اس کے ذریعے استبراء رحم کے بارے میں اطمینان ہو جائے اور ثانیاً یہ کہ اس کے ذریعے ازدواجی زندگی سے محرومی پر حزن و ملال کا اظہار کیا جائے، لیکن خلع کی صورت میں چونکہ بیوی کو اپنے خاوند سے علیحدگی پر کوئی حزن و ملال نہیں ہوتا ہے اس لئے خلع حاصل کرنے والی عورت کے لئے صرف اس قدر عدت کافی ہے جس سے اس کے استبراء رحم کے بارے میں اطمینان ہو جائے۔ اور اس کے لئے ایک حیض کافی ہے۔ اس کے علاوہ اس پر کوئی عدت نہیں ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی تھا، اور ان سے پہلے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ثابت بن قیس کے معاملے میں اسی کے مطابق فیصلہ فرما چکے تھے۔ ثابت بن قیس بن شماس نے اپنی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی کو زدوکوب کیا اور اس کا ہاتھ توڑ دیا، اس کے بھائی نے ان کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو بلا بھیجا اور انہیں فرمایا کہ تمہاری بیوی تمہارا دیا ہوا مہر تمہیں واپس کر دے گی، لہٰذا تم اسے فارغ کر دو، انہوں نے اس ارشاد گرامی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع حاصل کرنے والی اس خاتون کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک حیض تک انتظار کرے، یعنی عدت گزارے اور اسے اس کے اہل خاندان کے پاس بھیج دیا جائے۔ (۲۳)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ربیع بنت معوذ کو جن کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔ ایک حیض تک عدت گزارنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس بات کی بھی اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اہل خاندان کے پاس منتقل ہو جائیں، انہوں نے ان کے لئے عام عدت گزارنے والی خواتین کی طرح اپنے خاوند کے ہاں

قیام کو ضروری نہیں قرار دیا۔ اس پر ربیع کے چچا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ آیا وہ اپنے اہل خاندان کے ہاں منتقل ہو سکتی ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں وہ اپنے اہل خاندان کے ہاں منتقل ہو سکتی ہے اور ان کی عدت یہ ہے کہ وہ ایک حیض آنے تک کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کر سکتی ہے۔ اور ایسا اس خدشہ کے پیش نظر ضروری ہے کہ کہیں وہ حاملہ نہ ہو۔ (۲۴)

## خلوۃ:

### ۱۔ تعریف:

خلوت سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک مرد ایک عورت کے ساتھ ایک ایسے مقام پر تنہائی میں رہے جہاں کوئی اور شخص انہیں نہ دیکھ سکتا ہو۔

### ۲۔ خلوت کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات و نتائج:

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں رہے جس کے ساتھ اس کا عقد نکاح ہو چکا ہے۔ پھر اسے طلاق دے تو اس کے ذمہ پورا مہر واجب الادا ہو گا۔ چنانچہ زرارہ بن اوفی راوی ہیں کہ خلفائے راشدین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہوتا جس میں خلوت کے موقع پر دروازہ بند رہا ہوتا اور پردہ نیچے گرایا گیا ہوتا۔ تو وہ ہمیشہ مہر کے وجوب کا حکم دیتے۔ (۲۵) اور بیوی کے لئے مطلقہ عورت کی طرح عدت گزارنا لازم قرار دیتے (۲۶)

اس اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سلسلہ میں یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے کہ جب کسی مطلقہ کا پورا مہر واجب الادا ہوتا ہے تو اسے عدت بھی پوری گزارنا ہوتی ہے۔

## خمر:

ہر نشہ آور مشروب خمر کی تعریف میں داخل ہے

## خیار:

### ۱۔ خیار المجلس

#### الف۔ تعریف:

خیار مجلس سے مراد دو معاہدہ کنندگان یا ان میں کسی ایک کا معاہدہ کو فسخ کرنے یا برقرار رکھنے کا وہ حق ہے جو اسے اسی مجلس کے آخر تک حاصل رہتا ہے جس میں معاہدہ طے پایا ہوتا ہے۔

ب ۔ خیار مجلس کا یہ حق صاحب معاملہ شخص کے مجلس سے اٹھ جانے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس حق کو استعمال کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، تو اس کا یہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی وادی ام القریٰ کی کچھ زمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خیبر کی کچھ زمین کے بدلے میں ان کے ہاتھ فروخت کر دی، جب یہ سودا طے پا گیا تو میں اس خدشے سے فوری طور پر ان کے گھر سے نکل کر واپس اپنے ہاں آ گیا کہ کہیں وہ اس سودے کو کالعدم نہ قرار دے دیں۔ اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ سودا کرنے والے جب تک اس مجلس سے جس میں سودا طے پایا ہو اٹھ کر ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ انہیں سودے کو کالعدم قرار دینے کا اختیار حاصل رہے گا۔ (۲۷)

ج ۔ خیار کا حقدار کون ہے:

۱ ۔ جیسا کہ شق (ب) میں ذکر ہو چکا ہے، معاملہ کرنے والے دونوں فریقوں کو مجلس کے دوران میں معاملے کو فسخ کرنے یا باقی رکھنے کا یکساں طور پر حق حاصل ہے۔

۲ ۔ اور اگر فریقین میں سے کوئی ایک فریق خیار کا حق دوسرے فریق کو تفویض کر دیتا ہے تو اس صورت میں پھر خیار کا حق اسی دوسرے فریق کو حاصل ہو گا۔ جیسے ایک شخص اپنی بیوی کو یہ اختیار تفویض کر دیتا ہے کہ وہ چاہے تو طلاق حاصل کر لے اور چاہے تو بدستور اس کی بیوی رہے، تو اس کا اطلاق صرف اس مجلس پر ہو گا، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مجلس میں اپنی بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرتا ہے اور اسے اس معاملے میں پورا اختیار دے دیتا ہے، لیکن عورت کے اس حق کو استعمال سے پہلے وہ دونوں میاں بیوی اس مجلس سے اٹھ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ تو خیار کا حق دوبارہ خاوند کو حاصل ہو جائے گا۔ (۲۸)

۲ ۔ خیار العیب:

الف ۔ تعریف:

خیار العیب سے مراد مشتری کا یہ حق ہے کہ وہ مبیع میں کسی عیب کی صورت میں اسے بائع کو واپس لوٹا سکتا ہے۔

ب۔ ایسے عیوب جن کی بنیاد پر بیع کو واپس کیا جا سکتا ہے:

ایسے عیوب میں جن کی بنا پر بیع کو لوٹایا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ عیوب شامل ہیں جو خود بیع میں موجود ہوتے ہیں۔ اور دوسرے وہ عیوب جو اس سے استفادہ کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک لونڈی کا سودا طے پا جانے کے بعد اگر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کا شوہر بھی موجود ہے، تو مشتری کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اس کے اس عیب کی وجہ سے اسے واپس لوٹا دے۔ اس لئے کہ اس کے شادی شدہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ وطی نہیں کر سکتا ہے۔ گویا یہ ایسا نقص ہے جو اس سے استفادہ کی راہ میں حائل ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی لونڈی کے معاملے میں جسے اس کے شادی شدہ ہونے کے باوجود فروخت کیا جا رہا تھا۔ یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس کے اس عیب کی بنا پر اسے واپس کیا جا سکتا ہے۔ (۲۹)

ج۔ بائع کی طرف سے مبیع کے عیبوں سے بری الذمہ ہونے کی شرط:

اگر بیچنے والا چیز فروخت کرتے وقت اس کے ہر نقص سے بری الذمہ ہونے کی شرط طے کر لیتا ہے باوجودیکہ اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں واقعی عیب موجود ہے، تو اس کے اس شرط کرنے سے مشتری کا خیار العیب کا حق ساقط نہیں ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: بیع/۱ز۲)

د۔ وہ صورتیں جن میں خیار العیب کا حق ساقط ہو جاتا ہے:

اگر مشتری کو بیع میں عیب کا علم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بھی وہ اسے اپنے استعمال میں لاتا ہے تو یہ چیز اس کے عیب کی بنا پر واپس کر دینے کے حق کو ساقط کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کے اس چیز کے استعمال کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ متعلقہ چیز کو اس کے عیب کے باوجود قبول کرنے پر راضی ہے۔

اسی طرح اگر وہ بیع میں کوئی بہت بڑی تبدیلی کر دیتا ہے، تو بھی اس کا عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق ساقط ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس کے استعمال سے اس چیز میں کوئی بہت بڑی تبدیلی نہیں آئی ہے، تو اس سے اس کا عیب کی وجہ سے واپس کرنا متاثر نہیں ہو گا۔ البتہ اس صورت میں اس کی ادا کردہ قیمت میں سے اتنی رقم کم کر دی جائے گی جتنی کمی اس استعمال کے نتیجے میں اس کی قیمت میں واقع ہوئی ہوگی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: بیع/۱ز۲)

۳۔ خیار الرؤیہ:

خیار الرؤیہ کے معنی ہیں چیز کو دیکھنے کے بعد سودا باقی رکھنے یا توڑ دینے کا حق۔ اس سلسلے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کوئی چیز بغیر دیکھے خرید تا ہے، تو اسے اس سودے کو باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی کوفہ میں پائی جانے والی ایک زمین کے بدلے میں حضرت طلحہؓ سے ان کی مدینہ منورہ کی ایک زمین خریدی، اس پر حضرت عثمان سے یہ کہا گیا کہ آپ تو لٹ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے اس لئے کہ میں نے ایک زمین دیکھے بغیر فروخت کر دی ہے، لہٰذا مجھے اس سودے کو منسوخ کرنے کا اختیار ہے، لیکن جب یہی بات حضرت طلحہؓ سے کہی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ سودے کو باقی رکھنے یا منسوخ کرنے کا اختیار تو مجھے حاصل ہے۔ اس لئے کہ میں نے ایک زمین بغیر دیکھے خریدی ہے۔ گویا دونوں میں سے ہر ایک یہ سمجھ رہا تھا کہ سودے کو باقی رکھنے یا منسوخ کرنے کا اختیار اسے حاصل ہے، چنانچہ وہ دونوں حضرات اپنا معاملہ لے کر حضرت جبیر بن مطعمؓ کے پاس گئے، تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا اور کہا کہ ان کے لئے تو اس سودے کو برقرار رکھنا ضروری ہے، البتہ حضرت طلحہؓ کو اس سودے کو برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ انہوں نے ایک ایسی چیز خریدی ہے جسے انہوں نے پہلے دیکھا نہیں تھا۔ (۳۰) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: بیع/ ۱ الف)

۴۔ خیار المفقود:

اگر ایک مفقود الخبر شخص کی بیوی اس کی واپسی سے پہلے دوسری شادی کر لیتی ہے اور واپسی پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دوسرے شوہر کے پاس ہے تو اس کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اپنی اس بیوی کو واپس کر لے اور چاہے تو اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: مفقود)

۵۔ خیار المرأۃ:

خیار المرأۃ سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ تجھے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ تو اسے فی الواقع اپنے بارے میں یہ فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے نکاح میں رہے یا نہ رہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق/ ۴ د)

## خیل: (گھوڑے)

- گھوڑوں پر زکوٰۃ کا واجب ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ)
- مال غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ نکالنا (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ/ ۳ ب ۳)

## فٹ نوٹ حرف 'نخاء'

(۱) ملاحظہ ہو کتاب الآثار لابی یوسف (نمبر ۲۰۲۲)

(۲) ملاحظہ ہو کنز العمال (۶) ص ۲۹۲

(۳) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۴۸

(۴) ملاحظہ ہو المغنی (۶) ص ۳۸۷

(۵) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۱۸۷ اور ص ۱۸۹، المحلی (۵) ص ۵۸

(۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۸۷

(۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۲۱۵، المحلی (۵) ص ۲۷ اور (۹) ص ۱۲۶، کشف الغمہ (۱) ص ۱۴۹ اور کنز العمال (۸) ص ۲۱۶

(۸) ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد (۳) ص ۵۹

(۹) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۴۹ اور (۳) ص ۲۱۲، کنز العمال (۸) ص ۲۷۲، کشف الغمہ (۱) ص ۱۴۹، المغنی (۲) ص ۳۲۰

(۱۰) ملاحظہ ہو کشف الغمہ (۱) ص ۱۴۹

(۱۱) کنز العمال (۸) ص ۱۴۳، المحلی (۹) ص ۱۲۶

(۱۲) المغنی (۲) ص ۳۱۰

(۱۳) ملاحظہ ہو صحیح البخاری اور سنن النسائی ـــ کتاب الطلاق، باب الخلع

(۱۴) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۵۲

(۱۵) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۵۲، بدائع الصنائع (۲) ص ۱۴۴

(۱۶) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۷) ص ۳۱۶

(۱۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۴۹۵

(۱۸) ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۱۷۵

(۱۹) ملاحظہ ہو بدائع الصنائع (۲) ص ۱۴۴، کنز العمال (۶) ص ۲۸۲

(۲۰) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۴۸۲

(۲۱) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۴۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۴۴ ب، المحلی (۱۰) ص ۲۳۸، کنز العمال (۶) ص ۱۸۲، کشف الغمہ (۲) ص ۹۵ اور سنن سعید بن منصور (۳/۱) ص ۳۴۰

(۲۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۵۰۴، کنز العمال (۶) ص ۱۸۲، المحلی (۱۰) ص ۲۴۰، المغنی (۷) ص ۵۲

(۲۳) ملاحظہ ہو سنن النسائی کتاب الطلاق، باب عدۃ الخلع

(۲۴) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۷) ص ۴۱۵، کنز العمال (۶) ص ۱۸۲، مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۵۰۶، المحلی (۱۰) ص ۲۳۷، المغنی

(۷) ص ۴۹۴ اور تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۲۷۶

(۲۵) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۴۸۳

(۲۶) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۴۵۱

(۲۷) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۳۵۳

(۲۸) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۹ ب، مصنف عبدالرزاق (۱) ص ۵۲۵، المغنی (۷) ص ۱۴۷

(۲۹) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۵) ص ۳۲۳

(۳۰) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۳۳۸، المغنی (۲) ص ۵۸۰ اور المجموع (۹) ص ۳۳۰

# حرف الدال

## ــــــ د ــــــ

### دعاء:

(ملاحظہ ہو مادہ: ذکر)

### دعوۃ:

دعوت قبول کرنا سنت ہے، لہٰذا اگر کسی کو دعوت دی جائے تو اسے چاہئے کہ قبول کرے، چاہے کھانا کھائے یا نہ کھائے، چنانچہ جب حضرت ولید بن مغیرہؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں اپنی شادی میں دعوت دی تو وہ اس میں شریک ہوئے۔ البتہ انہوں نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں، لیکن اس کے باوجود میں نے یہ چاہا کہ میں اس دعوت میں شرکت کروں اور برکت کی دعا کروں۔ (۱)

### دین:

○ وارثت سے محرومی میں دین کے اختلاف کا اثر (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۳ د ا)

○ دین کے اختلاف کا خون بہا کی مقدار کے کم و بیش ہونے پر اثر۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ب ۵)

### دین: قرض

(ملاحظہ ہو مادہ: قرض)

### دیہ:

دیت سے مراد وہ مال ہے جو کسی کے قتل ناحق کے بدلے میں خون بہا کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ب)

دیت ایک تو قتل نفس کے نتیجے میں واجب الادا ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ب) اور دوسرے کسی کو جسمانی نقصان پہنچانے کے نتیجے میں (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ)

فٹ نوٹ حرف "د"

(۱) ملاحظہ ہو کنز العمال (۹) ص ۲۷۱، المحلی (۹) ۴۵۱

# حرف الذال

## ذ

### ذکر اللہ تعالیٰ:

○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک حقیقی ذکر وہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں دل میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا ہو، اس لئے ان کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی شخص باقاعدگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو یہ چیز اس کی طہارت قلب کی دلیل ہے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہمارے دل پاکیزہ ہوں تو وہ اللہ کے ذکر سے اکتا نہیں سکتے (۱)

○ ختم قرآن کے آخر میں یعنی قل اعوذ برب الناس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ دعا مانگا کرتے تھے۔ (الناس ۔ ) (۲)

○ نماز میں دعائے استفتاح پڑھنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ / ۷ ب)

○ دعائے قنوت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ / ۷ و ۳)

### ذمی:

○ اہل کتاب ذمیوں کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت۔ (ملاحظہ ہو مادہ: کتابی)

○ ذمی پر جزیہ کی ادائیگی کا لازم ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: جزیہ)

○ مسلمان کا ذمی پر "جنایت" کا ارتکاب (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ب ۲ الف)

○ ذمی کی دیت کی مقدار (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۴ ب ۲ الف)

### ذہب: (سونا)

اس بات پر اجماع امت ہے کہ مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے البتہ ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر اس میں استثناء ہو سکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے دانتوں کی مضبوطی کے لئے سونے کی تاروں کا استعمال کرتا ہے، یا ایسی کوئی دوسری مجبوری ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے دانتوں کی مضبوطی کے لئے سونے کی تاروں کا استعمال کرتے تھے۔ (۳)

○ سونے کی زکوٰۃ کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ: زکاۃ / ۳ الف)

○ سونے کی صورت میں دیت کی مقدار (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۴ ب ۲ الف)

## ذوی الارحام:

○ ذوی الارحام کی وراثت (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۴ ک)

فٹ نوٹ حرف "ذ"

(۱) کنزالعمال (۲) ص ۲۸۷

(۲) المغنی (۲) ص ۱۷۱

(۳) طبقات ابن سعد (۲) ص ۵۸

# حرف الراء

ـــــ ر ـــــ

## راس : (سر)

○ وضو کے دوران میں سر کا مسح (ملاحظہ ہو مادہ : وضوء / ۳ ج)

○ محرم کے لئے سر ڈھانپنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ : احرام / ۳ الف)

○ محرم کی وفات کی صورت میں اس کا سر نہ ڈھانپنے کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ : احرام / ۴ ب)

## رؤیا : (خواب)

رؤیا خواب کو کہتے ہیں۔ خواب کی تعبیر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالعموم خواب کی تعبیر کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام ہلال بنت وکیع راوی ہیں کہ حضرت عثمانؓ سو رہے تھے جب بیدار ہوئے تو فرمانے لگے کہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین : ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔ وہ فرما رہے تھے کہ آج رات آپؓ روزہ ہمارے ہاں افطار کریں، یا یہ فرمایا کہ آج رات آپ روزہ ہمارے ہاں افطار کریں گے۔ (۱)

## ربا : (سود)

۱۔ تعریف :

ربا سے مراد اصل مال میں ایسا اضافہ ہے جو کسی جائز عوض کے بغیر قرض خواہ اپنے مقروض سے محض معاہدے کے وقت شرط لگا دینے کی بنیاد پر وصول کرتا ہے۔

۲۔ انواع الربا : (ربا کی قسمیں)

ربا کی دو قسمیں ہیں اور دونوں حرام ہیں۔ یہ قسمیں حسب ذیل ہیں :

الف۔ ربا النسیئہ :

اس سے مراد اصل مال کے ساتھ وصول کیا جانے والا ایسا اضافہ ہے جو قرض کی مدت کے ساتھ

مشروط ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی دوسرے شخص کو ایک ہزار روپے قرض کے طور پر دیتا ہے اور شرط یہ عائد کرتا ہے کہ ایک سال کے بعد وہ ایک ہزار ایک سو روپے وصول کرے گا، اور یہ حرام ہے۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾

(البقرہ: ۲۷۹)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اگر تم اب بھی توبہ کر لو تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے حقدار ہو۔

(نیز ملاحظہ ہو مادہ: قرض/ ۳ الف)

ب۔ ربا الفضل:

اس سے مراد یہ ہے کہ "اموال (۲) ربویہ میں سے کوئی چیز خود اپنی جنس کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ فروخت کی جائے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیع صرف (سونے کو سونے کے اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں فروخت کرنے کو) ناجائز سمجھتے تھے (۳)) کیونکہ بالعموم لوگ پورا پورا وزن کرنے اور دست بدست لینے دینے میں سستی اور تساہل کے عادی ہوتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجوروں کو کھجوروں اور نمک کو نمک کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ لینا دینا جائز نہیں ہے۔ چاہے یہ لین دین دست بدست ہی کیوں نہ ہو، اور نہ ہی ان چیزوں میں ایک کا دوسرے سے ادھار لین دین کرنا جائز ہے، خواہ برابر، برابر ہی کیوں نہ ہو۔ جو شخص ایسا کرتا ہے، وہ سود لیتا ہے اور اس کا سودا منسوخ قرار پاتا ہے (۴)

۴۔ ربا کی حرمت کی شدت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سود کی حرمت کے معاملے میں بڑی شدت سے کام لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ سود کی ستر اقسام ہیں اور ان میں سے سب سے ہلکی قسم کا گناہ بھی اس قدر شدید ہے جیسے کوئی شخص اپنی والدہ سے زنا کرتا ہے۔

## رجعت:

۱۔ تعریف:

رجعت سے مراد یہ ہے کہ ایسی عورت کو جسے طلاق رجعی دی گئی ہو۔ اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات دوبارہ بحال کر لئے جائیں۔

۲۔ رجعت کے احکام:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دیتا ہے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ تیسرے حیض کا غسل کرے اور اس کے لئے نماز پڑھنا جائز ہو اسے دوبارہ اپنی بیوی بنا لے۔ اور اگر وہ تیسرے حیض کے بعد نماز کا وقت آ جانے کے باوجود غسل کرنے میں تاخیر سے کام لیتی ہے، تو اس صورت میں نماز اس کے ذمہ واجب الادا ٹھہرے گی۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے والد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت فرمایا کہ شوہر کے لئے اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کی گنجائش کہاں تک ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ گنجائش تیسرے حیض کے غسل اور نماز کے دوبارہ واجب ہونے تک ہے۔ ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ میرے علم کی حد تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی رائے کو اختیار کیا تھا (۵)

## رجل: (پاؤں)

- وضو کے دوران میں دونوں پاؤں کا دھونا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: وضو/ ۳ الف)
- چت لیٹے ہوئے ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے کی اجازت (ملاحظہ ہو مادہ: استلقاء)

## رجم: (سنگسار کرنا)

تعریف:

رجم سے مراد کسی شخص کو پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ہے اور یہ زانی محصن کی سزا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/ ۴)

رحم: (رشتے داری)

۱۔ تعریف:

رحم سے مراد رشتے داری اور قرابت ہے۔

۲۔ قسمیں:

رحم کی دو قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

الف۔ رحم محرم:

اس سے مراد ایسی قرابت داری ہے جس میں باہمی نکاح حرام ہے، اس میں ایک طرف تو وہ رشتہ دار آتے ہیں جو انسان کے "اصول" ہیں۔ مثلاً والد، دادا، پردادا، وغیرہ، دوسری طرف وہ رشتہ دار جو اس کی "فروع" ہیں۔ جیسے بیٹا، پوتا یا پڑپوتا، تیسری طرف اس میں ایسے رشتہ دار شامل ہوتے ہیں جو والد کی فروع میں سے ہوں جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں وغیرہ اور چوتھی طرف اس میں وہ رشتہ دار آتے ہیں جو دادا کی فرع میں سے ہیں، لیکن ان کی حرمت صرف ایک پشت تک باقی رہتی ہے۔ مثلاً چچا، پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں۔ ایسے تمام رشتہ داروں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

ب۔ رحم غیر محرم:

ان میں وہ سب رشتہ دار شامل ہیں جو شق (الف) میں مذکور رشتہ داروں کے علاوہ ہیں، مثلاً پھوپھی زاد، چچا زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی، ایسے رشتہ داروں کے بارے میں ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مسلک کے بارے میں کوئی روایت نہیں مل سکی ہے

۳۔ ذوالارحام کی میراث کا مسئلہ

(ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۴ی)

رد (۲):

○ وراثت میں "رد" کا بیان۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۵)

○ ایسی چیز جس پر کسی کا استحقاق ہو صاحب حق کو واپس کرنے کا وجوب۔ (ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق /۲الف)

## ردہ: (ارتداد)

### ا۔ تعریف:

ارتداد سے مراد کسی مسلمان سے ایسے قول، فعل یا عقیدے کا صدور ہے جس کے نتیجے میں وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے،

### ۲۔ مرتد کی سزا:

اگر کوئی مسلمان اپنے دین کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور اپنے ارتداد پر اصرار بھی کرے، تو ایسے شخص کی سزا قتل ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ شخص مرد ہے یا عورت، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کرے گا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔(۷)

ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارتداد کی حد کے سلسلے میں مرد اور عورت کے مابین کوئی امتیاز روا نہیں رکھا ہے۔

### ۳۔ مرتد کو توبہ کرنے کے لئے کہنا اور اس پر حد قائم کرنا:

مرتد پر اس وقت تک حد قائم نہیں کی جائے گی جب تک کہ اسے تین بار توبہ کرنے کی پیش کش نہ کی جائے، لیکن اگر تین بار توبہ کے لئے توجہ دلانے کے باوجود وہ اپنے ارتداد پر قائم رہتا ہے، تو اس پر حد نافذ کر دی جائے گی۔ یعنی اسے قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شخص نے اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کر لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے تین بار دوبارہ قبول اسلام کی دعوت دی، لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس پر اسے قتل کر دیا گیا۔ (۸)

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کچھ ایسے لوگوں کو گرفتار کر لیا جو اسلام سے مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب کے دین کو پھیلانے لگے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ان لوگوں کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھ کر ان کی رائے دریافت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ان کے سامنے دین حق کی دعوت پیش کریں اور انہیں کلمہ شہادت (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر دوبارہ ایمان لانے کے لئے کہیں، ان میں سے جو شخص اس دعوت کو قبول کر لے اور مسیلمہ کذاب کا انکار کر دے، اس کو تو قتل نہ کیا جائے، لیکن جو مسیلمہ کذاب کو ماننے پر ہی اصرار کرے اس کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام کی دعوت قبول کر لی اور انہیں چھوڑ دیا گیا جب کہ کچھ نے مسیلمہ کذاب کو ماننے پر ہی اصرار کیا۔ انہیں قتل کر دیا گیا۔ (۹)

## رضاع:

"رضاعت" کے احکام کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مسلک کے بارے میں ہمیں کوئی روایت نہیں ملی ہے، البتہ اس قدر معلوم ہوا ہے کہ ان کے نزدیک "رضاعت" کے ثبوت کے لئے صرف ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے، چنانچہ ابن جریجؒ نے امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک سیاہ فام خاتون تین ایسے گھرانوں میں گئی جو باہم وگر رشتہ ازدواج سے منسلک تھے۔ اس خاتون نے یہ دعویٰ کیا کہ ان گھرانوں والے میرے (رضاعی) بیٹے اور بیٹیاں ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی شہادت کی بنا پر ان سب کے درمیان تفریق کرادی۔ (۱۰)

امام اوزاعی رحمہ اللہ کی روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے بارے میں ایک عورت کی شہادت کی بنیاد پر چار جوڑوں کے درمیان تفریق کرادی تھی۔ (۱۱)

اسی طرح ایک خاتون نے ایک بار یہ گواہی دی کہ میں نے فلاں مرد اور اس کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ خاتون کعبہ شریف کے پاس جاکر حلف اٹھائے، لیکن جب اس کو اس بات پر مجبور کیا گیا، تو اس نے اپنی بات سے رجوع کر لیا۔ (۱۲)

## رق: (غلامی)

غلامی کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف پر ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے گفتگو کریں گے:

۱۔ تعریف:

۲۔ غلامی کی قسمیں:

۳۔ غلامی کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات و نتائج:

اب ہم ان تمام پہلوؤں پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

### ۱۔ تعریف:

غلامی سے مراد ایسا حکمی "سلب اختیار" ہے جو فی الاصل جرم کفر مع الحرب (کافر ہوتے ہوئے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے جرم) میں بطور سزا نافذ کیا گیا ہے

۲۔ غلامی کی قسمیں:

غلامی کی کئی قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔قن (ب) مدبر (ج) مکاتب (د) ام الولد.

اب ہم ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرتے ہیں.

الف۔ "قن" سے مراد ایسا غلام ہے جس میں غلامی کی تمام خصوصیات پوری طرح پائی جاتی ہوں اور جو مکاتب، مدبر یا ام ولد بھی نہ ہو۔ غلام یا لونڈی کے لفظ کا پورا پورا اطلاق ایسے ہی شخص پر ہوتا ہے۔

ب۔ "مدبر" سے مراد ایسا غلام یا لونڈی ہے جس کے مالک نے اس کی آزادی کو اپنی وفات پر معلق کر رکھا ہو اور اسے کہا ہو کہ تم میری وفات کے بعد آزاد ہو جاؤ گے۔ ایسا شخص اپنے مالک کی وفات کے بعد آزاد قرار پاتا ہے۔

اور اگر "مدبرہ" شادی شدہ لونڈی ہو تو اس کی وہ اولاد جو اس کے "مدبرہ" قرار دیئے جانے سے پہلے پیدا ہوئی ہو گی, اس کے مالک کی لونڈی یا غلام قرار پائے گی. لیکن اس کی جو اولاد اس کے "مدبرہ" قرار دیئے جانے کے بعد پیدا ہو گی, اسے آزاد قرار دیا جائے گا, چنانچہ عبدالرحمٰن بن یعقوب جو بنو جہینہ کی ایک شاخ بنو حرقہ کے آزاد کردہ غلام تھے, روایت کرتے ہیں کہ میری دادی کے مالک نے میری دادی کا نکاح اپنے ایک غلام سے کیا تھا اور اس کے بعد اسے "مدبرہ" قرار دے دیا تھا۔ "مدبرہ" قرار دیئے جانے کے نتیجے میں جب وہ آزاد ہو گئی تو اس کے ہاں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی اور پھر اس کے بعد اس کا مالک بھی وفات پا گیا, جس کے نتیجے میں اسے آزاد قرار دے دیا گیا۔ آزاد قرار دیئے جانے کے بعد اس نے اپنا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا اور درخواست کی کہ اس کے بچوں کو آزاد قرار دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی جو اولاد اس کے "مدبرہ" قرار دیئے جانے سے پہلے کی ہے غلام قرار پائے گی اور جو اس کے بعد کی ہے وہ اس کی آزادی کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گی (۱۳)

ج۔ "مکاتب"

(i)۔ تعریف:

"مکاتب" سے مراد غلام یا لونڈی کا کچھ معاوضہ ادا کر کے اپنی آزادی کا پروانہ

حاصل کرنا ہے۔

(ii)۔ مکاتبت کا حکم:

"مکاتبت" کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر غلام یا لونڈی اپنے مالک سے "مکاتبت" چاہے، تو اس کے لئے اس کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، البتہ اس سلسلہ میں مالک کے لئے یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد غلام دوسرے لوگوں پر بوجھ تو نہیں بن جائے گا، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے یہ کہیں کہ وہ اس سے معاوضہ لے کر اسے آزاد کر دیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس غلام کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے کہ امیر المومنین، اپنے اس غلام سے معاوضہ لے کر اسے آزاد کر دیں۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشانی شکن آلود ہو گئی اور وہ فرمانے لگے کہ ہاں! میں ایسا کر تو دوں گا، لیکن اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم نہ ہوتا تو میں کبھی ایسا نہ کرتا (۱۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا

(النور ۔ ۳۳)

اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو لوگ "مکاتبت" کی درخواست کریں، تو ان سے مکاتبت کر لو بشرطیکہ تمہیں اس بات کا علم ہو کہ ان میں خیر پائی جاتی ہے۔

(iii)۔ "بدل الکتابہ" کو قسطوں میں ادا کرنا:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ مالک کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مکاتبت چاہنے والے غلام یا لونڈی سے قسطوں میں "بدل الکتابہ" وصول کرے، تاکہ اس کے لئے آسانی ہو، اس سلسلہ میں حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ "بدل الکتابہ" کی کم از کم دو قسطیں تو بہرحال ہونی چاہیں۔ اس کا ثبوت ہمیں اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام پر غصہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں تجھے اس لئے بہر صورت سزا دوں گا اور تجھ سے دو قسطوں میں "بدل الکتابہ" لے کر آزاد کروں گا(۱۵)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر بدل الکتابہ کا دو قسطوں سے کم میں وصول کرنا گناہ نہ ہوتا تو آپ اپنے اس غلام کے لئے اس سے بھی کم مہلت مقرر کر کے اسے سزا دیتے۔

لیکن اگر مکاتب غلام یا لونڈی کو کشادگی میسر ہو اور وہ بدل الکتابہ کی قسطیں جلدی ادا کرنا چاہتا ہو، تو یہ چیز زیادہ بہتر ہے۔ ایسی صورت میں مالک کے لئے اس کی اس پیش کش کو قبول کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو چار یا پانچ ہزار بدل الکتابہ کے بدلے میں آزاد کرنے کا ارادہ کیا، غلام نے کہا کہ یہ ساری رقم اکھٹی لے لیجئے اور مجھے آزاد کر دیجئے، لیکن اس کے مالک نے اصرار کیا کہ وہ ہر سال ایک قسط وصول کرے گا، اس لئے کہ اس کی خواہش یہ تھی کہ اس کی وفات کی صورت میں وہ اس کا وارث قرار پائے۔ اس پر وہ غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کے سامنے ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مالک کو بلا کر اسے رائے دی کہ وہ اس پیشکش کو قبول کرے، لیکن اس نے انکار کر دیا، اس پر انہوں نے غلام سے فرمایا کہ تمہارے ذمہ بدل الکتابہ کی جو رقم واجب الادا ہے وہ مجھے دے دو، اس نے وہ رقم لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رقم کو بیت المال میں جمع کرا دیا، اور اسے آزادی کا پروانہ لکھ دیا، اور اس کے مالک سے فرمایا کہ تم ہر سال میرے پاس آ کر اپنی قسط وصول کر لیا کرو، مالک نے جب یہ صورت حال دیکھی، تو "بدل الکتابہ" کی ساری رقم اکٹھی وصول کر لی اور غلام کو آزادی کا پروانہ لکھ دیا(۱۶)

مالک اس چیز کا پابند نہیں ہے کہ وہ مکاتب سے وصول کی جانے والی رقم میں کچھ کم کرے، لیکن اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ بہرحال ایک اچھی بات ہے، چنانچہ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کا کہنا ہے کہ مجھے عثمان رضی اللہ عنہ نے مکاتبت کی بنیاد پر آزاد فرمایا تھا. لیکن انہوں نے بدل الکتابہ کی مقدار میں کوئی کمی نہیں فرمائی (۱۷)

(iv)۔ "مکاتب" کب آزاد قرار پاتا ہے:

ابھی ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک "مکاتب" اس وقت تک غلام ہی متصور ہو گا. جب تک وہ اپنے ذمہ واجب الادا "بدل الکتابہ" مکمل طور پر ادا نہیں کر دیتا ہے۔ "بدل الکتابہ" کی مکمل طور پر ادائیگی کے بعد ہی وہ آزاد قرار پائے گا. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مکاتب جب تک اپنے ذمہ واجب الادا "بدل الکتابہ" مکمل طور پر ادا نہیں کر دیتا ہے۔ غلام ہی رہتا ہے. (۱۸)

(v)۔ مکاتب کی طلاق کا حکم:

مکاتب چونکہ اس وقت تک غلام ہی گردانا جاتا ہے جب تک کہ اس کے ذمہ بدل الکتابہ میں سے کوئی رقم واجب الادا رہتی ہے. اس لئے اس کی طلاق کا حکم وہی ہو گا جو غلام کی طلاق کا حکم ہے. یعنی وہ صرف دو ہی طلاق دے سکتا ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک مکاتب غلام نے اپنی بیوی کو جو آزاد تھی، دو طلاقیں دیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ عورت اب اپنے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ شادی کر کے حلالہ نہیں کر لیتی۔ یوں گویا انہوں نے اسے غلام کے برابر ہی تصور فرمایا. (۱۹) (نیز ملاحظہ ہو مادہ. طلاق / ۳ ب)

ام الولد:

الف۔ تعریف:

ام الولد سے مراد ایسی لونڈی ہے جسکے ہاں خود اپنے مالک کے نطفے سے اولاد پیدا ہوئی ہو.

ب۔ ام الولد اولاد کی پیدائش کے بعد آزاد ہو جاتی ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ ام الولد بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی آزاد قرار پاتی ہے. چنانچہ ان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ "امہات الاولاد" کو ہمیشہ

آزاد ہی سمجھتے تھے (۲۰)

حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت ہے کہ ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مجھ سے امہات الاولاد کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ ہم دونوں کی متفقہ رائے تھی کہ امہات الاولاد آزاد قرار پاتی ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت سنبھالی تو وہ بھی اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ اس کے بعد میں نے خود خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، تو میری یہ رائے قرار پائی کہ وہ بدستور لونڈیاں ہی رہتی ہیں، اس پر حضرت عبیدہ السلمانی نے ان سے کہا کہ اس معاملے میں آپ کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متفقہ رائے میرے نزدیک تنہا آپ کی رائے کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے۔ (۲۱)

اور ام الولد چونکہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی آزاد قرار پاتی ہے۔ اس لئے اس کا فروخت کرنا یا اسے ہبہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اس کے مالک کو اس کے ساتھ وطی کرنے کا حق بدستور باقی رہتا ہے۔ اور جب مالک کی وفات ہو جائے تو وہ مکمل طور پر آزاد ہو جاتی ہے۔ (۲۲)

ج۔ مالک کی وفات کی صورت میں ام الولد کی عدت:

امام بیہقی نے اپنی سنن میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ام الولد اپنے مالک کی وفات کی صورت میں تین حیض عدت گزارے گی۔ اس لئے کہ وہ ایک آزاد خاتون کی حیثیت سے استبراء رحم کے لئے عدت گزارتی ہے۔ اس لئے ایک آزاد مطلقہ خاتون کی طرح اس کی استبراء رحم کی مدت تین حیض ہوگی۔ (۲۳)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے "المغنی" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ام الولد اپنے مالک کی وفات پر استبراء رحم کے لئے ایک حیض کی عدت گزارے گی (۲۴)

اس لئے کہ اس کا یہ استبراء رحم اس کی غلامی ختم ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کی مدت وہی ہوگی جو لونڈیوں اور آزاد ہونے والی لونڈیوں کے لئے مقرر ہے

بشرطیکہ انہیں حیض آتا ہو اور یہ مدت ایک حیض ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: استبراء/ ۲ب)

### ۳۔ غلامی کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات ونتائج:

غلامی کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات ونتائج میں حسب ذیل امور شامل ہیں:

الف۔ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنا:

غلاموں کے معاملے میں اسلام کی ہدایت پر عملدر آمد کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا اہتمام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ رات کے وقت نماز تہجد کے لئے خود ہی وضو کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اس پر انہیں توجہ دلائی گئی کہ اگر وہ اپنے غلاموں کو حکم دیں تو وہ ان کو اس زحمت سے بچا سکتے ہیں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ نہیں، یہ بات نامناسب ہے۔ اس لئے کہ رات ان کی اپنی ہے جس میں وہ آرام کرتے ہیں (۲۵)

ب۔ غیر ہنر مند غلاموں اور لونڈیوں کو کمانے کا مکلّف نہ قرار دینا:

غیر ہنر مند غلاموں اور لونڈیوں کو کمانے کے لئے مکلّف قرار دینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ چیز ان کے لئے تنگی اور مشقت کا باعث بن سکتی ہے۔ اور کوئی ہنر نہ جاننے کی وجہ سے یہ پابندی انہیں اس بات پر بھی مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنے مالک کو ادائیگی کرنے کے لئے کوئی حرام اور ناجائز ذریعہ اختیار کریں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے خطبے میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر ہنر مند لونڈیوں کو کمانے کا مکلّف نہ ٹھہرایا کرو، اس لئے کہ اگر تم انہیں کمانے کے لئے مکلّف ٹھہراؤ گے تو وہ مطلوبہ رقم کمانے کے لئے بدکاری کریں گی۔ اسی طرح چھوٹے لڑکوں کو بھی کمانے کا مکلّف نہ ٹھہرایا کرو، اس لئے کہ اگر وہ کمانہ سکے تو چوری کریں گے ___ تم دوسروں کے معاملے میں درگزر سے کام لیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے معاملے میں درگزر سے کام لے گا، اور انہیں اچھی قسم کے کھانے کھلایا کرو (۲۶)

ج۔ غلام کی امارت اور نماز میں امامت کا مسئلہ:

اسلامی ریاست میں اگر کوئی شخص اپنی صلاحیت اور اخلاص کی بنا پر کسی منصب کا استحقاق رکھتا ہے تو محض غلام ہونے کی وجہ سے اسے اس منصب سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ اسی طرح

یہ چیز اس کے نماز میں امامت کرانے کی راہ میں بھی حائل نہیں ہوئی. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک سیاہ فام غلام تھا۔ انہوں نے اسے "ربذہ" کے علاقے میں گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز جمعہ اور دیگر نمازیں اسی غلام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے (۲۷) (نیز ملاحظہ ہو مادہ. صلوٰۃ/ ۱۱و)

د۔ فروخت کے موقع پر غلام والدین اور ان کی اولاد کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرنے کا حکم:

اولاد اپنے والدین سے انس و محبت رکھتی ہے اور والدین بھی اپنی اولاد کے ساتھ ہی خوش و خرم رہتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کے ذمہ کوئی کام لگایا جائے تو دوسرا اس کی انجام دہی میں اس سے تعاون کرتا ہے۔ (یوں ان کی خوشیاں اور مسرتیں ایک دوسرے سے متعلق اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں) اور چونکہ اسلام دنیا میں آیا ہی اس لئے ہے کہ نوع انسانی کو خوشیوں اور مسرتوں سے ہمکنار کرے۔ اس لئے اسلام میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ غلاموں کو فروخت یا ہبہ کرتے وقت اولاد کو والدین سے جدا نہیں کیا جانا چاہئے، چنانچہ خلفائے راشدین؆ بشمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں اپنے فیصلوں میں اسی اصول کو ملحوظ رکھتے تھے. چنانچہ حضرت حکیم بن عقال کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا تھا کہ وہ ان کے لئے ایک سو غلام کنبے خریدیں اور ان کے پاس روانہ کریں لیکن انہوں نے انہیں تاکید کی کہ ان میں سے کسی غلام کو اس کی والدہ یا بیٹے سے علیحدہ کر کے نہ خریدا جائے (۲۸)

آپ نے ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ غلاموں اور لونڈیوں کو اپنے اپنے کنبوں سے علیحدہ کر کے فروخت نہیں کرنا چاہئے (۲۹)

یعنی انہیں کنبوں کی صورت میں ہی فروخت کیا جانا چاہئے۔ اولاد کو والدین کے ساتھ ہی رکھا جانا چاہئے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ. بیع/ ۱و)

ھ۔ لونڈی کی فروخت سے اس پر طلاق نہیں واقع ہوتی ہے:

اس معاملے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے موقف سے مختلف تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ لونڈی کی فروخت سے اس پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (۳۰) جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی

رائے میں لونڈی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی (۳۱)

غلام کی طلاق کا معاملہ:

اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ طلاق کا انحصار مردوں کی حیثیت پر ہوتا ہے اور عدت کا دار و مدار عورت کی حیثیت پر، اس اعتبار سے غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے سکتا ہے، خواہ اس کی بیوی لونڈی ہو یا آزاد عورت، چنانچہ ان کے دور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام نے اپنی بیوی کو جو آزاد تھی دو طلاقیں دیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ اب وہ شخص اس عورت کے ساتھ تعلقات زن و شوہر برقرار نہیں رکھ سکتا ہے (۳۲)

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ طلاق کا انحصار مردوں کی حیثیت پر ہوتا ہے اور عدت کا دار و مدار عورتوں کی حیثیت پر (۳۳) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: طلاق/۲ھ، ۳ب)

اور چونکہ مکاتب اس وقت تک غلام ہی رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے ذمہ واجب الادا بدل الکتابت کی آخری قسط بھی ادا نہیں کر دیتا ہے۔ اس لئے طلاق کے معاملے میں مکاتب کی حیثیت وہی ہے جو غلام کی ہے، یعنی وہ صرف دو طلاقیں دے سکتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے مکاتب غلام کے معاملے میں جس نے اپنی بیوی کو جو آزاد تھی، دو طلاقیں دی تھیں، یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا کہ وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ وہ ایک دوسرے خاوند کے ساتھ شادی کرنے کے بعد طلاق نہیں لے لیتی ہے۔ (۳۴)

روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ایک مکاتب غلام تھا، جس کا نام نفیع تھا، اس نے اپنی بیوی کو جو ایک آزاد عورت تھی دو طلاقیں دیں اور اس کے بعد اس سے رجوع کر لینے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس سلسلہ میں مسئلے کی صحیح نوعیت معلوم کرنے کے لئے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان دونوں نے جواب دیا کہ وہ عورت اب تم پر حرام ہو گئی ہے۔ ((۳۵)

اسی طرح اگر مکاتب کی بیوی لونڈی ہو اور اس نے اسے دو طلاق دی ہوں، اور وہ اس سے علیحدہ ہو گئی ہو، تو پھر اگر اس کے بعد وہ اس کو خرید تا ہے، تو اس کے لئے ملک یمین کی بنا پر اس کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہو گا۔ (۳۶) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: تسری/۲د)

ر۔ غلام / لونڈی کی حد کا مسئلہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غلام / لونڈی پر آزاد مرد یا عورت کے مقابلے میں نصف حد قائم کرنے کے قائل تھے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو قرار دیتے تھے۔

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ — ان پر اس سزا کی نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لئے مقرر ہے۔

(النساء۔۲۵)

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے خلفائے راشدین کا دور دیکھا ہے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی میں نے حد قذف کے سلسلے میں غلام کو چالیس کوڑوں سے زیادہ سزا دیتے نہیں دیکھا (۳۷)
اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے ایک بار شراب پی تو انہوں نے اس پر نصف حد خمر نافذ کی (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ / ۲ د ۲ اور مادہ: قذف / ۴)
باقی جہاں تک مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کا تعلق ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ حد خمر کی سلسلے میں غلام کو اسی کوڑوں کی سزا دیا کرتے تھے (۳۸) تو یہ ایک شاذ روایت ہے۔ عین ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام کو چالیس کوڑوں کی سزا تو حد خمر کے طور پر دی ہو، اور چالیس کوڑوں کی سزا کسی دوسرے جرم کی بنا پر تعزیر کے طور پر دی ہو۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ اس نے رمضان میں شراب پی ہو۔ یا شراب پینے کے بعد باہر نکل کر لڑائی جھگڑا کیا ہو اور لوگوں کو ڈرایا دھمکایا ہو۔ یا اس طرح کے کسی دوسرے جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: تعزیر / ۲)

ح۔ لونڈی اور ام الولد کے استبراء کا مسئلہ:

(ملاحظہ ہو مادہ: استبراء)

ط۔ لونڈی کو آزاد عورت سمجھ کر شادی کرنے والے کا حکم:

اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے شادی کرتا ہے کہ وہ ایک آزاد عورت ہے اور اس کے ہاں اس کے اولاد بھی ہوتی ہے، لیکن اس کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ عورت لونڈی ہے۔ آزاد عورت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اس سے جو اولاد ہوئی ہوگی، وہ

اس کے اصل مالک کی غلام / لونڈی قرار پائے گی، اس لئے کہ آزادی یا غلامی کے معاملے میں اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے، لیکن چونکہ اسلام غلاموں کی آزادی کا شدید خواہش مند ہے، اس لئے اس نے ایسی اولاد کے والد کو یہ حق دیا ہے کہ وہ فدیہ ادا کر کے اپنی اولاد کو آزاد کروا سکتا ہے۔ ایک بیٹے کی آزادی کے لئے اسے فدیہ کے طور پر دو غلام دینا ہوں گے اور ایک بیٹی کی آزادی کے لئے دو لونڈیاں۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق / ۲ ب)

ی۔ بیوی کے غلام، لونڈی خاوند کے مملوک نہیں ہیں:

عورت کو چونکہ اپنے خاوند سے الگ مستقل طور پر ملکیت رکھنے کا حق بھی حاصل ہے۔ اس لئے بیوی کے غلام یا لونڈی کو اس کے شوہر کا غلام یا لونڈی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس بنا پر جہاں ایک شخص کی لونڈی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے آقا کے جسم کے کسی بھی حصے پر نظر ڈال لے۔ وہاں کسی خاتون کی لونڈی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مالکہ کے شوہر کے ستر پر نظر ڈالے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کی ایک لونڈی بنانہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب غسل فرمایا کرتے تھے تو میں ان کے کپڑے لے کر آیا کرتی تھی، اس موقع پر وہ مجھے تلقین فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کی طرف نہ دیکھوں، اس لئے کہ ایسا کرنا میرے لئے جائز نہیں ہے۔ (۳۹)

ک: لونڈی سے وطی کرنا:

- مرد کے لئے اپنی ایسی لونڈی سے جو خالصتاً اس کی ملک یمین میں ہو، وطی کرنا جائز ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: تسری)

ل: متفرق احکام:

- آزاد اور غلام ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۴ د ۲)
- خلیفہ کو جنگی قیدیوں کے غلام قرار دینے کا اختیار حاصل ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: اسر )
- غلام یا لونڈی کے خلاف جنایت کا ارتکاب (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ب ۲ ج)
- غلام یا لونڈی کے خلاف جنایہ کی دیت۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۴ ب ۴)
- غلام یا لونڈی کا اپنے مالک کی چوری کرنے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ / ۳)

مالک اپنے غلام اور لونڈی کی طرف سے فطرانہ ادا کرے گا۔ (ملاحظہ

ہو مادہ: زکاۃ الفطر/۲)

- غلام کو مال فئے میں سے کچھ دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: عطاء/۴)
- غلام کی گواہی (ملاحظہ ہو مادہ: شہادہ)
- لونڈی کی عدت (ملاحظہ ہو مادہ: عدۃ/۲ج)
- غلام کا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: استیذان/۲ج)
- غلام کیلئے بیک وقت دو سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۲الف)
- غلام کا حق طلاق دو طلاقیں ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق/۲ب)
- کفارہ کی وہ صورتیں جن میں غلام کا آزاد کرنا واجب ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: کفارہ/۲)
- مالک کے ساتھ اس کے تعلق ولا کا ثبوت، آزاد کرنے والے کو حق ولا حاصل ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ولاء)
- بھگوڑا غلام بھی اگر چوری کرے تو اس پر قطع ید کی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اباق/۲)

## رمل:

طواف قدوم کے پہلے تین چکروں کے دوران میں "رمل" کرنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حج/۵)

# فٹ نوٹ حرف "ر"

(۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ: (۲) ص ۱۲۹ ب

(۲) "اموال ربویہ" میں مندرجہ ذیل چھ اشیاء شامل ہیں: (۱) سونا (۲) چاندی (۳) گیہوں (۴) جو (۵) کھجوریں اور (۶) نمک

(۳) کنز العمال (۲) ص ۱۹۰

(۴) المجموع (۱۰) ( ۳۵

(۵) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۳۱۶۔ سنن سعید بن منصور (۱/۳) ص ۲۹۰، المحلی (۱۰) ص ۲۵۹، المغنی (۷) ص ۴۵۶ اور تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۳۷۰

(۶) "رد" کے لفظی معنی لوٹانے اور واپس کرنے کے ہیں، علم الفرائض کی اصطلاح میں "رد" کا مفہوم یہ ہے۔ کہ میت کے رشتہ داروں میں سے "اصحاب الفروض" کے حصوں کی ادائیگی کے بعد اگر ترکہ میں سے کچھ حصہ بچ جاتا ہے تو "عصبات" کی غیر موجودگی میں یہ بھی "اصحاب الفروض" میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۷) ملاحظہ ہو سنن البیہقی (۸) ص ۲۰۴۔ کنز العمال ص ۳۱۳، المغنی (۸) ص ۱۲۳

(۸) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۶۴، المحلی (۱۱) ص ۱۹۰، سنن بیہقی (۸) ص ۲۰۶ اور کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف ؒ ص ۲۱۴

(۹) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۸) ص ۲۰۱، المحلی (۱۱) ص ۱۹۰

(۱۰) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۳۰۳، کشف الغمہ (۲) ص ۱۱۱، عبدالرزاق (۷) ص ۴۸۲، کنز العمال (۶) ص ۲۷۶، المغنی (۷) ص ۵۵۹

(۱۱) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۵۵۹، مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۳۳۴ اور المحلی (۹) ص ۴۰۰

(۱۲) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۱/۳) ص ۲۴۰

(۱۳) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۱۰) ص ۳۱۵، المحلی (۹) ص ۳۹

(۱۴) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۲۲۳

(۱۵) ملاحظہ ہو المغنی (۹) ص ۴۱۸

(۱۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۴۰۴ سنن البیہقی (۱۰) ص ۳۳۵، کنز العمال (۱۰) ص ۳۵۱، اور المغنی (۹) ص ۴۲۷

(۱۷) ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص (۲) ص ۳۲۲

(۱۸) عبدالرزاق (۸) ص ۴۰۸

(۱۹) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۱) ص ۳۳۵. کنز العمال (۹) ص ۶۷۷ اور المحلی (۱۰) ص ۲۳۳

(۲۰) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۱۰) ص ۳۴۳

(۲۱) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷)، ص ۲۹۱ اخبار القضاۃ از وکیع (۲) ص ۳۹۹. المغنی (۹) ۵۳۱. المحلی (۹) ص ۲۱۷ کتاب الام از امام شافعی رحمہ اللہ (۵) ص ۱۷۵ اور الاشراف فی مسائل الخلاف والاجماع از ابن منذر (۲) ص ۱۲۴ (مخطوطہ)

(۲۲) المغنی (۹) ع ص ۵۳۱

(۲۳) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۷) ص ۴۴۸

(۲۴) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۵۰۰

(۲۵) ملاحظہ ہو کنز العمال (۹) ص ۱۹۷

(۲۶) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص ۹۸۰. سنن بیہقی (۸) ص ۹. کشف الغمہ (۲)، ص ۲۶ کنز العمال (۹) ص ۱۹۷ اور مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۴۸

(۲۷) ملاحظہ ہو المحلی (۵) ص ۵۲

(۲۸) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۲:۳) ص ۲۶۶. مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۳۰۹، سنن بیہقی (۹) ص ۱۲۶ اور کنز العمال (۴) ص ۱۷۵

(۲۹) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۳۳۱

(۳۰) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عبداللہ بن مسعود (مادہ. طلاق / ۴ و)

(۳۱) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۱۳۲

(۳۲) ملاحظہ ہو کنز العمال (۹) ص ۶۲۵۔ سنن البیہقی (۷) ص ۳۶۰۔ کشف الغمہ (۲) ص ۹۹

(۳۳) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۲۲۲، کنز العمال (۹) ص ۶۶۵

(۳۴) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰). ص ۲۳۳ عبدالرزاق (۷) ص ۲۲۴. سنن بیہقی (۱۰). ص ۳۳۵ کنز العمال (۹) ص ۶۷۷

(۳۵) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص ۵۷۴. مصنف ابن ابی شیبہ (۱). ص ۲۴۲. المغنی (۷) ص ۲۶۳

(۳۶) سنن سعید بن منصور (۱:۳) ص ۳۴۸. المحلی (۱۰) ص ۱۸۰

(۳۷) موطا امام مالک (۲) ۸۲۸. ابن ابی شیبہ (۲) ۱۲۵. سنن البیہقی (۸) ۲۵۱، کنز العمال (۵) ۵۶۲. المغنی (۸) ۲۱۸

(۳۸) ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۲۷ ب

(۳۹) ملاحظہ ہو کنز العمال (۵) ص ۴۶۸. طبقات ابن سعد (۳) ص ۵۹

# حرف الزاء

## ــــــ ز ــــــ

### زکاۃ:

۱۔ تعریف:

زکوٰۃ سے مراد ایک صاحب نصاب شخص کا اپنے مال میں سے مال کی ایک مقررہ مقدار ادا کرنا ہے تاکہ اسے بعض متعینہ مدات میں خرچ کیا جائے۔

۲۔ ایسے اموال جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

نقد رقوم، اموال تجارت، زرعی پیداوار اور مویشیوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں امت کا اجماع ہے۔ جہاں تک گھوڑوں کا تعلق ہے، تو جیسا کہ ہم آگے چل کر گھوڑوں پر زکوٰۃ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بتائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دنوں میں ان پر زکوٰۃ وصول کرنا شروع کر دیا تھا اور خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا کی تھی، لیکن جب خود ان کا دور خلافت شروع ہوا، تو انہوں نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کی لازمی ادائیگی کی پابندی ختم کر دی، چنانچہ جو شخص از خود گھوڑوں پر زکوٰۃ ادا کرتا، اس سے وصول کر لی جاتی، اور اسے گھوڑوں کی خوراک کے لئے اتنی رقم دے دی جاتی جتنی رقم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اس مقصد کے لئے ادا کیا کرتے تھے (۱)

۳۔ کسی مال پر وجوب زکوٰۃ کے لئے ضروری شرائط:

کسی مال پر زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

الف) زیر ملکیت مال کا نصاب کے برابر ہونا (بشرطیکہ کوئی قرضہ واجب الادا نہ ہو)

ـــ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، جب کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم کے برابر ہے۔ اسی طرح اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہے اور بکریوں کا چالیس بکریاں، نصاب کی ان مقداروں پر امت کا اجماع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گایوں کے نصاب کو بھی اونٹوں کے نصاب پر قیاس کرتے تھے، (۲) جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک

گایوں کا نصاب تیس گائیں ہے (۳)

اور اگر متعلقہ شخص کے ذمہ کوئی قرض واجب الادا ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد اس کے پاس جو مال بچے گا اس پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر اپنے خطبوں کے دوران میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ کا مہینہ آگیا ہے. لہٰذا تم میں سے جس شخص کے ذمے کوئی قرض واجب الادا ہو. وہ اپنا قرض ادا کر کے اپنے مال کو پاکیزہ بنالے اور پھر اس کے بعد اس میں سے زکوٰۃ ادا کرے۔ (۴)

اور اگر صاحب نصاب شخص کا قرض کسی کے ذمہ واجب الادا ہو. اور وہ شخص ایسا ہو جو عند الطلب اس قرض کی ادائیگی کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ضروری ہو گا جو قرض دی ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زکوٰۃ ایسے قرض پر بھی ادا کی جائے گی. جس کو اگر تم موصول کرنا چاہو تو بآسانی وصول کر لو. اسی طرح جو قرض کسی دولت مند شخص کے ذمے واجب الادا ہو اور تم اس سے محض حیا کی وجہ سے یا تکلفاً قرض کا تقاضا نہ کرتے ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب الادا ہو گی (۵) اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کی حیثیت اس کے پاس رکھی ہوئی امانت کی ہے۔

ب۔ مال کی ملکیت پر پورے سال کا گزرنا:

کسی مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی ملکیت پر پورا سال مکمل نہ ہو جائے (۶)

البتہ زمین سے پیدا ہونے والی اجناس اور دفینوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان پر اس شرط کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۴۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ:

یہ بات تاریخی اعتبار سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں وصول فرمایا کرتے تھے (۷)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کسی مومن پر اس کے زیر ملکیت غلاموں اور گھوڑوں پر کوئی زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہے۔ (۸)

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں لیا کرتے تھے اور اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا. لیکن بعد میں ایسا ہوا کہ شام کے متقی لوگوں کی

ایک جماعت نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے جو حضرت عمرؓ کے دور میں شام کے گورنر تھے یہ درخواست کی کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ بھی لیا کریں. لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور اس سلسلے میں راہنمائی کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا. اس پر وہ لوگ خود مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ ہمارے اموال چونکہ گھوڑوں اور غلاموں پر مشتمل ہیں. اس لئے آپ ہم سے ان کی زکوٰۃ بھی وصول کیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں کسی ایسے مال پر زکوٰۃ وصول نہیں کرنا چاہتا جس پر مجھ سے پہلے زکوٰۃ نہیں لی جاتی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے صحابہ کرامؓ سے اس بارے میں مشورہ فرمایا. اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اگر ان اموال پر زکوٰۃ کی ادائیگی سے ان کے دلوں میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے تو یہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس کی حیثیت بہرحال ایک ایسے باقاعدہ ٹیکس کی نہیں ہونی چاہئے جو آپ کے بعد بھی لیا جاتا رہے. چنانچہ اس مشورے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس دس درہم فی گھوڑا اور فی غلام کے حساب سے زکوٰۃ وصول کرنا شروع کر دی اور اس کے بدلے میں ہر گھوڑے کی خوراک کے لئے دس جریب (۹) ماہانہ اور ہر غلام کے لئے دو جریب ماہانہ غلہ ادا کرنا منظور فرمایا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس دور میں اپنے گھوڑوں پر باقاعدگی سے زکوٰۃ دیا کرتے تھے. چنانچہ وہ اپنے گھوڑوں پر واجب الادا زکوٰۃ خود لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے. (۱۰)

بعد میں جب زمام خلافت خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے نہ تو کسی کو گھوڑوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا اور نہ کسی کو اس سے باز رہنے کا. اور جو شخص بھی اپنے گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا کیا کرتا تھا. اسے اس کے گھوڑوں کی خوراک کے لئے اسی مقدار میں غلہ دینے کا اہتمام کرتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مقرر کی گئی تھی.

ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی طریقے پر عملدرآمد ہوتا رہا. لیکن جب زمام حکومت حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھوں میں آئی تو انہوں نے حساب لگا کر دیکھا کہ گھوڑوں کی خوراک کے لئے جو غلہ دیا جاتا ہے۔ اس کی قیمت اس رقم سے زیادہ بنتی ہے جو ان کی زکوٰۃ کی صورت میں حاصل ہوتی ہے. تو انہوں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا سلسلہ بند کر دیا. چنانچہ وہ نہ تو گھوڑوں کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور نہ ان کی خوراک کے لئے کچھ دیتے تھے (۱۱)

### ۵۔ زکوٰۃ کی وصولی:

زکوٰۃ کی وصولی بنیادی طور پر حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ اموال باطنہ. یعنی نقد

رقوم پر صاحب مال خود زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ جب کہ اموال ظاہرہ، یعنی مویشیوں اور غلہ پر حکومت خود حساب لگا کر زکوٰۃ وصول کرتی ہے۔ چنانچہ امام کاسانی بدائع الصنائع میں کہتے ہیں:

"زکوٰۃ کی وصولی بنیادی طور پر سلطان کا حق ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (اپنے ابتدائی سالوں میں) زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام سرکاری طور پر کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کے مال و دولت کی کثرت ہو گئی، تو انہیں اندازہ ہوا کہ سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام کرنے سے لوگوں کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری خود متعلقہ لوگوں پر عائد کر دینا زیادہ قرین مصلحت سمجھا۔ یوں گویا زکوٰۃ کی فراہمی کے معاملے میں وہ لوگ خلیفہ کے وکیل یا نائب قرار پائے۔"

حضرت عائشہ بنت قدامہ بن مظعون روایت کرتی ہیں کہ میرے والد بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیت المال میں سے اپنا حصہ وصول کرنے حاضر ہوتا، تو وہ ہمیشہ مجھ سے دریافت کرتے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اگر ان کے اس سوال کا جواب اثبات میں دیتا تو وہ میرے حصے میں سے زکوٰۃ کی رقم وضع کر لیتے اور اگر میرا جواب نفی میں ہوتا، تو وہ میرا پورا حصہ مجھے ادا کر دیتے (۱۲)

۶۔ مال زکوٰۃ سے استفادہ کرنے کا حکم:

خلیفۃ المسلمین زکوٰۃ کا جو مال وصول کرتا ہے، وہ ضرورت مند لوگوں مثلاً فقراء، مساکین اور مسافر وغیرہ، کا حق ہے، لہٰذا خلیفہ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ محتاج اور بے سہارا لوگوں کو اس مال سے استفادہ کرنے کی اجازت دے دے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سواری کے ضرورت مند لوگوں کو زکوٰۃ کے اونٹوں پر سواری کرنے کی اجازت دے رکھی تھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل راوی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ جاتے ہوئے دیکھا، ان کے ہمراہ زکوٰۃ کے اونٹ بھی تھے، جن پر انہوں نے لوگوں کو بٹھا رکھا تھا۔ (۱۳)

۷۔ زکوٰۃ کے مصارف۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ

بے شک فقراء، مساکین، محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین مؤلفتہ القلوب، قیدیوں کی رہائی، تاوان ادا کرنے والوں، فی سبیل

وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

(التوبہ ـ ٦٠)

اللہ کئے جانے والے کاموں اور مسافروں کے لئے مختص ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں زکوٰۃ انہی مصارف میں صرف کی جاتی تھی، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مؤلفتہ القلوب کا حصہ دینا بند کر دیا تھا. اور ان کی دلیل یہ تھی کہ اسلام اب ان کا محتاج نہیں رہا ہے (۱۴)

ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اس معاملے میں انہی کے طریق کار پر عمل پیرا رہے. چنانچہ ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی یہ روایت نہیں ملی ہے کہ اس نے مؤلفتہ القلوب کو زکوٰۃ میں سے کچھ دیا ہو (۱۵)

## زکوٰۃ فطر. (صدقہ فطر)

### ۱۔ تعریف:

زکوٰۃ فطر سے مراد مال کی وہ مقدار ہے جو ایک صاحب حیثیت شخص اپنے مال میں سے رمضان المبارک کے مہینے میں صدقہ فطر کی نیت کر کے کسی غریب شخص کو ادا کرتا ہے۔

### ۲۔ صدقہ فطر کن لوگوں پر واجب ہے:

صدقہ فطر مالدار شخص پر خود اپنی طرف سے بھی واجب الادا ہوتا ہے۔ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور اس جنین کی طرف سے بھی جو ابھی اس کی بیوی یا لونڈی کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ (۱۶)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جنین کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا تھا۔ (۱۷)

### ۳۔ صدقہ فطر کی مقدار:

ہر صاحب حیثیت شخص کو اپنے اور اپنے ان متعلقین کی طرف جن کا فطرانہ اس کے ذمے ہے کھجور اور جو کی صورت میں ایک صاع اور گندم ہو تو نصف صاع صدقہ فطر ادا کرنا ہو گا۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: صدقہ فطر میں ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ادا کرنی چاہئے (۱۸)

## زنا:

(نیز ملاحظہ ہو مادہ: حد)

### ۱۔ تعریف:

کسی ایسے شخص کا جو مکلّف و مختار بھی ہو اور زنا کے حرام ہونے کا علم بھی رکھتا ہو، کسی ایسی خاتون کی فرج میں وطی کرنا جو اس کے لئے حرام ہو اور جو نہ تو اس کی ملک یمین میں ہو اور نہ اس کے ملک یمین میں ہونے کا شبہ ہو، زنا کہلاتا ہے۔

### ۲۔ زنا کی حرمت:

اللہ تعالیٰ نے زنا کو بھی حرام قرار دیا ہے اور ان سارے "ذرائع" کو بھی جو زنا کا باعث بنتے ہیں اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد سے مستنبط ہوتا ہے:

| | |
|---|---|
| وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ۝٣٢ (الاسراء ۳۲) | اور نہ قریب جاؤ زنا کے، بے شک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت برا راستہ ہے۔ |

فعل زنا کے حرام ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے زانیہ عورت میں یہ احساس بھی پیدا کرنا مقصود ہے کہ وہ اس فعل کے ارتکاب کی وجہ سے اپنی دوسری ہم جنس عورتوں کے مقابلے میں کم تر درجے کی ہو چکی ہے۔ اس لئے وہ بسا اوقات یہ چاہتی ہے کہ کاش! دنیا کی ساری عورتیں اس فعل بد کے ارتکاب میں اس کے ساتھ شریک ہو جائیں، تاکہ وہ اس پستی میں تنہا نہ پڑی رہے۔ اس لئے وہ دوسری عورتوں کو اس برائی کی طرف کھینچنے میں تامل سے کام نہیں لیتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ارشاد میں اسی حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ ایک زانیہ عورت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں زانیہ بن جائیں (۱۹)

### ۳۔ زنا کا ثبوت بہم پہنچانے کا طریق کار:

اس بات پر اجماع امت ہے کہ جس طرح شہادت کے نتیجے میں زنا کا ثبوت بہم پہنچتا ہے اسی طرح خود زانی کے اعتراف کے نتیجے میں بھی زنا کا ثبوت بہم پہنچ جاتا ہے۔ البتہ دونوں صورتوں میں یہ بات ضروری ہے کہ صاف لفظوں میں زنا کا، یعنی جو فعل کیا گیا ہے اس کی ماہیت کا ذکر ہو۔

اس جرم کی پوری طرح کھول کر وضاحت کرے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے صرف بوس و کنار یا ہنسی مذاق کو زنا سمجھ لیا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز اسلمی سے یہ دریافت فرمایا تھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ زنا کس چیز کو کہتے ہیں اور انہوں

نے جواب میں عرض کیا تھا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ زنا کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کی مکمل تعریف بیان کی۔

اسی طرح گواہوں کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ فعل زنا کے ارتکاب کی پوری کیفیت جو انہوں نے دیکھی ہو، کھول کر بیان کریں۔ اور زنا کے جرم کا ثبوت اس وقت تک بہم نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک کہ گواہوں نے مرد کے ذکر کو عورت کے فرج میں اس طرح داخل ہوتے نہ دیکھا ہو جس طرح کے سرمہ دانی میں سلائی داخل ہوتی ہے۔

امام ابن سیرین روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی دی جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کی واقعی اس طرح گواہی دیتے ہو، اس کے ساتھ ہی انہوں نے تمثیل کے طور پر اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگشت سبابہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے اس کو دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں لپیٹ لیا (۲۰) مراد یہ تھی کہ آیا تم لوگوں نے اس فعل کو اس کیفیت میں ہوتے ہوئے دیکھا ہے؟ زنا کا ثبوت اس وقت تک بہم نہیں پہنچ سکتا ہے، جب تک کہ مندرجہ بالا طریقے سے چار مرد گواہ گواہی نہ دے دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| وَالَّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ (النساء ۔ ۴) | اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ کے طور پر لاؤ۔ |

۴۔ زنا کی سزا:

جب کسی آزاد اور شادی شدہ مرد یا عورت کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے تو اسے سنگسار کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شادی شدہ آزاد عورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ نے اسے سنگسار کر دینے کا حکم دیا، البتہ اسے سنگسار کرتے وقت وہ خود موقع پر موجود نہیں تھے (۲۱)

البتہ شادی شدہ آزاد زانی یا زانیہ کو کوڑے لگانے اور سنگسار کرنے کی دونوں سزائیں بیک وقت نہیں دی جائیں گی بلکہ صرف سنگسار کرنے کی سزا پر اکتفا کیا جائے گا۔ (۲۲)

البتہ اگر زانی آزاد مگر غیر شادی شدہ ہو تو اسے ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے

جلاوطن کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک زانیہ عورت کو جو غیر شادی شدہ تھی، سو کوڑے بھی لگوائے اور پھر اسے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے خیبر بھجوا دیا تھا(۲۳)

۵۔ زانیہ کے استبراء رحم کا مسئلہ:

اگر زانیہ شادی کرنے کی خواہش رکھتی ہو تو اس کے لئے استبراء ضروری ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: استبراء/ ۳ب)

## زوائد:

شئے مستحق کے اضافوں کو اس کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق/ ۲ب)

## زوج:

(نیز ملاحظہ ہو مادہ: نکاح، مادہ: طلاق، مادہ: ایلاء، مادہ: ظہار اور مادہ: خلع)

.... تقسیم کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے تو اس میں سے زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۵

.... وراثت میں خاوند کی مختلف حالتیں (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۴ج)

.... وارثت میں بیوی کی مختلف حالتیں (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۴د)

.. خاوند کو اپنی مردہ بیوی کو غسل دینے کی اجازت۔ (ملاحظہ ہو مادہ: موت/ ۲)

# فٹ نوٹ حرف "الزا"

— ز —

(۱) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب (مادہ زکوٰۃ/۴ د ۷)

(۲) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب (مادہ زکوٰۃ/۴ و ۶)

(۳) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ علیؓ بن ابی طالب مادہ: زکوٰۃ/۹ و)

(۴) ملاحظہ ہو موطا امام مالک "کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ فی الدین (۱) ۲۵۳، سنن بیہقی (۴) ص ۱۸۴ المجموع (۶) ص ۱۶۲، المغنی (۲) ص ۶۳۶، ص ۶۸۸ اور (۳) ص ۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۸ ب، مصنف عبدالرزاق (۴) ص ۹۲، کتاب الاموال ص ۴۳۷ اور کتاب الخراج از یحییٰ بن آدم ص ۱۶۳

(۵) ملاحظہ ہو کتاب الاموال ص ۴۳۰، کشف الغمہ (۱) ص ۱۷۹، سنن بیہقی (۴) ص ۱۴۹، المحلی (۶) ص ۹۴ اور المغنی (۳) ص ۴۶

(۶) ملاحظہ ہو المجموع (۵) ص ۳۲۴

(۷) ملاحظہ ہو مسند الامام احمد بن حنبل (۱) ص ۱۸

(۸) ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ اور صحیح مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ

(۹) جریب غلہ کی پیائش کرنے کا ایک پیانہ ہے۔ جس کی مقدار پونے سات من کے لگ بھگ ہوتی ہے۔

(۱۰) عبدالرزاق (۴) ص ۳۵، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۴ ب، المحلی (۵) ص ۲۲۷ اور ص ۲۲۹، کتاب الاموال ص ۴۶۵، بدائع الصنائع (۲) ص ۳۴، المغنی (۲) ص ۶۲۰

(۱۱) بدائع الصنائع (۲) ص ۷

(۱۲) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۴) ص ۱۰۹ اور کتاب الاموال ص ۴۱۲

(۱۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۹

(۱۴) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب مادہ زکوٰۃ/۸ د

(۱۵) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۴۲۷

(۱۶) ملاحظہ ہو المحلی (۱) ص ۱۳۲

(۱۷) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۴۰ ب، المغنی (۲) ص ۸۰

(۱۸) ملاحظہ ہو المحلی (۱) ص ۱۲۹، المجموع (۶) ص ۱۴۷، المغنی (۲) ص ۵۷

(۱۹) ملاحظہ ہو المغنی (۹) ص ۱۹۶

(۲۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۳۴ ۱ اور سنن بیہقی (۸) ص ۲۳۱

(۲۱) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۸) ص ۲۲۰

(۲۲) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۱۶۰

(۲۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۳۴ ۱ اور المغنی (۸) ص ۱۶۷

# حرف السین

## ـــــــس ـــــــ

### سب:

سب سے مراد گالی گلوچ دینا ہے اور اس پر "تعزیری سزا" دینا ضروری ہے (نیز ملاحظہ ہو مادہ: ھجاء)

### سبی: قیدی

ا۔ تعریف:

سبی سے مراد محارب کافروں کی ایسی عورتیں اور بچے ہیں، جو مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں۔

۲۔ قیدیوں کے احکام:

— خلیفہ کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں رہا کر دے، یا انہیں غلام بنا لے، یا انہیں فدیہ لے کر آزاد کر دے اور ان کو قتل کرنے سے روک دے (نیز ملاحظہ ہو مادہ: اسر/۳)

— جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے اس کا استبراء رحم ضروری ہے۔

### سترہ:

"سترہ" سے مراد ایسی چیز ہے جو پردہ یا اوٹ کے طور پر استعمال ہوتی ہے،

اور اصطلاح میں اس سے مراد ایسی لاٹھی یا اس سے ملتی جلتی چیز ہے، جو نمازی اپنے سامنے اس مقصد سے گاڑ دیتا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی سجدہ گاہ کے آگے سے گزرنے سے دور رکھ سکے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ ۳/۴)

### سجود: (سجدہ)

ا۔ تعریف:

سجدہ سے مراد مندرجہ ذیل سات اعضاء کا زمین پر رکھنا ہے:

پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں،

۲۔ سجدے کے اسباب:

الف۔ سجود الصلاۃ. (ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/ ۷ھ)

ب۔ سجود التلاوۃ.

۱۔ قرآن کریم میں سجدۂ تلاوت کے مقامات:

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سارے کے سارے ہم تک نہیں پہنچ پائے ہیں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ اپنے تمام اقوال و افعال کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے تھے. لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ آپؐ کے افعال و اقوال میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہوتی تھی. الا یہ کہ کسی چیز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا. چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال و اقوال ہم تک باقاعدہ طور پر نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مسلمانوں کے لئے آئیڈیل بنایا تھا. لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال و اقوال کا سب کے سامنے آنا ضروری تھا.

یہی وجہ ہے کہ کوئی صحابی کبھی کوئی کام پوشیدہ طور پر سرانجام دیتے اور کبھی کوئی کام کھلے بندوں کرتے۔ اس طرح ان کے بعض افعال و اقوال تو ہم تک پہنچ پائے ہیں جب کہ بعض اقوال و افعال ہم تک منتقل نہیں ہو پائے ہیں.

چنانچہ ہم تک جو روایات پہنچی ہیں. ان میں سے ایک کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورہ (ص) کی آیت سجدہ پر سجدہ کیا ہے (۱) جو حسب ذیل ہے:

| | |
|---|---|
| وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿٢٤﴾ (ص۔ ۲۴) | اور داؤد نے یہ خیال کیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے. پس اس نے اپنے رب سے بخشش کی درخواست کی اور اس کے حضور رکوع کی حالت میں جھک گیا اور توبہ کی۔ |

امام محمد بن شہاب زہری تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں سورۃ (ص) کی اس آیت پر سجدہ نہیں کیا کرتا تھا. لیکن جب مجھے سائبؓ سے یہ روایت معلوم ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس آیت پر سجدہ کیا کرتے تھے تو میں نے بھی اس پر سجدہ کرنا شروع کر دیا (۲)

اسی طرح ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورہ "النجم" کی مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کے دوران میں بھی سجدہ فرمایا تھا۔

فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا۝ پس سجدہ کرو اللہ کے حضور اور عبادت کرو (النجم۔ ٦٢)

چنانچہ مسروق کی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی، انہوں نے اس میں سورۃ النجم کی تلاوت کی، پھر سجدہ تلاوت کیا، اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کوئی دوسری سورۃ تلاوت کی (۳)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار عشاء کی نماز میں سورہ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدۂ تلاوت کیا۔ (۴)

لیکن ہم تک صرف ان دو سورتوں میں سجدۂ تلاوت کرنے کی روایات پہنچنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انہوں نے دوسری آیات سجدہ پر سجدہ نہیں کیا ہو گا، بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دوسری سورتوں میں پائی جانے والی آیات سجدہ کی تلاوت کرتے وقت بھی سجدہ کیا ہو گا، لیکن وہ روایات ہم تک نہیں پہنچ پائی ہیں۔

۲۔ سجود التلاوۃ کن لوگوں پر واجب ہیں:

اس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ سجدۂ تلاوت ہر اس مکلف شخص پر واجب ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو۔ یا قرآن مجید سننے کے لئے بطور خاص بیٹھا ہو، لیکن اگر کوئی شخص بلا ارادہ قرآن مجید سن لے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک بار ایک داستان گو کے ہاں سے گزرے۔ داستان گو نے اس موقع پر آیت سجدہ کی تلاوت کی تاکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ سجدۂ تلاوت بجا لائیں، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ سجدۂ تلاوت صرف ان لوگوں پر واجب ہو گا جو قرآن کریم کو اہتمام سے سن رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور سجدہ نہیں کیا (۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ اہتمام سے سن رہا ہو اس کا مطلب یہ تھا کہ جو شخص قران کریم سننے کی غرض سے ہی بیٹھا ہو۔ اسی طرح ان کا یہ ارشاد بھی ہے کہ

سجدۂ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے جو اس غرض کے لئے بیٹھا ہوا ہو (۶)
اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ اگر کوئی حائضہ عورت سجدۂ تلاوت والی آیت سنے. تو وہ اشارے سے سجدۂ تلاوت کرے (۷)
یعنی نہ تو وہ سجدۂ تلاوت ترک کرے اور نہ ہی سجدۂ نماز کی طرح باقاعدہ سجدہ کرے۔

۳۔ مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت کا حکم:
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے. چنانچہ ان کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ انہوں نے کبھی نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک سجدۂ تلاوت کیا ہو. (۸)
اس لئے کہ اس میں آفتاب پرستوں کے ساتھ تشبیہ پایا جاتا ہے جو اپنی نمازیں ان اوقات میں ادا کرتے ہیں۔

۴۔ سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کا وقت:
اگر کوئی شخص حالت نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کرتا ہے، تو اسے سلسلہ قرأت کو منقطع کر کے پہلے سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے اور پھر کھڑے ہو کر قرأت کی تکمیل کرنی چاہئے. چنانچہ ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز فجر میں سورہ (ص) کی تلاوت کی اور آیت سجدہ آنے پر سجدۂ تلاوت ادا کیا۔ پھر کھڑے ہو کر انہوں نے باقی قراءت کی تکمیل کی. اور پھر رکوع کیا.
اس پر بعض لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ امیر المومنین! کیا یہ سجدۂ تلاوت کے اہم مقامات میں سے ہے؟
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس مقام پر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تھا۔ (۹)
اسی طرح ایک دفعہ انہوں نے نماز فجر میں سورۃ النجم کی تلاوت کی، اور آیت سجدہ آنے پر سجدہ کیا اور اس کے بعد کھڑے ہو کر ایک دوسری سورۃ کی تلاوت کی (۱۰)
اسی طرح ایک دفعہ انہوں نے نماز عشاء میں سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس موقع پر

بھی آیت سجدہ آنے پر سجدہ کیا (۱۱)
اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے وہ خطبہ مکمل کرے اور پھر منبر سے اتر کر سجدہ تلاوت کرے (۱۲)

## سحر: (جادو)

### ۱۔ تعریف:

سحر یا جادو سے مراد ایسا عمل ہے جس کے ذریعے جنات وغیرہ کو مسخر کیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو نقصان پہنچایا جائے۔

### ۲۔ جادوگر کی سزا:

جادو حرام ہے اور اس کا کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اس میں دوسروں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اور دوسرے اس لئے کہ جادو کرتے ہوئے منہ سے ایسے الفاظ نکالنے پڑتے ہیں جو انسان کو دائرۂ ایمان سے خارج کر دیتے ہیں، اس لئے اس جرم کے ارتکاب کی سزا قتل ہے (۱۳)

حضرت عثمان رضی اللہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کر دیا، اور اس کے بعد اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا، اس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زید کو اس لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ ایک ایسی عورت کے معاملے میں ام المومنین کے خلاف ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں جس نے ان پر جادو کیا اور پھر اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کر لیا۔ یہ بات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (۱۴)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناپسندیدگی کا اظہار جادوگر عورت کے قتل پر نہیں فرمایا تھا، بلکہ اس بات پر فرمایا تھا کہ انہوں نے اقامت حدود کے اختیار کو جو صرف خلیفہ کا حق ہے، اپنے طور پر استعمال کر لیا، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے بھی ام المومنین پر ایک ایسی عورت کے معاملے میں جس نے ان پر جادو کیا اور پھر اپنے جرم کا اعتراف بھی کر لیا، اظہار ناپسندیدگی نہ کرنے سے، یہی چیز واضح ہوتی ہے کہ اس جرم کے ارتکاب پر سزا کا حکم بالکل واضح ہے اور یہ کہ ایسی عورت کے قتل کا مستحق ہونے کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور یہی چیز مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ جس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے اس معاملے پر گرفت اس لئے فرمائی کہ اس عورت کو ان کی اجازت کے بغیر قتل کیا گیا تھا۔ (۱۵)

## سرایہ: (پھیل جانا آگے بڑھ جانا)

ایسی جنایت کا ضمان جس میں زخم پھیل چکا ہو یا اس کے کچھ مزید اثرات مرتب ہوتے ہوں۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ضرب)

## سرقہ: (چوری)

### ۱۔ تعریف:

ایسا سرقہ جس پر قطع ید کی سزا دی جاتی ہے، یہ ہے کہ کوئی مکلّف شخص کسی ایسے مال کو جس پر اس کا کسی طرح کا حق نہ ہو کسی محفوظ جگہ سے نکال کر لے جائے۔

### ۲۔ چور کو "قطع ید" کی سزا دینے کی شرائط:

چور کو اس وقت تک قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی ہے جب تک کہ بعض مخصوص شرائط نہ پائی جائیں، ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں، جن کا تعلق چوری کرنے والے شخص سے ہے۔ اور کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق چوری کردہ مال سے ہے، جب کہ کچھ شرائط ایسی ہیں جن کا تعلق چوری کا ثبوت بہم پہنچانے سے ہے۔ اب ہم یہاں ان تینوں امور کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں مروی روایات پیش کر رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

### ۳۔ ایسی شرائط جن کا تعلق چور سے ہے:

الف) چوری کرنے والے شخص پر حد سرقہ اس وقت تک قائم نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ عاقل و بالغ اور بااختیار نہ ہو، اور ساتھ ہی چوری کے ناجائز ہونے کے بارے میں جانتا نہ ہو، چنانچہ جیسا کہ قبل ازیں (مادہ: حد/۳) میں ذکر ہو چکا ہے، ایک لڑکے کو جس نے چوری کی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھا جائے کہ اس کے زیر ناف بال اگے ہوئے ہیں یا نہیں، چنانچہ دیکھا گیا تو پتہ چلا کہ ابھی تک اس کے بال نہیں اگے ہیں، لہٰذا اس کو قطع ید کی سزا نہیں دی گئی۔ (۱۶)

ب۔ مفرور غلام کا چوری کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مفرور غلام کے چوری کرنے پر قطع ید کی سزا نہیں دیا کرتے تھے (۱۷) اور اس کا قطع ید کا سوال اس بنا پر پیدا ہوتا ہے کہ ایک مفرور غلام راہ فرار اختیار کرنے کے بعد اس "حق ولایت" سے محروم ہو جاتا ہے کہ جو اسے بہ حیثیت غلام حاصل

ہوتا ہے. چنانچہ امام زہری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آیا مفرور غلام کے چوری کرنے پر اسے قطع ید کی سزا دیجائے گی، یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی، اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم مفرور غلام کے چوری کرنے پر اسے قطع ید کی سزا نہیں دیتے تھے.

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ ان کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا تو اس کے سامنے بھی چوری کا ارتکاب کرنے والے ایک مفرور غلام کا معاملہ پیش کیا گیا۔ یزید نے جب اس معاملے میں مجھ سے دریافت کیا تو میں نے انہیں وہی بات بتائی جو مجھے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مروان کے موقف کے بارے میں بتائی تھی، اس پر اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس بارے میں کوئی اور چیز سنی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں بس وہی بات جو مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتائی تھی اس پر یزید بن عبدالملک نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس غلام کو بہرصورت قطع ید کی سزا دوں گا، زہریؒ کہتے ہیں کہ اس سال میں نے حج بیت اللہ کیا اور اسی دوران میں میری ملاقات حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے ہوئی. تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک مفرور غلام نے چوری کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے والی مدینہ حضرت سعید بن عاصؓ کے سامنے پیش کیا. حضرت سعید بن عاصؓ نے کہا کہ اس کو قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی. اس لئے کہ ہم کسی مفرور غلام کو چوری کرنے کی صورت میں قطع ید کی سزا نہیں دیا کرتے. لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جا کر اس پر حد قائم کر دی. یا اس پر اپنی موجودگی میں حد قائم کروائی (۱۸)

ج۔ غلام اپنے مالک کا مال چوری کرے:

اگر غلام اپنے مالک کے مال میں سے چوری کرے، تو اسے قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، دونوں نے اسی کے مطابق فیصلے فرمائے ہیں. اور ان دونوں سے اس معاملے میں کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا (۱۹)

۴۔ مال مسروقہ کے بارے میں لازمی شرائط :

الف۔ کسی چور کو چوری کرنے پر اس وقت تک قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی جب تک کہ مال مسروقہ میں مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جاتی ہوں :

۱۔ یہ کہ مال مسروقہ کسی دوسرے شخص کا ہو اور اس کی مالیت چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ ہو (۲۰) ، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسے چور کا معاملہ پیش کیا گیا جس نے ترنج ( یہ ایک ترش ذائقے کا پھل ہوتا ہے جو لیموں سے بڑا ہوتا ہے ۔ ) کی چوری کی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت لگانے کا حکم دیا جو تین درہم کے برابر بنی، جب کہ ایک دینار بارہ درہم کے برابر تھا، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر قطع ید کی حد نافذ کرنے کا حکم دیا، (۲۱)

باقی جہاں تک ابن ابی شیبہ کی اس روایت کا تعلق ہے، جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے تنبیہ کی کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کیا تو تم پر قطع ید کی حد نافذ کی جائے گی، (۲۲)

یا پھر مصنف عبدالرزاق کی روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ " میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ یا تو تم لوگ اس کام کو چھوڑ دو، ورنہ تم میں سے جو بھی ایسا ... شخص میرے سامنے لایا جائے گا جس نے کسی کا کوڑا چوری کیا ہو گا، تو میں اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ "

تو یہ بات انہوں نے تنبیہ اور تہدید کے انداز میں فرمائی تھی، ورنہ اگر کوڑا چوری کرنے کی سزا واقعی قطع ید ہوتی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ کسی صورت جائز نہ ہوتا کہ وہ اس کے معاملے میں درگزر سے کام لیتے، ایسے حالات میں اگر وہ آئندہ کے لئے اسے کوڑے چوری کرنے پر قطع ید کی سزا دیتے تو یہ سزا بطور تعزیر ہوتی نہ کہ بطور حد۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مال مسروقہ میں خود چوری کرنے والے کا کوئی حق موجود نہ ہو، اگر اس مال میں خود چوری کرنے والے کا حق بھی موجود ہو تو پھر اسے قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔ مثلاً اگر وہ بیت المال میں سے چوری کرتا ہے تو اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی، چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور میں اسی کے مطابق فیصلے کئے، اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی طرف سے ان کی مخالفت کا سراغ نہیں مل سکا ہے " (۲۳)

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مال مسروقہ باقاعدہ طور پر کسی محفوظ جگہ میں ہو نیز جب تک چوری کرنے والا شخص مال مسروقہ کو اس محفوظ جگہ سے نکال کر باہر نہیں لے جاتا اسے قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی محفوظ جگہ رکھا ہوا مال اکٹھا کرے اور اس کا ارادہ چوری کرنے کا ہو تو بھی جب تک وہ اس مال کو وہاں سے باہر نکال کر اپنی تحویل میں نہیں لے لیتا ہے. اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ (۲۴)

۴۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پرندوں کی چوری پر بھی قطع ید کی سزا نہیں دیا کرتے تھے ان کا ارشاد تھا کہ پرندوں کی چوری پر قطع ید کی سزا نہیں ہے (۲۵)

ب۔ مال مسروقہ کی واپسی:

اگر مال مسروقہ موجود ہو تو اسے اس کے مالک کو واپس لوٹانا ضروری ہے. لیکن اگر وہ ضائع ہو چکا ہو. تو اس صورت میں چور کو اس کی مانند کوئی دوسرا مال. بشرطیکہ ایسا مال دستیاب ہو. واپس لوٹانا ہو گا. اور اگر اس کا مثل دستیاب نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی. خواہ یہ قیمت پہلے سے طے شدہ ہو یا نہ ہو اور قطع نظر اس سے کہ چوری کرنے والا شخص فارغ البال ہے یا تنگ دست (۲۶)

اور اگر چور نے مال مسروقہ کسی ایسے شخص کو فروخت کر دیا ہو جسے چوری کے لئے مورد الزام نہ قرار دیا جا سکتا ہو اور جس کے اچھے چال چلن کی شہرت ہو. تو ایسی صورت میں اس شخص کو جس کا مال چوری ہوا ہے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا جائے گا. یا تو اس شخص کو مال کی قیمت ادا کر کے وہ مال اس سے خرید لے اور اپنا نقصان پورا کرنے کے لئے چور کا پیچھا کرے اور یا پھر وہ اس مال کو تو اسی شخص کے پاس رہنے دے اور اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے چور کا پیچھا کرے۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا معمول یہ تھا کہ اگر ان کے دور میں کوئی شخص کوئی چیز چوری کر کے فروخت کر دیتا تو اگر خریدنے والا شخص ایسا ہوتا کہ اسے مورد الزام نہ ٹھہرایا جا سکتا ہو. تو اس شخص کو جس کی چوری ہوئی ہوتی. اختیار دیا جاتا کہ اگر وہ چاہے تو مال مسروقہ قیمت ادا کر کے خریدے اور اگر چاہے تو چور سے وصول کرے (۲۷)

۵۔ چوری کا ثبوت بہم پہنچانا:

چوری کی سزا کا شمار چونکہ حدود میں ہوتا ہے. اس لئے اس کے ثابت کرنے کا طریقہ وہی ہے جو دوسری حدود ثابت کرنے کا ہے. لہٰذا اگر کوئی شخص خود چوری کرنے کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اسے

اپنے اس اقرار سے رجوع کرنے کا اشارہ دے، جیسا کہ حدود کے معاملے میں معمول ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: حد/ ۴)

۶۔ چوری کی حد:

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں چوری کی حد بیان فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ (المائدۃ ۔ ۳۸)

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے کرتوتوں کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔

اس حکم الٰہی کے مطابق چوری کرنے والے کا سب سے پہلے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور اگر وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، اور اگر وہ تیسری بار پھر چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا، اور پھر اگر وہ چوتھی بار بھی چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا (۲۸)

## صفا و مروہ کے درمیان سعی:

(ملاحظہ ہو مادہ: حج/ ۶)

## سفر:

۱۔ عدت گزارنے والی خاتون کا سفر:

جو خاتون اپنے شوہر کی وفات کی وجہ سے عدت گزار رہی ہو، اس کے لئے دوران عدت میں کسی قسم کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے، نہ وہ حج و عمرہ کے سفر پر جا سکتی ہے اور نہ کسی دوسرے سفر پر، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسی عورتوں کو جو دوران عدت حج یا عمرہ کے سفر پر روانہ ہوئیں، راستے سے واپس لوٹا دیا، (۲۹) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: عدت/ ۶ ب)

۲۔ مکاتب (۳۰) غلام کا سفر:

جب کوئی شخص اپنے غلام کو مکاتبت کی بنیاد پر آزاد کر دینے کا معاہدہ کر لیتا ہے، تو اس کے بعد وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر آزاد آدمیوں کی طرح سفر کر سکتا ہے اور ایسی حالت میں اس کے مالک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اسے سفر کرنے سے روکے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ عبد بن قیس الاسلمی نے اپنے ایک غلام کو مکاتبت کی بنیاد پر آزاد کر دینے کا معاہدہ کیا تھا، معاہدے کے بعد غلام نے بصرے کی طرف سفر

کرنے کا پروگرام بنایا، جب عبدبن قیس نے اسے روکنے کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اسے سفر سے روکنے کا حق نہیں ہے۔ اسے جانے دو۔ (۳۱)

۳۔ سفر سے واپسی کی سنت:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب وہ سفر سے واپس تشریف لاتے تو دو رکعت نماز نفل ادا کرتے۔ (۳۲)

۴۔ سفر کی نماز قصر کرنا:

۱۔ نماز قصر کرنے کے حکم کی نوعیت:

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ دوران سفر نماز میں سفر کے وجوب کے نہیں بلکہ صرف جواز کے قائل تھے، لہٰذا جو شخص سفر میں نماز کو قصر کرنا چاہے، قصر کرے اور جو مکمل نماز پڑھنا چاہے، مکمل پڑھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض حجوں میں منیٰ میں قیام کے دوران قصر نماز ادا کی اور بعض حجوں میں منیٰ میں قیام کے دوران پوری نماز ادا کی تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوران سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب سمجھتے تھے اور اس سے روگردانی کو جائز نہیں سمجھتے تھے، باقی جہاں تک ان کے منیٰ میں پوری نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں شادی کرنے کے بعد وہاں پر کچھ عرصہ کے لئے باقاعدہ قیام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور جیسا کہ ہم قبل ازیں (مادہ: حج / ۸) میں بیان کر چکے ہیں، یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔

۲۔ نماز قصر کرنے کے لئے سفر کی مقدار:

اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ سفر سے مراد ایسا سفر ہے، جس میں انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر کا رخ کرے یا کسی دور دراز کے مقام کی راہ لے اور جس میں انسان کو زاد راہ اور توشہ دان کی ضرورت پیش آئے، البتہ جہاں تک کسان، چرواہے اور پھیری والے کا تعلق ہے، جو اپنے شہر سے اس لئے نکلتا ہے کہ وہ اپنے کھیت میں فصل بو کر واپس گھر آ جائے گا، یا اپنا ریوڑ چرا کر واپس گھر آ جائے گا۔ یا سودا وغیرہ بیچ کر واپس آ جائے گا تو ایسا شخص اپنی نماز کو قصر نہیں کرے گا، اس لئے کہ ایسا شخص مسافر نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کو اپنے سفر کے دوران میں کسی زاد راہ اور توشہ دان کی ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض گورنروں کو باقاعدہ احکامات بھیجے تھے کہ کوئی مقیم، کسان اور تاجر نماز کو قصر نہ کیا کرے۔ بلکہ نماز کو صرف وہ شخص قصر کر سکتا ہے جس کے ہمراہ باقاعدہ زاد سفر اور توشہ دان ہو (۳۳) اسی طرح انہوں نے اہل بصرہ کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ جب اپنے ریوڑ چرانے صحرا کی طرف نکلتے ہیں یا کھیتی باڑی کی غرض سے کھیتوں میں جاتے ہیں یا خرید و فروخت کے لئے نکلتے ہیں، تو پوری نماز کے بجائے قصر نماز پڑھتے ہیں، لہٰذا تم آئندہ کے لئے ایسا نہ کیا کرو۔ بلکہ قصر نماز صرف وہی شخص پڑھے گا جو اپنے شہر سے سفر کی نیت سے روانہ ہو کر باہر نکلے گا، اور یا پھر جو دشمن کے مقابلے پر صف آرا ہو گا۔ (۳۴)

## ب۔ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا:

مسافر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ دوران سفر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ جب انہیں روانگی میں جلدی ہوتی تو وہ ظہر اور عصر کو بھی جمع کر کے پڑھتے اور مغرب اور عشاء کو بھی۔ (۳۵)

## دوران سفر نوافل کی ادائیگی:

جب اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے فرائض میں تخفیف فرمائی ہے تو نوافل میں بدرجہ اولیٰ تخفیف ہونی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوران سفر میں نہ تو نوافل پڑھا کرتے تھے اور نہ سنتیں، اور صرف فرائض کی ادائیگی پر اکتفا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ سفر کے دوران میں نہ فرضوں سے پہلے کچھ پڑھتے تھے اور نہ بعد میں (۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا، لیکن انہوں نے سفر حج کے دوران میں نوافل ادا نہیں کئے۔ اسی طرح میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج ادا کیا، تو انہوں نے بھی حج کے دوران میں دن کے وقت نوافل ادا نہیں کئے۔ (۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں دن کے وقت نوافل نہ پڑھنے کا ذکر اس لئے کیا کہ دن کے وقت نوافل سرعام ادا کئے جاتے ہیں۔ رہا رات کے وقت نوافل کی ادائیگی کا معاملہ۔ تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معمول کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا

۵۔ سفر کی رخصتوں کا خاتمہ:

ایک مسافر سفر کی ان رخصتوں سے اس وقت تک بہرہ اندوز ہو سکتا ہے، جب تک کہ وہ سفر سے واپس وطن نہ لوٹ آئے۔ یا وہ کسی جگہ پر چودہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے قیام کا ارادہ نہ کرے۔ البتہ اس مدت میں وہاں پر آمد اور وہاں سے روانگی کے دن شامل نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مسلک بیان کیا ہے (۳۸)

چنانچہ ہم قبل ازیں (مادہ حج/ ۸ میں) بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں شادی کرنے کے بعد وہاں پر قیام کا ارادہ فرمالیا، توانہوں نے اس دوران میں پوری نمازیں پڑھیں، چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو، جنہوں نے لاعلمی کی وجہ سے ان کے اس فعل پر اعتراض کیا تھا، مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"لوگو! میں نے مکہ مکرمہ آتے ہی یہاں شادی کر لی تھی، اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کر لیتا ہے، وہ وہاں پر مقیم لوگوں کی طرح پوری نماز ادا کرے (۳۹)

## سفہ: (نادانی، حماقت)

۱۔ سفیہ: (نادان، احمق)

سفیہ سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی صغر سنی یا حماقت کی وجہ سے اپنے مال میں صحیح طور پر تصرف نہ کر سکتا ہو۔

۲۔ سفیہ شخص کے مالی تصرفات پر پابندی کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ: حجر/ ۲ ب)

## سکر: نشے کی حالت کا طاری ہونا:

۱۔ تعریف:

سکر سے مراد یہ ہے کہ کسی نشہ آور مشروب کے استعمال سے انسانی ذہن میں مختلف باتیں گڈمڈ ہو جائیں اور عقل ان میں تمیز کرنے کے قابل نہ رہے

۲۔ سکر کے نتیجے میں مرتب ہونے والے اثرات ونتائج:

جو شخص کسی نشہ آور مشروب کی حرمت کے بارے میں جانتے ہوئے اسے اپنی آزادانہ مرضی سے استعمال کرتا ہے اس پر مندرجہ ذیل احکام وارد ہوتے ہیں:

الف ۔ حد کی تنفیذ :

نشہ آور مشروب کا استعمال کرنے والا شخص اگر اسے محض بھولے سے استعمال کر لیتا ہے، تو اسے چالیس کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ اس کا باقاعدہ عادی ہے، تو اس کی حد اسی کوڑے ہوگی۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ : ۲ ج ۲)

اور اگر نشہ آور چیز کا استعمال کرنے والا شخص غلام ہے، تو اس کی حد آزاد شخص کی حد کے مقابلے میں نصف ہوگی۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ : حد/۶)

ب ۔ نشے میں مدہوش شخص کے قولی تصرفات پر عملدر آمد نہ کرنا :

نشے میں مدہوش شخص کے قولی تصرفات پر، قطع نظر اس بات کے کہ وہ اس کے حق میں ہوں یا خلاف، عملدر آمد نہیں کیا جائے گا، چنانچہ اسی وجہ سے نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (۴۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نشے میں مدہوش شخص اور پاگل کے سوا ہر شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، (۴۱) اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مدہوشی کی حالت میں طلاق اور عتاق (غلام آزاد کرنا) نافذ نہیں ہوں گے۔ (۴۲) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : اشربہ/ھ اور مادہ : حجر/۲)

## سلام :

### ۱ ۔ تعریف :

سلام سے مراد کسی شخص کا اپنی زبان سے "السلام علیکم" کہنا ہے۔

### ۲ ۔ خطیب کا منبر پر بیٹھتے وقت سلام کہنا :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے وقت "السلام علیکم" کہا کرتے تھے (۴۳) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : خطبہ/۵)

### ۳ ۔ نماز میں سلام پھیرنا :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز ختم کرتے تو دائیں طرف رخ کر کے صرف ایک بار سلام کہتے (۴۴) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ/۷ ز)

### ۴ سلام کا جواب دینا :

سلام کا جواب دینا تمام علماء کے نزدیک واجب ہے، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (النساء ۔۸۶)

اور جب کوئی تمہیں سلام کرے۔ تو اس کو اس سے بہتر طریقے کے ساتھ جواب دو. یا کم از کم اسی طرح۔

لیکن جو شخص عبادت میں مشغول ہو, اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ سلام کا جواب دینے میں تاخیر سے کام لے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب انہیں کوئی شخص وضو کرتے ہوئے سلام کہتا تو وہ اس کا جواب وضو سے فارغ ہو کر دیتے۔ اور پھر فرماتے کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے ۴۵ (نیز ملاحظہ ہو مادہ. وضو/ ۵)

**سمحاق**: (سر کی ہڈیوں کے ساتھ موجود باریک جھلی جو جلد اور ہڈیوں کے مابین واقع ہوتی ہے)

جلد اور ہڈیوں کے مابین واقع جھلی کے زخمی ہونے کی صورت میں قصاص کا مسئلہ۔ (ملاحظہ ہو مادہ. جنایہ/ ۳ ج د)

**سواک**.

(ملاحظہ ہو مادہ. استیاک)

# فٹ نوٹ حرف "السین"

— س —

(۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۴، مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۳۳۶، کنز العمال (۸) ص ۱۴۴، المغنی (۱) ص ۶۱۸

(۲) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۴

(۳) ملاحظہ ہو کنز العمال (۸) ص ۱۴۵

(۴) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۴

(۵) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۳۴۴ اور المغنی (۱) ص ۶۲۴

(۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۳ ب اور المجموع (۳) ص ۵۵۱

(۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۵، المغنی (۱) ص ۶۲۰ اور المحلی (۵) ص ۱۱۱

(۸) ملاحظہ ہو سنن البیہقی (۲) ص ۳۲۶ اور المغنی (۱) ص ۶۲۳

(۹) ملاحظہ ہو کنز العمال (۸) ص ۱۴۴

(۱۰) ملاحظہ ہو کنز العمال (۸) ص ۱۴۵

(۱۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۶۴

(۱۲) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۱۲۶ اور کنز العمال (۸) ص ۱۴۴

(۱۳) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۱۵۳

(۱۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۸۰، المحلی (۱۱) ص ۱۶۴ اور ص ۳۹۴، کنز العمال (۶) ص ۷۵۰

(۱۵) ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۲۷، المغنی (۸) ص ۱۷۸

(۱۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۳۳۸، (۱۰) ص ۱۷۸، المحلی (۹) ص ۲۶، کنز العمال (۵) ص ۵۴۶ المغنی (۶) ص ۵۵۸ اور کشف الغمہ (۲) ص ۱۳۷

(۱۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۴۰۔

(۱۸) ملاحظہ ہو۔ المغنی (۸) ص ۲۷۵۔

(۱۹) ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی (۶) ص ۱۶۰، المغنی (۸) ص ۲۴۲

(۲۰) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص ۸۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۲۴، مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۳۷

(۲۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۲۴

(۲۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۳۷

(۲۳) ملاحظہ ہو المحلی : (۱۱) ص ۳۲۸

(۲۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۱۹۶، المحلی (۱۱) ص ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۱۲۴، سنن بیہقی (۸) ص ۳۶۵

(۲۵) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۰ ب، مصنف عبدالرزاق (۱۰)، ص ۲۲۰، بیہقی (۸) ص ۲۶۳، المحلی (۱۱) ص ۳۳۳، کشف الغمہ (۲) ص ۱۳۷،

(۲۶) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۲۷۰

(۲۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۰۱

(۲۸) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۲۶۴

(۲۹) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۰ اور ص ۱۸۷ ب، مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۳۳، کنزالعمال (۵) ص ۲۸۲، المحلی (۱۰) ص ۲۸۶، المغنی (۷) ص ۵۳۱ اور کشف الغمہ (۲) ص ۱۰۹

(۳۰) مکاتب سے مراد ایسا غلام ہے جس نے اپنے مالک کے ساتھ کچھ مال کے عوض آزادی کے حصول کے لئے معاہدہ کیا ہو۔

(۳۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۷۴

(۳۲) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۳۷ ب

(۳۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۲۱

(۳۴) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۲) ص ۱۳۷، المحلی (۵) ص ۴، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱۲ ب، مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۵۲۱

(۳۵) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۲) ص ۱۶۵، المجموع (۴) ص ۲۵۴

(۳۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۸

(۳۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۵۵۷ اور المغنی (۲) ص ۲۹۴

(۳۸) ملاحظہ ہو المجموع (۴) ص ۲۴۸

(۳۹) یہ حدیث امام احمد نے اپنے مسند میں روایت کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے اس پر فتح الباری (کتاب الحج) میں بحث کی ہے نیز ملاحظہ ہو المغنی (۲) ص ۲۹۰، (۳) ص ۴۰۸، المحلی (۴) ص ۲۶۹ اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱۳

(۴۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۷ ب، عمدۃ القاری (۲۰) ص ۲۵۱ اور المغنی (۷) ص ۱۱۵

(۴۱) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳/۱) ص۲۶۸، سنن بیہقی (۷) ۳۵۹ اور المحلی (۱۰) ص۲۰۹، کشف الغمہ (۲) ص۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۲۳۶ ب

(۴۲) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق (حدیث نمبر ۳۱۹۳)، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق (حدیث نمبر ۲۰۴۶)

(۴۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۷۸

(۴۴) ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق (۲) ص ۲۲۳

(۴۵) ملاحظہ ہو کشف الغمہ (۱) ص۴۹

# حرف الشین

## ش

### شبہ العمد :

"جنایہ شبہ عمد" سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کسی ایسے آلے سے مارے جو بالعموم قتل کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں اس شخص کی موت واقع ہو جائے۔
جنایہ شبہ عمد کی صورت میں خون بہا کے طور پر دیت مغلظہ کی ادائیگی ضروری ہے، (نیز ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۲ب، ۴ب)

### شتم : (گالی دینا)

شتم سے مراد کسی کو گالی دینا ہے اور اس پر تعزیر ہے۔

### شرب : (پانی پینا، کسی بھی چیز کا پینا)

حضرت امام مالکؒ اپنی موطا میں روایت کرتے ہیں، کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر پانی پی لیا کرتے تھے (۱)

### شرط :

۱۔ تعریف :

شرط سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے وجود کو کسی دوسری چیز کے وجود پر معلق قرار دے دیا جائے۔

۲۔ شرط کا دائرۂ کار :

الف۔ حج کے لئے شرط کا عائد کرنا :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج کے لئے شرط کا عائد کرنا جائز سمجھتے تھے، یوں وہ احرام کی نیت باندھتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے "اے اللہ! اگر مجھے راستے میں کہیں روک لیا گیا، تو میں وہیں احرام کھول دوں گا۔" یا وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے توفیق دی تو میں حج کروں گا، ورنہ عمرہ"۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: حج/۳الف)

ب۔ معاہدوں میں شرط کا عائد کرنا :

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسی شرائط کو جن پر معاہدہ کے دونوں فریق اتفاق کر لیتے تھے. آخری حد تک جائز سمجھتے تھے. بشرطیکہ ان کی وجہ سے اللہ کے کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام نہ کیا جارہا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ شرط کو مقدم گردانتے۔

___ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ شرط بھی معتبر ہے کہ ایک شخص کسی غیر موجود چیز کو اس شرط پر خریدے کہ اگر وہ صحیح و سالم ہوگی تو میں لے لوں گا. چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کسی دوسری جگہ میں موجود کچھ گھوڑے چالیس ہزار درہم یا اس کے لگ بھگ رقم کے بدلے میں خریدے اور شرط یہ عائد کی کہ یہ گھوڑے سودے کے موقع پر صحیح و سالم ہوں۔ یہ کہنے کے بعد وہ کچھ آگے بڑھ گئے. پھر واپس آ کر کہنے لگے کہ اگر یہ گھوڑے میرے قاصد کو صحیح و سالم حالت میں مل گئے تو میں آپ کو چھ ہزار درہم مزید دوں گا. حضرت عثمان رضی اللہ نے اس شرط سے اتفاق کرتے ہوئے اثبات میں جواب دیا. پھر جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا قاصد اس جگہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ گھوڑے ہلاک ہو چکے ہیں، یوں اس دوسری شرط کے نتیجے میں وہ اس سودے کی پابندی سے بری الذمہ ہو گئے۔ (۲)

___ معاہدہ کے ضمن میں مقید قرار دی جانے والی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے شخص کو فروخت کرتے ہوئے اس سے کسی خاص قسم کے استفادہ کو مستثنیٰ قرار دے دے۔ جیسا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فروخت کرتے ہوئے اس میں اپنی رہائش رکھنے کی شرط عائد کر دی تھی۔ (۳)

___ باہمی معاہدوں کے حوالے سے معتبر گردانی جانے والی شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ ایک شخص کسی خاتون سے اس شرط کے ساتھ شادی کرے کہ وہ اپنی فلاں بیوی کو طلاق دے دے گا. چنانچہ حضرت سمیط سدوسی راوی ہیں کہ میں نے ایک خاتون کے لئے پیغام نکاح بھجوایا تو اس کے وارثوں نے مجھ سے کہا کہ ہم اس کا رشتہ اس وقت تک تمہیں دینے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک کہ تم اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ نہ دے دو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے. میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے رہا ہوں. جس پر انہوں نے اس خاتون کا نکاح مجھ سے کر دیا. بعد میں

انہوں نے جب میرے ساتھ میری دوسری بیوی کو دیکھا تو پوچھا کہ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ نہیں دے دی تھی؟ میں نے کہا کہ میرے نکاح میں فلاں بنت فلاں بھی تھی، جسے میں نے طلاق دے دی تھی اور فلاں بنت فلاں بھی تھی اسے بھی میں نے طلاق دے دی تھی، لیکن اپنی اس بیوی کو میں نے طلاق نہیں دی۔

ــــ اس کے بعد میں شقیق بن مجزاۃ بن ثور کے ہاں گیا جو اس وقت امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے جارہے تھے، میں نے ان سے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے اس مسئلے کے بارے میں بھی دریافت کرلیں، چنانچہ جب وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان سے اس مسئلے کے بارے میں بھی دریافت کیا، جس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا دار ومدار اس شخص کی نیت پر ہے (۴) یعنی اپنی جس بیوی کو طلاق دینے کی اس نے نیت کی ہے۔ طلاق اسی پر واقع ہوگی۔

ــــ بائع کا یہ شرط عائد کرنا کہ بیع میں کوئی عیب نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: خیار/ ۲ج)

ــــ قرض کی ادائیگی کے لئے ایک خاص مدت متعین ہونے کے باوجود مقروض کا قرض کو متعینہ مدت سے پہلے پہلے ادا کر دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: قرض/ ۳ ب)

### ۳ــ شرط کی ”تعبیر“ کا اختیار:

اگر کسی معاہدہ کے دونوں فریق کا کسی شرط پر اتفاق ہو جائے اس کے بعد اس کی تعبیر کے بارے میں ان میں اختلاف رائے ہو جائے، تو اس تعبیر کو ترجیح دی جائے گی، جو اس فریق کی طرف سے پیش کی جائے گی جس پر شرط عائد کی گئی ہوگی۔ بشرطیکہ شرط کے الفاظ میں اس تعبیر کی گنجائش ہو، مثلاً سمیط سدوسی کے قصے میں، جو پیچھے گزر چکا ہے یہ بیان ہوا ہے کہ ان لوگوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ ہم تمہیں اپنی بیٹی کا رشتہ اس وقت تک نہیں دیں گے، جب تک تم اپنی بیوی کو طلاق نہیں دو گے، اور یہ بات چونکہ انہوں نے مفرد صیغہ میں کہی تھی، اس لئے سمیط نے اس سے یہی مراد لیا کہ وہ اپنی کسی ایک بیوی کو طلاق دے دے، اس لئے کہ مفرد صیغہ ہمیشہ ایک ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جب کہ ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ ان کی صرف ایک بیوی ہے، اس لئے انہوں نے ان پر بیوی کو طلاق دینے کی شرط عائد کی تھی تاکہ اس کے بعد وہ صرف ان کی بیٹی کے ہو کر رہ جائیں، لیکن بعد میں جب ان کو پتہ چلا کہ ان کی ایک دوسری بیوی بھی ہے تو انہوں نے اس کو بھی طلاق دینے کا مطالبہ کیا، یوں ان دونوں فریقوں کے درمیان اس معاملے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ پھر جب انہوں نے یہ معاملہ فیصلے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش

کیا، توانھوں نے اس کا فیصلہ مشترط علیہ کی تعبیر کے مطابق کیا۔ اس لئے کہ شرط کے الفاظ سے بھی یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے اور اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

## شرک:

مشرکین عجم میں باپ بیٹا ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے ہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۲ الف ۳)

... مسلمان کے لئے مشرک عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۳ ب ۴)

## شرکہ: (کاروبار میں "اشتراک")

مضاربت کی بنیاد پر کاروبار میں اشتراک جسے اصطلاح میں "القراض" کہتے ہیں، یہ ہے کہ طرفین کسی کاروبار میں اس اصول کی بنیاد پر اشتراک کریں، کہ سرمایہ ایک فریق کا ہوگا اور محنت دوسرا فریق کرے گا، اس صورت میں ان کے درمیان نفع کی تقسیم اس شرط کے مطابق ہوگی جو ان کے درمیان طے ہوگی، جب کہ خسارہ سرمایہ فراہم کرنے والے فریق کے کھاتے میں جائے گا۔ مضاربت کی بنیاد پر اشتراک شرعاً جائز ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنا مال مضاربت کی بنیاد پر اس شرط پر کاروبار کے لئے دیا کرتے تھے کہ نفع ہونے کی صورت میں نفع کی تقسیم دونوں فریقوں میں مساوی ہو گی، (۵) اور خسارہ صرف سرمایہ فراہم کرنے والے فریق کو یعنی انہیں برداشت کرنا ہو گا۔

## شعر: (بال)

۱ انسان کے لئے اپنے سر کے بال بڑھانا جائز ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کے بالوں کی دو لٹیں تھیں (۶)

اور اگر کسی نے اپنے بال بڑھا رکھے ہوں اور ان میں بڑھاپے کے آثار پیدا ہو جائیں، تو مسنون یہ ہے کہ وہ بالوں کو رنگ لیا کرے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے سر کے بالوں کو مہندی کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: خضاب)

۲۔ دوران نماز میں بالوں کی لٹوں کو گدی پر باندھے رکھنا:

نمازی کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ نماز کے دوران میں اپنے بالوں کی لٹوں کو گدی پر باندھ کر رکھے، بلکہ اسے چاہئے کہ وہ انہیں کھلا چھوڑ دے، تاکہ اسی کے ساتھ وہ بھی سجدہ ریز ہوں، چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دوران نماز میں اپنے بالوں کی لٹوں کو اپنی گدی پر

باندھے دیکھا تو اسے ارشاد فرمایا کہ بھتیجے! جو شخص نماز کے دوران میں اپنے بالوں کی لٹیں سر کی گدی سے باندھے رکھتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو اپنے ہاتھوں کو اپنے کاندھوں کے ساتھ باندھے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ / ۳ الف)

۳۔ محرم کے لئے بال مونڈنے یا کاٹنے کی ممانعت۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: احرام / ۳ د)۔

اسی طرح اس شخص کے لئے بھی بال مونڈنے یا کاٹنے کی ممانعت ہے جس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدا ہو اور یہ پابندی عشرہ حج کی ابتدا سے اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ وہ جانور کو ذبح نہ کرے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: اضحیہ / ص ۲)

۴۔ کسی عورت یا مرد کی شرمگاہ پر بالوں کا اگنا اس کے بالغ ہونے کی علامت ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: بلوغ / ۲ الف

## شفعہ:

۱۔ تعریف:

شفعہ سے مراد وہ حق ہے جو کسی مشترک جائیداد کے شریک کو اس کی فروخت کی صورت میں یہ اختیار دلاتا ہے کہ وہ اسے بائع اور مشتری سے جبراً قیمت فروخت پر خرید لے۔

۲۔ شفعہ کن کن چیزوں میں ہو سکتا ہے:

شفعہ صرف ایسی مشترک جائیداد میں ہو سکتا ہے جو قابل تقسیم ہو (۷)۔ لہٰذا شفعہ کا حق کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک شخص کو تو حاصل ہوتا ہے، لیکن پڑوسی کو نہیں، اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت میں حصہ دار نہیں ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب کسی جائیداد کی (تقسیم ہو کر اس کی) حدود ملکیت کا تعین ہو جائے، تو پھر شفعہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (۸)

اور جو جائیداد قابل تقسیم نہیں ہوتی ہے، اس میں بھی شفعہ کا حق نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً کنواں، نر کھجور وغیرہ، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"کنوئیں اور نر کھجور میں شفعہ نہیں ہو سکتا ہے۔ (۹)

## شک:

۔ شک سے مراد ایسی کیفیت ہے۔ جس میں ہر انسان دو امور کے مابین اس طرح متردد ہوتا ہے کہ اس کے لئے کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن نہیں ہوتا۔

۔ شک کی صورت میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھنے کا عدم جواز۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صیام / ۲)

___ اگر کسی عبادت کی ادائیگی کے وقت شک واقع ہو جائے تو وہ صورت اختیار کرے جس میں زیادہ احتیاط ہو۔ (ملاحظہ ہو مادہ: غسل / ۱ ب)

## شہادۃ: (گواہی)

۱___ تعریف:

شہادت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مشاہدے کی بنا پر کسی شخص کے دوسرے شخص پر حق کے بارے میں قاضی کی مجلس میں شہادت کے مخصوص الفاظ میں گواہی دے۔

۲___ الشاہد: (گواہ ___ اور اس کی شرائط)

گواہی کے قابل قبول ہونے کے لئے گواہ میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

الف۔ عقل اور بلوغ:

گواہی مقبول ہونے کے لئے پہلی شرط گواہ کا عاقل اور بالغ ہونا ہے. چنانچہ نابالغ شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی. البتہ اگر کسی نابالغ شخص کے پاس کوئی قابل شہادت بات ہو اور وہ بالغ ہونے کے بعد گواہی دے تو اس کی یہ گواہی قبول کر لی جائے گی. لیکن اگر وہ نابالغ ہوتے ہوئے گواہی دے گا تو اسے رد کر دیا جائے گا اور اگر ایک بار کم سنی کی حالت میں شہادت دی جو رد ہو گئی تو بالغ ہونے کے بعد دوبارہ گواہی دینے کی صورت میں اسے قبول نہیں کیا جائے گا. اس بنا پر کہ اسے ایک بار مسترد کیا جا چکا ہے. لیکن اگر اسے پہلے مسترد نہیں کیا گیا ہے. تو اب قبول کر لی جائے گی۔ (۱۰)

ب۔ آزادی:

گواہی مقبول ہونے کے لئے دوسری شرط گواہ کا آزاد ہونا ہے. چنانچہ غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی. البتہ اگر کسی غلام کے پاس کوئی گواہی ہو. اور وہ آزاد ہونے کے بعد گواہی دے تو اس کی بھی گواہی قبول کر لی جائے گی. لیکن اگر وہ غلام ہوتے ہوئے گواہی دیتا ہے اور اس کی یہ گواہی رد کر دی جاتی ہے. اور پھر وہ آزاد ہونے کے بعد وہی گواہی دوبارہ دیتا ہے. تو پہلے مسترد قرار دیئے جانے کی بنا پر اب بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (۱۱)

ج۔ عادل ہونا:

گواہی مقبول ہونے کے لئے تیسری شرط گواہ کا عادل ہونا ہے. چنانچہ فاسق شخص کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک فسق کی علامتوں میں سے چوسر کھیلنا بھی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے اجتناب پر زور دیا کرتے تھے. چنانچہ ایک موقع پر خطبہ دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

"لوگو! چوسر کھیلنے سے اجتناب کیا کرو. مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے گھروں میں چوسر موجود ہے. لہٰذا تم میں سے جس شخص کے گھر میں بھی چوسر موجود ہو. وہ یا تو اسے جلا دے اور یا توڑ دے۔"

ایک دوسرے موقع پر آپ نے اپنے خطبے کے دوران میں فرمایا:

"لوگو! میں نے تم سے چوسر کے بارے میں کہا تھا. لیکن میرا خیال ہے کہ تم نے اسے اپنے گھروں سے نکالا نہیں ہے. لہٰذا میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں لکڑیاں جمع کروا کے ان لوگوں کے گھروں میں بھجواؤں جن کے ہاں چوسر موجود ہے اور پھر ان گھروں کو مکینوں سمیت جلوا دوں (۱۲)

___اور جب ان کے نزدیک فاسق کی شہادت معتبر نہیں ہے تو پھر کافر کی شہادت تو بدرجہ اولیٰ غیر معتبر قرار پائے گی۔

و۔ واقعہ کا مشاہدہ کرنے والے عضو کا صحیح حالت میں ہونا:

گواہی کے معتبر قرار پانے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا عضو صحیح حالت میں ہو. یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رویت ہلال کے سلسلے میں تنہا ہاشم بن عقبہ کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ ایک آنکھ سے محروم تھے (۱۳) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: اعور / ۲ اور مادہ: اعمیٰ / ۲ ب)

ز۔ گواہ کو اپنے مشاہدے کی صحت کا یقین ہونا:

کسی گواہ کی گواہی کے معتبر قرار دیئے جانے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اسے اس واقعہ کی صحت کا جس کی وہ گواہی دے رہا ہے پورا یقین ہو۔ خصوصاً زنا کی گواہی کے لئے یہ ضروری ہے کہ گواہ نے زنا کی تمام تفصیلات کا وقت نظر سے مشاہدہ کیا ہو. تاکہ قاضی کے سامنے اس کی گواہی مقبول قرار پائے۔ مثلاً وہ زانی اور زانیہ دونوں کو پوری طرح پہچانتا ہو اور اسے زنا کی جگہ اور وقت کے بارے میں بھی پوری طرح معلوم ہو اور اس کی کیفیت کا بھی پوری طرح پتہ ہو. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے بعض لوگوں نے ایک

شخص کے خلاف یہ گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے زنا کی کیفیت کے بارے میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے یہ دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ اس طرح گواہی دے رہے ہو؟ اس کے لئے انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائی اور پھر اس پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے حلقہ بنایا۔ (۱۴) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: زنا/ ۳)

۳۔ المشہود بہ:

وہ امور جن کی گواہی دی جائے۔ (اور اس کی شرائط)

الف۔ مالی معاملات:

اس بات پر اجماع ہے کہ مالی معاملات میں ثبوت واقعہ کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ

پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔

(البقرہ۔ ۲۸۲)

ب۔ رویت ہلال:

رویت ہلال کے ثبوت کے لئے دو مردوں کی گواہی ضروری ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے. رویت ہلال کے سلسلے میں گواہی اس وقت تک معتبر نہیں جب تک دو مرد گواہی نہ دیں. (۱۵)

ج۔ ایسے امور جن کے بارے میں صرف عورتیں ہی جانتی ہیں:

ایسے امور جن کے بارے میں صرف عورتیں ہی جانتی ہیں، صرف ایک عورت کی گواہی بھی معتبر قرار پاتی ہے. مثلاً عورتوں میں پائے جانے والے طبعی نقائص (۱۶)، رضاعت سے متعلق امور اور اسی طرح کے دوسرے معاملات. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

رضاعت کے بارے میں صرف ایک خاتون کی شہادت ملنے پر میاں بیوی میں تفریق کرا دی تھی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: رضاع ')

د۔ زنا کے بارے میں گواہی:

ملاحظہ ہو مادہ: زنا/ ۳)

۴۔ ۔۔۔صرف ایک گواہ کی گواہی اور حلف پر مقدمہ کا فیصلہ (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/ ۳(۱۷))

۔۔۔زنا کے بارے میں نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کی صورت میں گواہوں پر حد قذف کا نفاذ۔ (ملاحظہ ہو مادہ: قذف/ ۱ ب')

## شوریٰ:

۱۔ تعریف:

شوریٰ کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص معاملے میں اہل علم اور صائب الرائے حضرات کی رائے معلوم کی جائے۔

۲۔ شوریٰ کی اہمیت:

اسلامی حکومت کے سربراہ اور قاضی، دونوں کے لئے واجب ہے کہ وہ پیش آمدہ معاملات میں اہل علم و صائب الرائے حضرات سے مشورہ کریں، اسی طرح کسی ذمہ داری پر متعین شخص کے لئے اپنی ذمہ داری سے متعلق ایسے معاملات میں جو واضح نہ ہوں، اصحاب علم و رائے سے مشورہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی دوسرے خلفائے راشدینؓ کی طرح امور خلافت میں اہل علم و رائے صحابہ کرامؓ سے کثرت سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ امام خصاف اپنی کتاب ادب القاضی میں کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا معمول یہ تھا کہ جب ان کے پاس دو فریق کوئی مقدمہ لے کر آتے تھے، تو وہ ان میں سے ایک فریق سے یہ کہتے تھے کہ علیؓ کو بلائیں اور دوسرے کو کہتے تھے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو بلالائیں، اور جب یہ سب حضرات تشریف لے آتے تو وہ ان دونوں فریقوں سے کہتے کہ اب تم لوگ اپنا مقدمہ پیش کرو، اور جب وہ لوگ مقدمہ پیش کر چکتے تو حضرت عثمانؓ ان حضرات کی طرف رخ کر کے کہتے کہ آپ حضرات اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ اگر ان حضرات کی رائے ان کی اپنی رائے کے مطابق ہوتی تو فوراً فیصلہ نافذ کرتے، بصورت دیگر اس معاملے پر غور و فکر فرماتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب فریقین مقدمہ وہاں سے اٹھتے تو فیصلے کو تسلیم کر چکے ہوتے (۱۸) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/ ۳)

... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرامؓ سے ایسے بچے کو وراثت میں سے حصہ دینے کے بارے میں مشورہ کرنا جو کفار سے جنگ کے دوران میں گرفتار ہونے والی لونڈی کے ساتھ آیا ہو (ملاحظہ ہو مادہ ارث / ۲ الف)

ــــ خلافت کی ذمہ داری سپرد کرنے کے بارے میں مشورہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ۔ امارۃ / ۲ الف)

## شیب: (بڑھاپا)

خضاب کے ذریعے بڑھاپے کے آثار کو تبدیل کرنے کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ۔ خضاب)

# فٹ نوٹ حرف "الشین"

## ۔ش۔

(۱) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص ۹۲۵

(۲) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۵) ص ۲۶۷، المحلی (۸) ص ۴۲۰

(۳) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۴۲۰، المجموع (۹) ص ۵۲۴

(۴) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳) ص ۲۴۶، المغنی (۱) ص ۷۲۹ اور (۷) ص ۱۲۷ اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۷ ب

(۵) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص ۶۸۸، المغنی (۵) ص ۲۳، کشف الغمہ (۲) ص ۲۲ اور اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۳۲، و طبقات ابن سعد (۳) ص ۶۰

(۶) ملاحظہ ہو المغنی (۲) ص ۸۹ اور سنن بیہقی (۶) ص ۱۲۱

(۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱۱ ب

(۸) ملاحظہ ہو المغنی (۵) ص ۲۸۵

(۹) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۸) ص ۸۰ و ص ۸۷، المحلی (۹) ص ۸۳، ص ۸۴، ص ۹۹، سنن بیہقی (۶) ص ۱۰۵، کنز العمال (۷) ص ۱۱، المغنی (۵) ص ۲۸۵، ص ۲۸۹

(۱۰) ایضاً

(۱۱) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۴۲۱، الجصاص (۱) ص ۵۱۱

(۱۲) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۴۱۲

(۱۳) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۱۰) ص ۲۱۴

(۱۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۱۶۷

(۱۵) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۴، سنن بیہقی (۸) ص ۲۳۱

(۱۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۴) ص ۱۶۷

(۱۷) ملاحظہ ہو المحلی (۹) ص ۳۹۹

(۱۸) ملاحظہ ہو ادب القاضی (۱) ص ۳۵۵، سنن بیہقی (۱۰) ص ۱۱۲

# صرف الصاد

## ص

### صائل: (حملہ آور)

حملہ آور کا قتل کرنا جائز ہے، اور ایسے شخص کے خلاف جنایت کے ارتکاب پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔
ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ب ۲ ب)

### صبح:

(ملاحظہ ہو مادہ: فجر)

### صبغ: (رنگ کرنا)

بالوں کو رنگنے کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ: خضاب)

### صبی: (بچہ)

(ملاحظہ ہو مادہ: صغیر)

### صداق: (مہر)

(ملاحظہ ہو مادہ: نکاح / ۵)

### صدقہ:

۱۔ تعریف:

صدقہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی کوئی چیز محض رضائے الٰہی کی خاطر کسی محتاج اور مسکین شخص کی ملکیت میں دے دے،

صدقہ کی دو قسمیں ہیں:

اولاً: صدقہ واجب، جسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور اس میں مال کی زکوٰۃ اور صدقہ فطر دونوں شامل ہیں۔

ثانیاً: نفلی صدقہ جسے روز مرہ کی زبان میں صرف "صدقہ یا خیرات" کہا جاتا ہے۔

۲۔ "ارض ہجرت" میں صدقہ دینے کا ثواب کسی دوسری جگہ کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لئے

کہ ارض ہجرت میں لوگ اس کے بہت زیادہ حاجتمند ہوتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ارض ہجرت میں صدقہ دینے کا اجر و ثواب سات سو گنا زیادہ ہوتا ہے۔ (۱)

### ۳۔ صدقہ کے لئے محتاج کے قبضے کی شرط:

صدقہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ایک شخص رضاکارانہ طور پر اپنا مال کسی شخص کو ثواب کی نیت سے دیتا ہے، لہٰذا صدقہ مصدق پر اس وقت تک لازم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ چیز جو بطور صدقہ دی گئی ہے محتاج کے قبضے میں نہ چلی جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک صدقہ لینے والا شخص مال صدقہ کو اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا اس وقت تک صدقہ دینے والا شخص صدقہ دینے کے ارادے کو بدل سکتا ہے، البتہ جب صدقہ کے طور پر دیا ہوا مال متعلقہ شخص کے قبضے میں چلا جائے تو پھر صدقہ دینے والا شخص اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ صدقہ اس وقت تک لازم نہیں قرار پاتا ہے جب تک کہ صدقہ کے طور پر دیا ہوا مال صدقہ لینے والے شخص کے قبضہ میں نہ چلا جائے (۲)

## صدقہ فطر:

ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ فطر)

## صغیر: (کمسن، نابالغ بچہ)

### ۱۔ کمسن شخص کو کمانے کے لئے مکلّف ٹھہرانا:

نابالغ بچہ چونکہ حلال و حرام کی تمیز پوری طرح نہیں رکھتا اس لئے اس کے سرپرست کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے ایسے تمام راستوں کو مسدود کر دے جو اسے کسب حرام کی راہ پر لیجانے والے ہوں۔ مثلاً اسے کمانے کا مکلف قرار دینا، یا کہیں کام یا مزدوری کرنے کا پابند ٹھہرانا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اپنے بچوں کو کسب معاش کے لئے مکلّف نہ ٹھہرایا کرو، اس لئے کہ جب تم انہیں کمانے کا مکلّف ٹھہراؤ گے تو وہ اس کے لئے چوری کریں گے۔ اسی طرح کسی ایسی لونڈی پر بھی جو کوئی کام نہ جانتی ہو کمانے کی ذمہ داری نہ ڈالو۔ اس لئے کہ جب تم اسے کمانے کے لئے مکلّف ٹھہراؤ گے تو وہ اس کے لئے بدکاری کا ارتکاب کرے گی۔ (۳)

### ۲۔ نابالغ بچے پر حد کا قائم نہ کرنا:

(ملاحظہ ہو مادہ: حد/ ۳ الف)

- نابالغ بچے کی گواہی قبول نہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ/۲ الف)
- نابالغ کے لئے بیت المال میں سے وظیفے کا تعین۔ (ملاحظہ ہو مادہ: عطاء/۳)
- نابالغ بچے کی طلاق (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق/۲ ج)
- نابالغ بچے کی گواہی (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ/۲ الف)
- والد کا اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے صدقہ فطر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: زکوۃ الفطر/۲)
- نابالغ کے تصرفات پر پابندی (ملاحظہ ہو مادہ: حجر/۲ الف)
- نابالغ بچے کی طرف سے کسی کے ہبہ کردہ مال کے قبضے کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ/۳ ب)
- نابالغ بچے کو کوئی مال ہبہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ/۲ ب ج)
- نابالغ بچہ اگر جنگ میں گرفتار ہو تو اسے قتل نہ کیا جائے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اسر/۳)

## صلاۃ: (نماز)

نماز کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کو ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے پیش کریں گے۔

۱۔ ترک صلاۃ کا گناہ

۲۔ ادائیگی نماز کے لئے طہارت کا اہتمام

۳۔ مکروہات صلاۃ

۴۔ نمازی کے سامنے سے گزرنا

۵۔ ایسے امور جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور ایسے امور جن سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔

۶۔ اوقات نماز

۷۔ افعالِ نماز

۸۔ نماز وتر

۹۔ نمازی کو لقمہ دینا

۱۰۔ مسافر کی نماز نیز ایسے شخص کی نماز جو دشمن کے مقابلہ میں محاذ جنگ پر ہو۔

۱۱۔ نماز با جماعت

۱۲۔ نماز جمعہ

۱۳۔ نماز عید

۱۴۔ نماز استسقاء

۱۵۔ نماز کسوف

۱۶۔ سفر سے واپسی پر پڑھی جانے والی نماز

۱۷۔ نماز تہجد

۱۸۔ نماز مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں

۱۹۔ نماز جنازہ

اب ہم ان تمام پہلوؤں پر الگ الگ روشنی ڈالیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ

۱ تارک صلاۃ کا گناہ:

نماز فرض ہے اور دین میں اس کی حیثیت وہی ہے جو انسانی جسم میں سر کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نماز کے سوا کسی دوسرے فرض کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے (۴)

۲۔ نماز کے لئے طہارت کا اہتمام کرنا:

اس بات پر اجماع ہے کہ نجاست، پیشاب و پاخانے اور جنابت سے طہارت حاصل کرنا صحت نماز کے لئے شرط ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور اس کا دہرانا واجب ہو گا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی، لیکن اس وقت انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ جنابت سے ہیں۔ لیکن بعد میں جب روشنی ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے کپڑوں پر احتلام کے آثار ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ بخدا مجھ سے بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ دراصل مجھے یہ علم ہی نہیں تھا کہ میں حالت جنابت میں ہوں ۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی نماز دہرائی ۔ (۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز محض اس لئے دہرائی کہ ان سے نماز کی شرط، یعنی طہارت کی خلاف ورزی ہوئی تھی۔

۔۔۔ جہاں تک جوتوں سمیت نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر جوتوں میں نجاست نہ لگی ہو، تو جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (۶)

۳۔ مکروہات نماز:

الف۔ بالوں کی "لٹیں" گدی پر باندھے رکھنا:

نماز کے دوران میں سر کے بالوں کی لٹوں کو گدی پر باندھے رکھنا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ بالوں کو ڈھیلا رہنے دیا جائے تاکہ سجدے کے دوران میں وہ بھی سجدہ ریز ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب ایک شخص کو اپنے بالوں کی لٹوں کو سر کی گدی پر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا:

بھتیجے! اس شخص کی مثال جو دوران نماز میں اپنے بالوں کی لٹیں اپنی گدی سے باندھے رکھتا ہے۔ اس شخص کی سی ہے۔ جو اپنے ہاتھ اپنے کاندھوں کے ساتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے (۷)

ب۔ ایسی چیزوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جنہیں کفار پوجتے ہیں:

ایسی چیزوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جنہیں کفار پوجتے ہیں مکروہ ہے۔ چاہے اس کے پیش نظر ان چیزوں کی عبادت کرنا نہ ہو۔ چنانچہ نمازی کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ کسی بت، تصویر، آگ یا ایسی کسی دوسری چیز کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ جسے مشرکین پوجتے ہیں، تاکہ عبادت میں مشرکین کے ساتھ تشبہ نہ ہو جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ایسے تابوت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے ان تصاویر کو کھرچ دینے کا حکم دیا (۸)

ج۔ نمازی کی توجہ مبذول کرنے والی چیزوں کا موجود ہونا:

نماز پڑھتے وقت کسی ایسی چیز کا وجود جو نمازی کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لے مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے خشوع و خضوع میں خلل پڑتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص نمازی کے سامنے باتیں کر رہا ہو یا اس کے سامنے کوئی ایسا بورڈ، تختی یا کوئی دوسری چیز آویزاں ہو جو اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہو اور نماز میں اس کے خشوع و خضوع کو متاثر کر رہی ہو۔ چنانچہ حضرت عطاء الخراسانی کی روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد نبوی کی تعمیر نو کی گئی تو اس کی چھت پر نارنگی کی شکل کے فانوس آویزاں کر دیئے گئے۔ اس لئے جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتا تو وہ اپنی نگاہیں بلند کر کے انہیں دیکھنے لگتا۔ جب اس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے انہیں اتروا دیا (۹)

۴۔ نمازی کے سامنے سے گزرنا:

الف۔ کسی شخص کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کی نماز نہ تو متاثر ہوتی ہے، اور نہ منقطع، لیکن نمازی کے لئے یہ بات بہرحال ضروری ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے شخص کو دور رکھنے کی ممکنہ کوششوں میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے، نمازی کے لئے اپنے سامنے سے گزرنے والے شخص کو دور رکھنے کے لئے اختیار کئے جانے والے مسنون طریقوں میں سے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھے جس سے رکاوٹ کا احساس ہو سکے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی، البتہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو جہاں تک ممکن ہو روکنے کی کوشش کیا کرو (۱۰)

اسی طرح آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ نماز صرف گفتگو کرنے یا وضو ٹوٹنے سے منقطع ہوتی ہے۔ (۱۱)

ب۔ مناسب یہ ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے شخص کو تکلیف پہنچا کر یا سختی سے روکنے کے بجائے معروف طریقے سے روکنے کی کوشش کرے۔ امام مالکؒ کی روایت ہے کہ ایک شخص ایک ایسے شخص کو پکڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا جس نے اس کی ناک توڑی تھی، اس شخص نے (ناک توڑنے والے نے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ یہ شخص نماز پڑھتے وقت میرے آگے سے گزرنے لگا اور چونکہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ مجھے پہنچ چکی تھی اس لئے مجھ سے یہ اقدام سرزد ہو گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بھتیجے تو نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ تیری نماز بھی ضائع ہو گئی اور تو نے اس کی ناک بھی توڑ دی ہے (۱۲)

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے ایک شخص نے حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے سے جب وہ نماز پڑھ رہے تھے گزرنا چاہا۔ انہوں نے اسے روکنے کی کوشش کی، مگر وہ باز نہ آیا، جس پر وہ اسے ساتھ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ اگر تم ان کے روکنے پر رک جاتے تو تمہیں کیا نقصان ہوتا؟ پھر انہوں نے حضرت حمید بن عبدالرحمٰن کی طرف رخ کر کے دریافت فرمایا کہ اگر یہ شخص تمہارے آگے سے گزر جاتا تو تمہیں کیا نقصان ہوتا؟ اس لئے کہ

نماز گفتگو کرنے اور بے وضو ہونے کے سوا کسی چیز سے نہیں ٹوٹتی (۱۳)

ج۔ نمازی کے سامنے سے گزرنے والا انسان ہو یا حیوان، اسے بہرحال روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت مذکور ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بحالت نماز ایک بھیڑ کو اپنے سامنے سے گزرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی (۱۴)

## ۵۔ وہ امور جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے

وہ امور جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے، حسب ذیل ہیں۔

الف۔ شرائط نماز میں سے کسی شرط کا پورا نہ ہونا۔

اگر نماز کی شروط میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو تو اس کے نتیجے میں نماز باطل ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص طہارت کے بغیر نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہو گی اور اس بات پر امت کا اجماع ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نماز گفتگو کرنے یا بے وضو ہو جانے کے سوا کسی چیز سے باطل نہیں ہوتی ہے (۱۵)

ب۔ نماز میں گفتگو کرنا۔

نماز کے دوران میں عام انسانی کلام کرنے سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ابھی ابھی نقل کر چکے ہیں کہ نماز گفتگو کرنے یا بے وضو ہونے کے سوا کسی چیز سے نہیں ٹوٹتی ہے اور گفتگو پر ہی ہم دوران نماز میں کوئی چیز کھانے پینے یا کوئی دوسرا کام کرنے کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں انسانی افعال میں شمار ہوتی ہیں اور جیسا کہ حدیث میں ہے نماز میں عام انسانی افعال میں سے کوئی فعل جائز نہیں ہے۔

ج۔ امام کی نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہونے سے مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱۶)

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ لیکن جب بعد میں سورج نکلا تو انہوں نے دیکھا کہ کپڑوں پر جنابت کے نشان ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ بخدا مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا۔ بخدا مجھ سے تو بہت بڑا گناہ ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے خود تو اپنی نماز دہرائی، لیکن لوگوں نے نماز نہیں دہرائی (۱۷)

د۔ بالوں کی لٹوں کو گدی پر باندھ کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: شعر ۲)

## ٦ نماز کے اوقات:

نماز پنج گانہ کے اوقات چونکہ معروف و مشہور ہیں. اس لئے ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کی تحدید اور تعیین کے بارے میں کوئی خاص روایت نہیں ملی. البتہ ان سے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایات منقول ہیں:

الف۔ نماز فجر کو منہ اندھیرے پڑھنے کو مستحب سمجھنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز فجر منہ اندھیرے پڑھا کرتے تھے۔ (۱۸) امام ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں ایک راوی کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ہم نماز فجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کرنے کے بعد جب باہر نکلتے تھے تو ایک دوسرے کو پہچانا نہیں کرتے تھے۔ (۱۹)

لیکن جس دن حضرت عمرؓ شہید کئے گئے. اس دن چونکہ لوگ اس معاملے میں مشغول ہو گئے تھے. اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی نماز فجر تاخیر سے ادا کی تھی (۲۰)

ب۔ نماز جمعہ کا وقت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اول وقت میں نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے. یہاں تک کہ بعض روایات میں تو یہ مذکور ہے کہ وہ نصف النہار سے پہلے پہلے جمعہ کی نماز ادا کر لیا کرتے تھے. حضرت ابن ابی سلیط کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جب وہاں سے نکلتے تھے تو ابھی دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا (۲۱) اور عبداللہؓ بن سیدان کی روایت ہے کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتا رہا ہوں. وہ خطبے اور نماز سے نصف النہار سے پہلے پہلے فارغ ہو جاتے تھے. اس کے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی نماز جمعہ ادا کرتا رہا ہوں۔ وہ اپنے خطبے اور نماز کو نصف النہار تک جاری رکھتے تھے. اور پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی نماز جمعہ ادا کرتا رہا ہوں. ان کے خطبے اور نماز کا سلسلہ زوال کے وقت تک جاری رہتا تھا. لیکن اس کو کسی نے نہ تو معیوب خیال کیا اور نہ ان پر گرفت کی۔ (۲۲)

حضرت ابان بن عثمانؓ کی روایت ہے کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس آ کر قیلولہ کیا کرتے تھے. (۲۳)

ج۔ نماز مغرب کا وقت:

نماز مغرب کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور حضرت عثمانؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ نماز مغرب اول وقت میں ادا کرنے کو پسند فرمایا کرتے تھے. یہاں تک کہ وہ روزے کی حالت میں نماز مغرب روزہ افطار کرنے سے پہلے ادا کر لیا کرتے تھے. چنانچہ ان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنے سے پہلے نماز مغرب ادا کر لیتے تھے۔ (۲۴)

البتہ امام ابن ابی شیبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ منفرد روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ روزہ افطار کرنے کے بعد نماز مغرب ادا کرتے تھے. چنانچہ ان کی روایت ہے کہ وہ نماز مغرب اس وقت ادا کرتے تھے جب رات کے آثار پیدا ہو چکے ہوتے اور نماز ادا کرنے سے پہلے روزہ افطار کر لیتے تھے۔ (۲۵)

غالبًا امام ابن ابی شیبہ کی بیان کردہ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پانی یا کھجوروں سے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے. پھر نماز مغرب ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے. اس طرح سے ان دونوں روایات کے درمیان تعارض کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

د۔ نماز فجر کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا:

نمازی کے لئے نماز فجر کے بعد اس وقت تک کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک کہ سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزے کی بلندی پر نہیں آ جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ سارا وقت تقریبا طلوع آفتاب کا وقت ہی شمار ہوتا ہے. اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں سورج پرست سورج کی عبادت کرتے ہیں. اور یہ موقف متفقہ طور پر تینوں خلفائے راشدین ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا ہے۔ (۲۶)

اور اس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے. جسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو سعید خدریؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ جس کے مطابق نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک بھی کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (۲۷)

۷۔۔ اعمال الصلاۃ: (افعال نماز)

الف۔۔ تکبیر تحریمہ:

نماز کا آغاز "اللہ اکبر" کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ اور انہی الفاظ کو اصطلاح میں تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے۔ ان الفاظ کے لئے تکبیر تحریمہ کی اصطلاح اس لئے استعمال کی جاتی ہے کہ ان کو زبان سے ادا کرتے ہی انسان کے لئے وہ تمام امور حرام ہو جاتے ہیں جو نماز کے باہر حلال تھے. مثلاً کھانا. پینا. بات کرنا اور اسی طرح کے دوسرے انسانی افعال و اعمال. تکبیر تحریمہ کے موقع پر نمازی اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے برابری تک اٹھائے گا. یعنی اپنے انگوٹھے کانوں کی لوؤں کے پیچھے تک لے جائے گا اور ہتھیلیوں کو ان کے پیچھے رکھے گا. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے پیچھے تک لیجاتے تھے (۴۸)

اور اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہی جاتی ہے۔

ب۔ دعائے ثناء:

تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی دعائے ثناء پڑھے گا۔ جسے نمازی افتتاحی دعا بھی کہا جاتا ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی نماز کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا کرتے تھے.

| | |
|---|---|
| سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ | اے اللہ تو پاک ہے. اور تیری ہی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں ہے |

ج۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا:

اس کے بعد نمازی اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے گا لیکن سری طور پر. (ملاحظہ ہو مادہ. استعاذہ اور مادہ. بسم اللہ)

د قراءت کا پڑھنا:

اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کی قرأت کرے گا۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا.

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں سورتیں پڑھنے میں ترتیب کو ملحوظ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اگر وہ پہلی رکعت میں کوئی سورۃ پڑھتے تو دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ پڑھتے (۲۹)

۲۔ یہ بات بھی جائز ہے کہ ایک رکعت میں دو یا دو سے زیادہ سورتیں پڑھ لی جائیں۔ امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک رکعت میں دو سورتیں بھی پڑھیں اسی طرح سائب بن یزید کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک رکعت میں قرآن کریم کی سات طویل سورتیں پڑھی تھیں (۳۰)

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز فجر میں اکثر سورۂ یوسفؑ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۳۱) فرافصہ بن عمیر الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سورہ یوسف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سن کر یاد کی ہے کیونکہ آپ اس سورۃ کو نماز فجر میں اکثر تلاوت کرتے تھے (۳۲)

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت لمبی کرتے تھے۔ وہ ان رکعتوں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے (۳۳)

اسی طرح انہوں نے ایک موقع پر نماز عشاء میں پہلے سورۂ النجم پڑھی اور اس کے آخر میں سجدہ کیا اور پھر کھڑے ہو کر سورہ التین پڑھی (۳۴)

۴۔ نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کی صورت میں حکم (ملاحظہ ہو مادہ۔ سجود/ ۲ ب ۴)

ھ۔ تکبیرات انتقال۔ (نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے کے موقع پر کہی جانے والی تکبیریں)

اس کے بعد نمازی رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہے گا اور پھر ہر ایسے رکن سے جس میں حرکت کرنا ہوتی ہے۔ دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت بھی تکبیر کہی جائے گی۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز کے دوران میں اٹھتے وقت۔ رکوع میں جاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت تکبیر کہنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ جب کہ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ ان مواقع پر پوری طرح تکبیر کہا کرتے تھے (۳۵)

و۔ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ نماز فجر میں دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ سلیمان تیمیؒ سے روایت ہے کہ ایک بڑے میاں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دعائے قنوت نہیں پڑھی تھی (۳۶)

ابو مالک اشجعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے یہ دریافت کیا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کے پیچھے یہاں کوفہ میں پچاس سال تک نماز ادا کی ہے۔ کیا یہ سب نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بیٹے۔ یہ چیز بعد میں شروع کی گئی ہے (۳۷)

مصنف عبدالرزاق کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک نماز فجر میں کبھی دعائے قنوت نہیں پڑھی (۳۸)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (۳۹)

ان روایات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز فجر میں باقاعدگی سے دعائے قنوت پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ جب دعائے قنوت پڑھنے کی کوئی خاص وجہ ہوتی تو پڑھ لیتے اور جب کوئی ایسی وجہ نہ ہوتی تو نہ پڑھتے۔

۲۔ شروع شروع میں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (۴۰)

لیکن پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ انہوں نے اپنے اس معمول کو بدل کر رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنا شروع کر دی (۴۱)

اس تبدیلی سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح تاخیر سے آنے والے بھی اس رکعت میں شامل ہو جایا کریں۔

حضرت قتادہؒ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور

حضرت عمرؓ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے. لیکن حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنا شروع کر دی تاکہ بعد میں آنے والے لوگ اس رکعت میں شامل ہو سکیں۔ (۴۲)

۳۔ نمازی کو چاہئے کہ وہ دعائے قنوت میں ماثور دعائیں پڑھنے کا اہتمام کرے۔ حضرت حصینؓ کی روایت ہے کہ میں نے ایک دن نماز فجر ادا کی اور اس میں دعائے قنوت پڑھی۔ میری اقتدا میں عثمانؒ بن زیاد نے بھی نماز فجر ادا کی. جب میں نماز سے فارغ ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے دعائے قنوت میں کیا پڑھا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے دعائے قنوت میں مندرجہ ذیل کلمات پڑھے ہیں:

« اللهم إنا نستعينك ونستغفرك و نثني عليك الخير ولا نكفرك ، ونخلع و نترك من يفجرك ، اللهم إياك نعبد و لك نصلي ونسجد ، وإليك نسعى ونحفد ، نرجو رحمتك ونخشى عذابك ، إن عذابك الجد بالكفار ملحق »

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے اور مغفرت چاہتے ہیں اور تیری ثنائے خیر کرتے ہیں، اور تیری نافرمانی کرنے والے سے قطع تعلق کرتے ہیں. اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے اور تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں. اور تیری ہی طرف سعی کناں اور رواں دواں ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کافروں کو گرفت میں لینے والا ہے۔

اس پر عثمان بن زیاد نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی دعائے قنوت میں یہی کلمات پڑھا کرتے تھے۔ (۴۳)

ز۔ سلام پھیرنا:

اس کے بعد نمازی سلام پھیرنے کے ساتھ ہی نماز کو ختم کر دے گا. اور اس سلسلہ میں دائیں طرف صرف ایک سلام پھیرنا ہی کافی ہے۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے

کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دائیں طرف صرف ایک سلام پھیرا کرتے تھے۔ (۴۴)

۸ صلاۃ وتر:

الف۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ نماز وتر رات کے پہلے حصے میں ادا کی جائے (۴۵)

اور اگر وہ نماز وتر رات کے پہلے حصے میں پڑھنے کے بعد سو جاتے اور پھر نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو نماز تہجد کے آخر میں ایک رکعت مزید ادا کر کے اپنی پہلے سے ادا کردہ نماز وتر کو دوگانہ بنا لیتے۔ اور یہ دو رکعت نفل ہو جاتیں۔ اس کے بعد وہ پھر نماز وتر ادا کرتے۔ (۴۶)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز وتر رات کے پہلے حصے میں ہی ادا کر لیتا ہوں۔ پھر اگر رات کے آخری حصے میں دوبارہ بیدار ہو جاؤں تو ایک رکعت مزید ادا کرتا ہوں۔ یعنی اس کو پہلے سے ادا کردہ وتر کے ساتھ ملا کر اسے دوگانہ بنا لیتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک جوان اونٹنی کو اونٹ کے ساتھ ملا دیا جائے (۴۷)

ب نماز وتر صرف ایک رکعت پر مشتمل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ہمیشہ وتر کی ایک رکعت پڑھا کرتے تھے۔ شاید اس سلسلہ میں ان کا معمول یہ رہا ہو کہ وہ پہلے وتر کی دو رکعتیں پڑھتے ہوں اور پھر ایک رکعت وتر علیحدہ پڑھتے ہوں۔ (۴۸)

ج... نمازی کو نماز وتر میں دعائے قنوت بھی پڑھنا ہوگی۔ اور اس کا موقع آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کا ہے (۴۹)

اس طرح نماز عشاء میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے حضرت عثمانؓ اسے نماز فجر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے سے ممیز کر دیتے ہیں۔ اور نماز فجر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنے کی توجیہ ان کے نزدیک یہ تھی کہ اس طرح بعد میں آنے والا شخص اس رکعت میں شامل ہو کر جماعت کا ثواب حاصل کر سکے گا۔

۹۔ نمازی کو لقمہ دینا۔

اگر نمازی نماز میں قراءت کے دوران میں غلطی کرے یا اسے اس میں کوئی اشتباہ ہو جائے اور نماز سے باہر کا کوئی شخص اس کی تصحیح کر دے یا اس کے اشتباہ کو دور کر دے تو نمازی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کی اس تلقین کو قبول کر لے (۵۰)

حضرت عبیدہؓ بن ربیعہ کی روایت ہے کہ میں ایک موقع پر مسجد الحرام میں گیا تو میں نے دیکھا کہ خوشبو میں بسا ہوا اور عمدہ لباس والا ایک شخص مقام ابراہیمؑ کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور وہ اٹک اٹک کر قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور اس کے پہلو میں کھڑا ایک دوسرا شخص اسے لقمہ دے رہا ہے. میں نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں (۵۱)

۱۰۔ مسافر اور محاذ جنگ پر موجود شخص کی نماز:

(ملاحظہ ہو مادہ: سفر/ ۴ اور مادہ جہاد / ۵)

۱۱۔ نماز با جماعت:

الف۔ اضطراری حالت میں نماز با جماعت میں رخصت کی گنجائش:

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا سنت بلکہ سنت سے کچھ زیادہ ہے. البتہ اضطراری حالت مثلاً سفر یا بارش وغیرہ کے مواقع پر اس میں رخصت کی گنجائش ہے. چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر جمعہ کے روز شدید بارش کی وجہ سے مؤذن کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تم حی علی الفلاح کہہ چکو تو اس کے بعد یہ کہنا کہ نہیں! تم اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز ادا کرنا. اس پر لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کس بنیاد پر کیا ہے؟ انہوں نے کہا. کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو مجھ سے بہتر تھے. ایسا کرنے کا حکم دیا تھا (۵۲)

اور جب حضرت عثمان کے نزدیک اضطراری کیفیت میں نماز جمعہ میں رخصت کی گنجائش تھی، تو پھر ان کے نزدیک ایسی حالت میں عام نماز با جماعت میں رخصت کی گنجائش بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

ب۔ جماعت میں زیادہ سے زیادہ حاضری کا اہتمام کرنا:

امام کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ وہ ترغیب و تحریص کے ذریعے جماعت میں زیادہ سے زیادہ حاضری کا اہتمام کرے۔ اور اگر نمازیوں کی تعداد کم ہو تو جماعت میں کچھ تاخیر بھی کر

لے. چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے لئے مسجد میں تشریف لائے. تو انہوں نے دیکھا کہ نمازیوں کی تعداد بہت کم ہے. چنانچہ وہ مسجد کے پچھلے حصے میں لیٹ کر نمازیوں کا انتظار کرنے لگے کہ ان کی تعداد زیادہ ہو تو وہ نماز پڑھائیں. اسی دوران میں ابن ابی عمرہؓ انصاری ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے پوچھا کہ انہیں کس قدر قرآن کریم یاد ہے. اور جب انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اس کے بارے میں بتایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز عشاء جماعت سے ادا کرتا ہے. وہ گویا نصف رات قیام کی حالت میں گزارتا ہے (۵۳)

ج۔ اور جب لوگ نماز کے لئے مسجد میں آجائیں تو پھر امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ انہیں نماز پڑھانے کے لئے نکلنے میں تاخیر سے کام نہ لے تاکہ وہ اکتا نہ جائیں. چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جسم کو صاف یا ٹھنڈا کرنے کے لئے غسل فرمار ہے تھے کہ انہیں نماز پڑھانے کے لئے بلا لیا گیا. جس پر وہ غسل کو نامکمل چھوڑتے ہوئے نماز پڑھانے کے لئے نکل آئے. امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے اس حال میں نکلے کہ انہوں نے ابھی سر کو صرف ایک طرف سے دھویا تھا. اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ نماز کے لئے بلانے والے نے مجھے جلدی بلا لیا. لہٰذا میں نے اسے روکے رکھنا مناسب نہیں سمجھا. (۵۴)

باغیوں کے سرغنہ کی امامت.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک بغاوت کے سرغنہ کی امامت جائز ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز انسان کا بہترین عمل ہے. چنانچہ صحیح البخاری اور بعض دوسری کتب حدیث میں عبیدؓ اللہ بن عدی بن خیار کی یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے آخری ایام میں باغیوں کے محاصرے میں تھے تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ تو موجودہ حالات میں گھرے ہوئے ہیں اور ادھر نماز میں ہماری امامت موجودہ بغاوت کا سرغنہ کر رہا ہے. لہٰذا ہمیں نماز ادا کرتے ہوئے سخت کوفت کا سامنا ہے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ نماز انسان کا بہترین عمل ہے۔ اس لئے اس میں ان کا ساتھ دیجئے. البتہ اگر وہ کوئی غلط کام کریں تو ان کی برائی سے اجتناب کیجئے (۵۵) (۵۶)

ھ۔ امیر کی امامت کا مسئلہ:

امیر اپنے منصب کے لحاظ سے نماز میں امامت کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک سیاہ فام غلام ربذہ کے علاقے کا حاکم تھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ کرامؓ اس کی اقتداء میں نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کیا کرتے تھے (۵۷)

و۔ غلام کی امامت کا مسئلہ:

بعض شرائط کے ساتھ غلام کی امامت جائز ہے اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔ ہم ابھی ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا ایک غلام ربذہ کے مقام پر نماز جمعہ اور دوسری نمازوں کی امامت کیا کرتا تھا. اسی طرح صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے کچھ پہلے اولین مہاجرین مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے. تو وہ قباء کے نزدیک عصبہ نامی بستی میں قیام گزیں ہوئے تھے. تو ان کی امامت سالم مولی ابو حذیفہ کیا کرتے تھے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن جاننے والے تھے (۵۸)

بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام جس کا نام ذکوان تھا، نماز میں حضرت عائشہ کی امامت کیا کرتا تھا اور قرآن مجید سنایا کرتا تھا (۵۹)

ز۔ صفوں کا سیدھا رکھنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز کے دوران میں صفیں سیدھی رکھنے کے شدید خواہش مند تھے. اور اس کام کے لئے کچھ لوگوں کی بطور خاص ڈیوٹی لگایا کرتے تھے۔ اور اس وقت تک نماز شروع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ یہ لوگ انہیں صفوں کے سیدھا ہونے کی اطلاع نہیں دے دیا کرتے تھے. چنانچہ ائمہ حدیث نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ جب نماز کھڑی ہو تو صفیں سیدھی کر لیا کرو اور کاندھے ملا لیا کرو۔ بے شک صف کا سیدھا کرنا تکمیل نماز کا ایک حصہ ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہیں کہا کرتے تھے جب تک کہ ان کے مامور کردہ لوگ انہیں صفوں کے سیدھا ہونے کے بارے میں رپورٹ نہیں دیتے

تھے۔ اس رپورٹ کے بعد ہی وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے (۶۰)

ابو سہل بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا اور اپنے حصے کے لئے اصرار کر رہا تھا۔ اسی دوران میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی، لیکن اپنے حصے کے لئے میرا اصرار جاری رہا اور اس دوران میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے جوتوں سے سنگریزوں کو ہموار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے جنہیں انہوں نے صفیں سیدھی کرنے پر مامور کر رکھا تھا، آکر اطلاع دی کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں۔ اس پر انہوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں بھی صف میں کھڑا ہو جاؤں۔ اس کے بعد انہوں نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھانا شروع کر دی۔ (۶۱)

ح۔ مقتدی کا قراءت کرنا:

امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قراءت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے (۶۲)

یہ روایت عمومی نوعیت کی ہے اور اس سے یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ ایا حضرت عثمانؓ قراءت خلف الامام کے مطلقاً قائل نہیں تھے۔ یا وہ قراءت خلف الامام کو صرف اس صورت میں ناجائز قرار دیا کرتے تھے جب مقتدی امام کی قراءت سن رہا ہو۔ مصنف عبدالرزاق میں "القرءاۃ خلف الامام" کے عنوان کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول پڑھنے کے بعد کہ امام کی قراءت کو خاموشی سے سننے والے شخص کو نہ سن سکنے کی صورت میں بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ جتنا ثواب سن سکنے والے شخص کو ملتا ہے۔ ہماری یہی رائے بنتی ہے کہ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا حقیقی موقف اول الذکر ہی تھا۔ بشرطیکہ ان کا یہی قول خطبہ جمعہ کو خاموشی سے سننے کے بارے میں بھی وارد نہ ہوا ہوتا (ملاحظہ ہو مادہ: خطبہ/۶ ب)۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ بات خطبہ جمعہ کو خاموشی سے سننے کے بارے میں بھی ارشاد فرمائی ہو اور پھر امام کی قراءت کو خاموشی سے سننے کے بارے میں بھی۔

ط۔ امام کی نماز میں خرابی واقع ہونا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام کی نماز میں کوئی خرابی واقع ہو جانے سے مقتدیوں کی نماز متاثر نہیں ہوتی ہے۔ اگر امام لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور پھر اس کے بعد اسے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت نہ ہونے یا کسی دوسری وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہے تو اس کی نماز میں واقع

ہونے والی یہ خرابی صرف اسی کی نماز تک محدود رہے گی۔ اس کا دائرہ مقتدیوں کی نمازوں تک نہیں پھیلے گا. اس صورت میں امام تو اپنی نماز کو دہرائے گا. لیکن مقتدی نہیں دہرائیں گے (۶۳)

چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بے خبری میں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی. پھر جب صبح ہوئی تو انہیں کپڑوں پر احتلام کے اثرات نظر آئے۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے. مجھے اپنی جنابت کے بارے میں علم نہیں تھا. اس کے بعد انہوں نے خود تو اپنی نماز دہرائی. لیکن اپنے مقتدیوں کو نماز دہرانے کے لئے نہیں کہا (۶۴)

ی۔ جس شخص کی نماز قضا ہو جائے۔ اسے اپنی قضاء نماز ادا کرنے کے لئے اذان دینے کی ضرورت نہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ اذان / ۲ ب)

## ۱۲۔ نماز جمعہ:

### الف نماز جمعہ کا واجب ہونا.

نماز جمعہ واجب ہے اور اس کا وجوب مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ثابت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ⑨ (الجمعہ ۹)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو. یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔

ایسے اضطراری حالات جن میں نماز با جماعت میں رخصت کی گنجائش ہے. نماز جمعہ میں بھی رخصت کی گنجائش ہے. مثلاً بارش وغیرہ میں. ایسی صورت میں نماز جمعہ کے بدلے میں نماز ظہر ادا کی جائے گی. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر بارش والے دن موذن سے یہ فرمایا کہ جب تم "حی علی الفلاح" کہہ چکو تو اس کے بعد یہ کہو کہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر ہی نماز ادا کرو. اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بہتر شخصیت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ (۶۵)

ب۔۔ نماز جمعہ کا وقت:

(ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۶ب)

۔۔۔ نماز جمعہ کے لئے ایک اضافی اذان کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ: اذان/۳)

ج۔۔ نماز جمعہ کا خطبہ:

نماز جمعہ سے پہلے امام خطبہ دے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: خطبہ)

د۔۔ عید اور جمعہ کا ایک دن واقع ہونا:

اگر عید اور جمعہ دونوں ایک ہی دن واقع ہوں، تو گرد و نواح کے جن لوگوں نے نماز عید ادا کر لی ہو، وہ اگر چاہیں تو آکر دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ بھی ادا کریں، یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر وہ چاہیں تو اپنے محلے کی مسجدوں یا اپنے گھروں میں نماز ظہر ادا کریں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف راوی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ عید الفطر اور جمعہ ایک ہی دن آ گئے، اس موقع پر میں بھی موجود تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز عید کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دفعہ یہ دونوں عیدیں اکٹھی آ گئی ہیں، لہٰذا آپ میں سے جن لوگوں کا تعلق مضافات سے ہے اگر وہ چاہیں تو یہیں رک جائیں اور نماز جمعہ ادا کر کے جائیں اور جو لوگ جانا چاہیں، تو ہماری طرف سے انہیں اجازت ہے۔ (۶۶)

## ۱۳۔ نماز عید:

الف۔۔ نماز عید کی جگہ:

نماز عید کی جگہ کے بارے میں اصل مسئلہ یہی ہے کہ اسے شہر سے باہر عید گاہ میں ادا کیا جانا چاہئے، لیکن اگر ایسا کرنے میں کوئی امر مانع ہو جائے اور مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا دشوار ہو جائے تو اس صورت میں نماز عید مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر شدید بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد میں ادا فرمائی تھی (۶۷)

ب۔۔ نماز عید کے لئے اذان اور اقامت کا مسئلہ:

نماز عید چونکہ فرض نہیں ہے اس لئے اس کے لئے نہ اذان کہی جاتی ہے اور نہ اقامت، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز عید کو ہمیشہ اذان اور اقامت کے بغیر ہی ادا فرمایا (۶۸)

ج۔ نماز عید کا خطبہ:

عید کے موقع پر نماز خطبہ سے پہلے ادا کی جائے گی. چنانچہ حضرت عثمانؓ بھی پہلے نماز عید ادا فرمایا کرتے تھے اور پھر خطبہ دیا کرتے تھے۔ (۶۹)

د نماز عید:

نماز عید اور دوسری نمازوں میں فرق یہ ہے کہ نماز عید میں اضافی تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں. چنانچہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات مزید تکبیر کہی جاتی ہیں اور پھر اس کے بعد سورۃ فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے اور دوسری کوئی صورت بھی. اور دوسری رکعت میں پہلے پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں اور پھر سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ نماز عیدالفطر. نماز عیدالاضحیٰ اور نماز استسقاء کے مواقع پر پہلی رکعت میں سات اضافی تکبیریں کہا کرتے تھے اور دوسری میں پانچ. علاوہ ازیں وہ ان مواقع پر پہلے نماز پڑھایا کرتے تھے اور پھر خطبہ دیا کرتے تھے اور قراءت ہمیشہ بآواز بلند کیا کرتے تھے (۷۰)

۱۴۔ صلاۃ استسقاء:

نماز استسقاء کا طریقہ. جیسا کہ بیان ہو چکا ہے. وہی ہے. جو نماز عید کا ہے (ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/ ۱۳د)

۱۵۔ صلاۃ کسوف:

امام نوویؒ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کرتے ہیں کہ صلاۃ کسوف کی دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں دو قیام. دو رکوع اور دو سجدے ہیں (۷۱)

۱۶۔ سفر سے واپسی کی نماز:

(ملاحظہ ہو مادہ: سفر/ ۳)

۱۷۔ نماز تہجد:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ رات کے ابتدائی حصے میں تھوڑی دیر سونے کے بعد باقی پوری رات قیام فرمایا کرتے تھے۔ (۷۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز تہجد کے دوران میں قیام اور قراءت میں طوالت کرنا زیادہ سجدے کرنے سے کہیں افضل ہے. چنانچہ ان کے بارے میں یہ روایت تواتر سے مروی ہے کہ وہ بعض اوقات نماز تہجد کے دوران میں ایک رکعت میں پورے قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے

تھے۔ (۷۳) حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کی غرض سے گھر میں گھس آنے والے باغیوں سے یہی بات کہی تھی۔ فرمایا تھا کہ آپ لوگ چاہیں تو انہیں شہید کر دیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں۔ لیکن ان کے بارے میں یہ بات واضح رہے کہ یہ اکثر نماز تہجد کے دوران میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم تلاوت کیا کرتے ہیں (۷۴)

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عثمان کی روایت ہے کہ ایک رات میں مسجد الحرام میں مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور میری یہ خواہش تھی کہ آج کی شب اس مقام پر کوئی مجھ سے سبقت نہ لے جانے پائے۔ اسی دوران میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص مجھے ٹھوکے دے رہا ہے۔ لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی، پھر اس نے دوبارہ مجھے ٹھوکا دیا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں کنارہ کش ہو گیا۔ جس کے بعد وہ آگے بڑھے اور انہوں نے ایک رکعت میں پورے قرآن کریم کی تلاوت کی (۷۵) (نیز ملاحظہ ہو مادہ / احیاء اللیل)

۱۸۔ نماز مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت موجود ہے کہ وہ نماز مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں پڑھا کرتے تھے (۷۶)

۱۹۔ نماز جنازہ:

الف۔ نماز جنازہ کے لئے طہارت کی ضرورت:

نماز جنازہ بھی دوسری نمازوں کی طرح باقاعدہ نماز ہے۔ اس لئے جو شرائط دوسری نمازوں کے لئے ہیں۔ نماز جنازہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں۔ مثلاً طہارت کا ہونا۔ قبلہ کی طرف رخ کرنا وغیرہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہے۔ اس کو وضو کر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ نماز جنازہ بھی باقی نمازوں کی طرح نماز ہے۔ (۷۷)

ب۔ نماز جنازہ میں صنف کے اعتبار سے ترتیب:

اگر کسی موقع پر مردوں اور عورتوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھانے کی ضرورت پیش آ جائے، تو ایسی صورت میں مرد کی میت کو امام کے قریب رکھا جائے گا اور عورت کی میت کو مرد کی میت سے سر کی طرف امام سے دور رکھا جائے گا۔ چنانچہ موسیٰؒ بن طلحہ راوی ہیں کہ میں نے

حضرت عثمانؓ کو مردوں اور عورتوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے، وہ مرد کی میت کو اپنے قریب رکھتے تھے اور عورت کی میت کو ان سے پرے قبلے کی طرف اور نماز جنازہ میں وہ چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (۷۸)

ج۔ نماز جنازہ کی کیفیت:

نماز جنازہ اذان اور اقامت کے بغیر ادا کی جاتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ اقامت/ ۱)

ہم موسوعہ عمر بن الخطاب (مادہ. صلاۃ/ ۲۴ د) میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے بارے میں اجماع ہو چکا تھا۔ ان میں سے ہر تکبیر ایک رکعت کی متبادل سمجھی جاتی تھی اور ان تکبیروں کی تعداد میں میت کے مرد یا عورت ہونے سے کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس سلسلے میں اسی مسلک پر قائم رہے۔ اور اجماع صحابہؓ سے کوئی اختلاف نہیں کیا(۷۹)

د۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مسجد نبوی میں ادا کی گئی تھی اور ان میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا(۸۰)

## صلح:

۱۔ تعریف:

صلح سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں دو جھگڑنے والے فریقوں کے جھگڑے کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۲۔ صلح کے ذریعے حالت جنگ کا خاتمہ:

(ملاحظہ ہو مادہ جہاد/ ۴)

۳۔ صلح کے معاہدے کی شرائط:

دو جھگڑنے والے فریقوں میں جن شرائط پر معاہدۂ صلح ہوا ہو ان کا احترام کرنا ان دونوں کے لئے ضروری ہے۔ اور کسی بھی فریق کے لئے یہ جائز ہے کہ اگر وہ قرین مصلحت سمجھے تو اپنی ان شرائط میں سے، جن پر صلح

کا معاہدہ ہوا تھا کسی شرط یا بعض شرائط سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے امام محمد بن الحسن الشیبانی سے یہ دریافت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے ساتھ اس شرط پر صلح کی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔ لیکن انہوں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی اولاد کو عیسائی بنانا شروع کر دیا۔ ایسی صورت میں کیا آپ کے نزدیک اس شرط کی خلاف ورزی پر ان کے قتل کا جواز ہے؟ امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے جواب میں ہارون الرشید سے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ بنی تغلب نے اس حکم کی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی اولاد کو عیسائی نہ بنانے کے بارے میں دیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد خلاف ورزی شروع کر دی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے جانشینوں حضرت عثمانؓ اور آپؐ کے عم زاد حضرت علیؓ نے اپنے تمام تر علم و فضل کے باوجود ان کی طرف سے اس شرط کی خلاف ورزی کو برداشت کیا۔ اور پھر ان بزرگوں کا یہی طرز عمل بعد میں نظیر بن گیا۔ اور صلح کے معاملے میں حضرت عمرؓ کے جانشینوں کا یہ جو طرز عمل ہے۔ اس میں کوئی بات آپ کے نقطۂ نظر کی تائید نہیں کرتی ہے۔ یہ اس مسئلہ کی عملی صورت ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے۔ اس کے بعد آپ جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی اس سلسلہ میں انہی کے طرز عمل کو اپنائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (۸۱)

## صورہ: تصویر

نماز کے دوران میں تصویر وغیرہ کی طرف دھیان نہ دینے کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۳ ب)

## صیال:

### ۱۔ تعریف:

صیال سے مراد کسی پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے حملہ کرنا اور دھمکانا ہے۔

### ۲۔ صیال کے بارے میں شریعت کا حکم:

الف۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک حملہ کرنے والے شخص یا گروہ کا مقابلہ کرنے کے لئے لڑائی جائز تو ہے، لیکن واجب نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ان لوگوں کے خلاف جو انہیں شہید کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس گئے تھے۔ لڑائی کرنے سے اجتناب فرمایا تھا۔ اور شاید انہوں نے اپنے اس موقف کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہو۔

| کن عبد اللہ المقتول ولا تکن عبد اللہ القاتل | تم اللہ کے قاتل بندے کے بجائے اس کے مقتول بندے بنو. |
|---|---|

ب۔ حملہ آور شخص کے خلاف جنایت کا ارتکاب (ملاحظہ ہو مادہ : جنایہ / ۳ ب ۲ ب)

## صیام : روزے

### ۱۔ تعریف:

صیام سے مراد یہ ہے کہ انسان باقاعدہ نیت کر کے سحری کے وقت سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے، اور جماع سے اجتناب کرے۔

### ۲۔ یوم شک کا روزہ:

یوم شک ۲۹ویں شعبان سے اگلا دن، یعنی تیس شعبان کا دن ہے۔ اگر بادلوں یا کسی دوسری وجہ سے ۲۹ شعبان کو چاند دکھائی نہ دے۔ (۸۲)

یوم شک کو رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ (۸۳) اس لئے کہ رمضان کا آغاز یا تو چاند دکھائی دینے سے ہوتا ہے یا پھر شعبان کے تیس دن پورے ہونے سے۔

### ۳۔ رویت ہلال رمضان کا اثبات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہلال رمضان یا ہلال شوال کی رویت کے اثبات کے لئے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۸۴)

رویت ہلال شوال کے لئے ان کے نزدیک ضروری تھا کہ اس کا ثبوت رات کو ہی بہم پہنچنا چاہئے تاکہ لوگ اگلے دن روزہ نہ رکھیں (۸۵)

اگر شوال کا چاند نظر آنے کا ثبوت دن کے وقت بہم پہنچا ہے، تو اس صورت میں حضرت عثمانؓ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ روزے کو مکمل کر لیا جائے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک موقع پر شوال کا چاند نظر آنے کی شہادت دن کے وقت بہم پہنچی، جس کے نتیجے میں کئی لوگوں نے روزے افطار کر دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو مسجد میں کھڑے ہو کر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنے روزے کو رات تک پورا کروں گا (۸۶)

موطا امام مالکؒ کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کے آثار دیکھنے کے بعد نماز مغرب ادا کرتے تھے اور اس سے پہلے روزہ افطار فرمالیا

کرتے تھے (۸۷)

۴۔ روزے دار کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک روزے کی حالت میں کسی شخص کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا مکروہ ہے (۸۸)

۵۔ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں نماز مغرب روزہ افطار کرنے سے پہلے ادا کر لیا کرتے تھے۔ اور نماز مغرب ادا کرنے کی بنا پر روزہ افطار کرنے میں تاخیر کو سنت نبویؐ کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔

اسی طرح بعض ائمہ حدیث نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ وہ رات کے آثار دیکھنے کے بعد نماز مغرب ادا کرتے تھے اور اس سے پہلے روزہ افطار فرمالیا کرتے تھے (۸۹) (نیز ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/ ۶ ب)

۶ صیام الدھر. (سال بھر روزے رکھنا)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی ایسے شخص کے لئے مسلسل اور سال بھر روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور جس کے بارے میں یہ خدشہ نہ ہو کہ مسلسل روزے رکھنے سے وہ اتنا کمزور ہو جائے گا کہ اپنے فرائض کی ادائیگی بھی نہیں کر سکے گا. چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ان ایام کو چھوڑ کر جن میں روزہ نہ رکھنا لازمی قرار دیا گیا ہے، مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ رات کے ابتدائی حصے میں تھوڑی سی دیر سو لینے کے بعد باقی رات مسلسل قیام کا اہتمام کیا کرتے تھے (۹۰)

۷۔ یوم عرفہ کا روزہ.

ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ ان کے نزدیک حاجیوں کے لئے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے؟ اس سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ ان کے نزدیک اس معاملے میں اباحت پائی جاتی ہے. لہٰذا نہ تو اس دن روزہ رکھنے والے حاجیوں پر گرفت کی جا سکتی ہے اور نہ روزہ نہ رکھنے والے حاجیوں پر. چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبھی تو یوم عرفہ کا روزہ رکھا ہے اور کبھی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ان کا یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھنا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس کے بعد میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں

نے بھی یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اسی طرح میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا. نیز اسی طرح میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے بھی یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں بھی یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھتا. لیکن میں نہ تو دوسروں کو اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ انہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ (۹۱)

اور امام حسن بصریؒ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر یوم عرفہ کا روزہ رکھا تھا۔ اور چونکہ سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے لوگوں نے ان پر سایہ کر رکھا تھا (۹۲) (ملاحظہ ہو مادہ: حج/ ۷)

**۸۔ روزہ دار کے لئے دعوت ولیمہ قبول کرنا:**

(ملاحظہ ہو مادہ: دعوت)

## صید: (شکار)

۔ محرم کا شکار کرنا اور حدود حرم میں شکار کرنا اور اس کا کفارہ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ ح)

۔ محرم کے لئے شکار کردہ جانور کا گوشت کھانا (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/ ۳ ط)

۔ امام ابن قدامہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ اگر شکار کردہ جانور کے جسم سے خون نکلتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (۹۳)

# فٹ نوٹ حرف "الصاد"

## --ص--

(۱) ملاحظہ ہو کنزالعمال (۲) ص۲۶۶

(۲) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۲) ص۱۷۰

(۳) ملاحظہ ہو موطا امام مالک (۲) ص۹۸۰، سنن بیہقی (۸) ص۹، کنزالعمال (۹) ص۱۹۷، کشف الغمہ (۲) ص۲۶ اور المغنی (۷) ص۶۳۱

(۴) ملاحظہ ہو کشف الغمہ (۱) ص۶۹

(۵) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۲) ص۴۰۰، کنزالعمال (۹) ص۱۶۷، المغنی (۲) ص۱۰۰

(۶) ملاحظہ ہو نیل الاوطار (۲) ص۱۳۵

(۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۱۱۱ ب

(۸) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۶۹

(۹) ملاحظہ ہو المجموع (۳) ص۲۳۲

(۱۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۶۹

(۱۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۴۳، سنن بیہقی (۲) ص۲۷۸، کنزالعمال (۸) ص۲۰۶ اور الاعتبار ص۷۸

(۱۲) ملاحظہ ہو کنزالعمال (۸) ص۲۰۶

(۱۳) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص۳۴ اور کنزالعمال (۸) ص۲۰۶

(۱۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۲۹

(۱۵) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص۲۳

(۱۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص۲۹، اور کنزالعمال (۸) ص ۲۰۶

(۱۷) ملاحظہ ہو المجموع (۳) ص۱۵۹ اور المغنی (۲) ص۹۹

(۱۸) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۲) ص۴۰۰، کنزالعمال (۸) ص۱۶۷ اور المغنی (۲) ص۱۰۰

(۱۹) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص۳۹۴، المجموع (۳) ص۵۴ اور الاعتبار ص۱۰۴

(۲۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص۴۹

(۲۱) ملاحظہ ہو الاستذکار (۱) ص ۵۲

(۲۲) ملاحظہ ہو المحلی (۵) ص ۴۳

(۲۳) ملاحظہ ہو المجموع (۲) ص ۳۸۲، المغنی (۲) ص ۳۵۷، مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۷۵ اور المحلی (۵) ص ۴۲

(۲۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۳) ص ۷۵

(۲۵) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۲۲۵، سنن بیہقی (۲) ص ۲۳۸ و (۱) ص ۴۲۸ و کشف الغمہ (۱) ص ۲۰۱

(۲۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۰ ب

(۲۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۰۳ اور طرح التثریب (۲) ص ۱۸۵

(۲۸) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۷۰، المحلی (۲) ص ۹۵، کنزالعمال (۱) ص ۹۲

(۲۹) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۲) ص ۷۶، کنزالعمال (۱) ص ۹۷، ۹۹

(۳۰) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۴۷۵

(۳۱) کشف الغمہ (۱) ص ۸۰

(۳۲) سنن بیہقی (۲) ص ۳۸۹، کنزالعمال (۸) ص ۱۰۸

(۳۳) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۰۸ ب

(۳۴) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۵، المحلی (۵) ص ۱۰۸

(۳۵) کنزالعمال (۸) ص ۹۱، ابن ابی شیبہ (۱) ۳۷ ب

(۳۶) ابن ابی تیبہ (۱) ص ۱۰۰

(۳۷) سنن ترمذی حدیث نمبر ۴۹۳ کتاب الصلاۃ باب ترک القنوت، النسائی (۲) ص ۲۰۳ کتاب الافتتاح باب ترک القنوت، شرح معانی الاثار (۱) ص ۲۴۹، المغنی (۲) ص ۱۵۵

(۳۸) عبدالرزاق (۳) ص ۱۰۷

(۳۹) سنن بیہقی (۲) ص ۲۰۲

(۴۰) المحلی (۴) ص ۱۴۱، الاعتبار ص ۱۲، کنزالعمال (۸) ص ۸۳، المجموع (۳) ص ۴۸۵

(۴۱) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۰۰ المجموع (۳) ۴۸۶

(۴۲) عبدالرزاق (۳) ص ۱۰۹

(۴۳) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۰۰

(۴۴) عبدالرزاق (۲) ص ۲۲۳

(۴۵) المجموع (۳) ص ۵۱۸

(۴۶) کنزالعمال (۸) ص ۶۱، ابن ابی شیبہ، المجموع (۳) ۵۲۱، المغنی (۲) ص ۱۶۲

(۴۷) کنزالعمال (۸) ۶۱، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۹۷، المجموع (۳) ۵۲۱، المغنی (۲) ص ۱۶۲

۴۸) عبدالرزاق (۳) ص ۲۴، شرح معانی الاثار (۱) ص ۱۷۴، المحلی (۳) ص ۴۸، المغنی (۲) ص ۱۵۰، المجموع (۳) ص ۵۱۹
۴۹) المجموع (۳) ص ۵۲۰، المغنی (۲) ص ۱۵۲، کنزالعمال (۸) ص ۷۳
۵۰) المجموع (۴) ص ۱۳۲، المغنی (۲) ص ۵۵
۵۱) عبدالرزاق (۲) ص ۱۴۴، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۷۲ ب، کشف الغمہ (۱) ص ۹۹
۵۲) کنزالعمال (۸) ص ۳۰۸
۵۳) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۱، الموطا (۱) ص ۱۳۲
۵۴) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۳
۵۵) صحیح بخاری کتاب صلاۃ الجماعۃ باب امامۃ المفتون والمبتدع، سنن بیہقی (۳) ص ۱۲۴، المحلی (۴) ص ۲۱۳، المغنی (۲) ص ۳۳۰
۵۶) حضرت عثمان کی یہ رائے ان کے طبعی علم اور ذاتی ایثار کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ باغیوں کے معاملے میں جمہور کا موقف بڑا سخت ہے۔
۵۷) المحلی (۵) ص ۵۲
۵۸) صحیح بخاری کتاب صلاۃ الجماعۃ باب امامۃ العبد
۵۹) امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب صلاۃ الجماعۃ باب امامۃ العبد و المولی میں تعلیقاً بیان کیا ہے۔
۶۰) عبدالرزاق (۲) ص ۳۹، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۴، سنن بیہقی (۳) ص ۲۲۰، المحلی (۴) ص ۵۹ اور ۱۱۵، کنزالعمال (۹) ص ۱۹۷ (۸) ص ۲۷۲
۶۱) عبدالرزاق (۲) ص ۴۰، الموطا (۱) ص ۱۵۸، سنن بیہقی (۲) ص ۲۲، کنزالعمال (۸) ص ۲۹۷
۶۲) عبدالرزاق (۲) ص ۱۳۹
۶۳) سنن بیہقی (۲) ص ۴۰۰، کنزالعمال (۹) ص ۱۶۷، المجموع (۴) ص ۱۵۹، المغنی (۲) ص ۱۰۰، الاستذکار (۱) ص ۳۶۱
۶۴) ایضاً
۶۵) کنزالعمال (۸) ص ۳۰۸
۶۶) عبدالرزاق (۳) ص ۳۰۵، المحلی (۵) ص ۵۶، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۸۷، المجموع (۴) ص ۳۶۰، المغنی (۲) ص ۳۵۸ اور ۳۶۰، الموطا (۱) ص ۱۷۹
۶۷) المحلی (۵) ص ۸۷، المجموع (۵) ص ۵
۶۸) عبدالرزاق (۳) ص ۲۷۸
۶۹) المحلی (۵) ص ۸۵، عبدالرزاق (۳) ص ۲۷۹ اور ۲۸۲، ابن ابی شیبہ (۱) ۸۵، المجموع (۵) ص ۱۷

۷۰) عبدالرزاق (۳) ص ۲۹۲، المحلی (۵) ص ۸۳ اور ۹۴، کنزالعمال (۸) ص ۶۳۸
۷۱) المجموع (۵) ص ۶۴
۷۲) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۲۸ ب
۷۳) عبدالرزاق (۳) ص ۳۵۴، سنن بیہقی (۲) ص ۳۹۶، المحلی (۳) ص ۵۳، المغنی (۱) ص ۴۹۴، اور جلد (۲) ص ۱۷۴، کشف الغمہ (۱) ص ۱۰۲ اور ص ۱۱۴، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۹۹
۷۴) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۵۶ اور ص ۹۸
۷۵) سنن بیہقی (۳) ص ۲۵
۷۶) عبدالرزاق (۲) ص ۴۳۵، کنزالعمال (۸) ص ۵۰
۷۷) کشف الغمہ (۱) ص ۱۶۹، کنزالعمال (۵) ص ۷۱۱
۷۸) شرح المعانی الاثار (۱) ص ۲۸۸، کشف الغمہ (۱) ص ۱۷۰، ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۴۹، کنزالعمال (۱۵) ص ۷۱۱، عبدالرزاق (۳) ص ۴۶۴، الموطا (۱) ص ۲۳۰
۷۹) کنزالعمال (۱۵) ص ۷۱۱، شرح معانی الاثار (۱) ص ۲۸۸
۸۰) المحلی (۵) ص ۱۶۳، المغنی (۲) ص ۴۹۴
۸۱) احکام القرآن للجصاص (۳) ص ۹۵
۸۲) المجموع (۶) ص ۴۶۲
۸۳) ایضاً
۸۴) عبدالرزاق (۴) ص ۱۶۷، المغنی (۳) ص ۱۵۷
۸۵) المجموع (۶) ص ۳۰۰
۸۶) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۲۷
۸۷) الموطا (۱) ص ۲۸۷
۸۸) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۲۹ ب
۸۹) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۳۰ ب، عبدالرزاق (۴) ص ۲۲۵، سنن بیہقی (۴) ص ۲۳۸ اور ۴۴۸، الموطا (۱) ۲۸۹ کشف الغمہ (۱) ص ۲۰۱
۹۰) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۲۸ ب
۹۱) ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۶۹، المحلی (۷) ص ۱۸، المغنی (۲) ص ۱۷۶، المجموع (۶) ص ۴۳۸، کشف الغمہ (۱) ص ۲۰۸
۹۲) المحلی (۷) ص ۱۹
۹۳) المغنی (۸) ص ۵۵۹

# حرف الضاد

## ض

### ضرب: چوٹ

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو عمداً چوٹ لگائی ہو، تو اس سے اس کا قصاص لیا جائے گا، اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھپڑ اور کوڑے کا قصاص بھی ضروری سمجھتے تھے۔ (۱)

گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک قصاص صرف اس چوٹ کی صورت میں ہو گا جو جسم کے باقی حصے میں سرایت نہیں کرتی۔ لیکن اگر چوٹ کے اثرات جسم کے باقی حصے میں بھی سرایت کر جاتے ہیں، تو اس صورت میں صرف اس چوٹ کا قصاص لینا کافی نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ ضروری ہو گا کہ اس کے لئے چوٹ کے ان اثرات کی مناسبت سے کوئی مناسب سزا مقرر کی جائے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے ایک ایسے مضروب کے معاملے میں جس کا پیٹنے سے پاخانہ خطا ہو گیا تھا۔ یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اسے پیٹنے والے کے مال میں سے ایک تہائی دیت کی ادائیگی کی جائے۔ (۲)

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو اس قدر پیٹا کہ اس کا پاخانہ نکل گیا۔ معاملہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی عدالت میں اٹھایا گیا۔ تو انہوں نے حضرت سعید بن المسیبؒ کو بلا بھیجا کہ اگر ان کے علم میں اس بارے میں کوئی سابقہ عدالتی نظیر ہو تو مطلع کریں، اس پر حضرت سعید بن المسیبؒ نے انہیں بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس طرح کا ایک واقعہ پیش آیا تھا، جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر جس کے پیٹنے سے یہ حادثہ رونما ہوا تھا جرمانہ عائد کیا جو چالیس اونٹنیاں تھا (۳) (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ج ۳، ۴)

### ضرورت:

--- ضرورت کے موقع پر سونے کے تاروں سے دانتوں کو مضبوط کرنے کا جواز (ملاحظہ ہو مادہ / ذہب)

___جس شخص کو سلسل البول کی بیماری ہو، وہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کر کے نماز ادا کر سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: وضو/۴و)

## ضفدع: مینڈک

اگر ایسا جانور مر جائے جو بیک وقت پانی میں بھی رہتا ہے اور خشکی پر بھی، مثلاً مینڈک وغیرہ، تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (۴)

## ضمان: (تاوان، ہرجانہ)

۱___ تعریف:

ضمان سے مراد کسی تلف شدہ چیز کا تاوان یا ہرجانہ ہے، جو اس چیز کے بدل کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس کا بدل دستیاب ہو، اور اس کی قیمت بھی ہو سکتی ہے، اگر اس کی قیمت لگ سکتی ہو۔

۲___ ضمان کے وجوب کی شرائط:

کسی تلف شدہ چیز کے ضمان کے وجوب کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

الف۔ یہ کہ اس تلف شدہ چیز کا بدل موجود ہو، ایسی صورت میں اس چیز کے تلف کرنے والے شخص کو اس کا بدل تاوان کے طور پر دینا ہو گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کے ہاتھوں اونٹوں کے بچے مارے گئے تھے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ تاوان کے طور پر اونٹوں کے اتنے ہی اور اسی طرح کے بچے دے۔ اسی طرح ایک ایسے چور کے مقدمے میں جس نے چوری کا مال استعمال کر لیا تھا آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر اس مال کا بدل دستیاب ہو تو وہ اس کا بدل تاوان کے طور پر ادا کرے (۵)

لیکن اگر تلف شدہ مال کا بدل نہ ہو اور اس کی قیمت کا تعین ممکن ہو، تو اس صورت میں ضمان میں اس کی قیمت ادا کی جائے گی، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ایک ایسے چور کے مقدمے میں جس نے چوری کردہ مال استعمال کر لیا تھا یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اگر اس کا بدل دستیاب نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کر دی جائے (۶)

اسی طرح ایک ایسے شخص کے مقدمے میں جس کے ہاتھوں ایک ایسا شکاری کتا مر گیا تھا جس کا بدل دستیاب نہیں تھا، یہ فیصلہ فرمایا تھا، کہ اس کے تاوان کے طور پر اس کی قیمت مبلغ آٹھ سو درہم ادا کر دی جائے (۷)

—— اسی طرح انہوں نے ایک ایسے شخص پر جس نے ایک سدھایا ہوا کتا مار دیا تھا. تاوان کے طور پر اس کی قیمت عائد کر دی تھی جو بیس اونٹوں کے برابر تھی (۸)

اس کتے کے تاوان کے طور پر اتنی زیادہ قیمت مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک سدھائے ہوئے کتے کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا ہے. نہ اس کی تربیت کے حوالے سے اور نہ چھپ کر حملہ کرنے اور دوسری صفات کے حوالے سے. اسی طرح انہوں نے ایک ایسے شخص کے معاملے میں جس نے ایک لونڈی کو آزاد عورت سمجھ کر شادی کر لی تھی اور پھر اس کے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی تھی. یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ لونڈی کے مالک کو اس سے پیدا ہونے والے بچوں کی قیمت تاوان کے طور پر ادا کرے۔ اس لئے کہ انسان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق / ۲ ب)

چنانچہ اسی اصول کی بنا پر کسی انسان کے خلاف جنایہ کے ارتکاب کی صورت میں جو تاوان عائد کیا جاتا ہے۔ وہ آزاد شخص کی صورت میں اس کی دیت کے برابر ہوتا ہے اور غلام کی صورت میں اس کی قیمت کے برابر۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ)

—— حرم کے لقطہ کا تاوان اس کی قیمت سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: لقطہ)

—— حرم میں جنایت کے ارتکاب کی صورت میں اس کے تاوان کے تعین میں شدت برتی جاتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۴ ب ۲ ب)

ب —— یہ کہ متعلقہ چیز کسی آفت سماوی کے نتیجے میں تلف نہ ہوئی ہو. چنانچہ اگر کسی آفت سماوی کے نتیجے میں تلف ہوئی ہے. تو اس کا کوئی تاوان نہیں ہو گا. چنانچہ اسی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی فروخت کردہ چیز فروخت کرنے والے کے پاس ہی کسی آفت سماوی سے تلف ہو جاتی ہے تو اس کا خریدار پر کوئی تاوان نہیں ہو گا (۹)

## فٹ نوٹ حرف "الضاد"

### ض

(۱) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۳۰۸

(۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۴

(۳) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۰) ص ۲۴

(۴) ملاحظہ ہو المجموع (۹) ص ۳۱

(۵) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۲۷۰

(۶) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۲۷۰

(۷) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۵۳۴

(۸) ملاحظہ ہو بیہقی (۱) ص ۷

(۹) ملاحظہ ہو المحلی (۸) ص ۳۸۴

# حرف الطاء

## ط

### طعام:

۱۔ حیوانات البحر. سمندری حیوانات

ایسے تمام جانور جو پانی میں رہتے ہیں وہ اگر مردہ حالت میں ملیں تو بھی ان کا کھانا حلال ہے۔ مثلاً مچھلی وغیرہ. لیکن ایسے جانور جو پانی میں بھی رہتے ہیں اور پانی سے باہر بھی. وہ اگر خود مر جائیں تو ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً مینڈک وغیرہ (۱)

۲۔ مشرک کے ہاتھ کا ذبیحہ۔

غیر مسلموں میں سے سوائے اہل کتاب کے کسی کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز نہیں ہے۔ اس طرح مجوس اور مشرکین کا ذبیحہ نہ کھانے پر بھی اجماع ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. کتابی / ۲ الف)

۳۔ محرم کا شکار کردہ جانور یا محرم کے لئے شکار کردہ جانور.

محرم کا شکار کیا ہوا جانور کھانا جائز نہیں ہے. اسی طرح محرم کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم کے شکار کئے ہوئے جانور کا گوشت کھائے. البتہ دوسرے لوگ غیر محرم کے شکار کردہ جانور کا گوشت کھا سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ. احرام / ۳ ط)

۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اگر محرم شترمرغ. کبوتر. ٹڈی. بٹیر (۲). گوہ وغیرہ کا شکار کرتا تو وہ اس کے لئے فدیہ کی ادائیگی کو ضروری قرار دیتے. (ملاحظہ ہو مادہ. احرام / ۳ ح ط)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایسا شکار ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے. اس لئے کہ ایسے جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے. شکار ہی نہیں تصور ہوتے۔

### طفل:

طفل کا اطلاق پیدائش سے لے کر بالغ ہونے کی عمر تک کے بچے پر ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. صغیر)

### طلاق:

۱۔ تعریف:

طلاق سے مراد ''ملک نکاح'' کا خاتمہ ہے۔

۲۔ مطلق: طلاق دینے والا

طلاق صرف اسی صورت میں واقع ہوگی جب طلاق دینے والے شخص میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں گی:

الف۔ یہ کہ طلاق دینے والا شخص یا تو مطلقہ خاتون کا خاوند ہو. یا اسے اس کے خاوند کی طرف سے طلاق کا حق تفویض کیا گیا ہو یا پھر شوہر کا ولی ہو.

۱۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ طلاق دینے والا شخص مطلقہ کا شوہر ہونا چاہئے. تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر شوہر ہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھ میں عقدۂ نکاح ہے۔

۲۔ رہا ایسے شخص کی طرف سے طلاق دینے کا معاملہ جسے طلاق کا حق خود شوہر کی طرف سے تفویض کیا گیا ہو. تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں. مثلاً یہ کہ خاوند خود بیوی کو یہ اختیار تفویض کر دے کہ وہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ پھر خاوند کی طرف سے اپنی بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرنے کی بھی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں. مثلاً یہ کہ وہ اسے خود اپنے آپ کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دے. یا اسے اس بارے میں حق تخییر تفویض کر دے کہ وہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے دے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو حق طلاق تفویض کر رکھا تھا کہ وہ چاہے تو خود کو طلاق دے دے اور چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے۔ یہ فرمایا تھا کہ اس بارے میں جو فیصلہ بھی وہ کرے گی. وہی درست ہوگا (۳)

۳۔ جہاں تک شوہر کے ولی کی طرف سے طلاق دینے کے اختیار کا تعلق ہے تو اس کی حیثیت قاضی کے اختیار کی سی ہے جسے اس معاملے میں مسلمانوں پر ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے اور جو اپنے اس اختیار کی بنا پر ایک مفقود الخبر شخص اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کروا سکتا ہے (۴)

اسی طرح وہ ایک نامرد شخص اور اس کی بیوی میں بھی تفریق کروا سکتا ہے (۵) اسی طرح وہ ایک ایسے غلام اور اس کی بیوی کے درمیان جس نے خود کو آزاد ظاہر کر کے دھوکے سے کسی آزاد عورت سے شادی کی ہو. تفریق کرانے کا اختیار رکھتا ہے۔

اس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ مناسب موقع پر بیان کی جائے گی۔

ب۔۔ دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق دینے والا عاقل اور ہوش و حواس رکھنے والا شخص ہو. لہذا جس شخص کی عقل کام نہ کرتی ہو اس کی طلاق معتبر نہیں ہوگی. قطع نظر اس بات کے کہ اس کی عقل دیوانگی وغیرہ کسی دماغی عارضہ کی وجہ سے کام نہ کر رہی ہو. یا کوئی حلال یا حرام چیز کھا لینے کی وجہ سے، مثلاً کوئی شخص شراب پینے سے مدہوش ہو جاتا ہے. خواہ اس نے شراب اپنی مرضی سے پی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نشہ میں مدہوش شخص کی طلاق کو وقوع پذیر نہیں گردانتے تھے. (۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نشے میں مدہوش شخص اور مجنون کے سوا ہر شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (۷) اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مدہوشی کی حالت میں نہ تو طلاق معتبر قرار پاتی ہے اور نہ ہی غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا (۸) (ملاحظہ ہو مادہ. اشربہ / ۲ھ)

ج۔۔ اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ طلاق دینے والا شخص بالغ ہو. چنانچہ نابالغ شخص کی طلاق معتبر نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ طلاق دینے والے شخص کے لئے خالص نقصان کا باعث ہے اور ایسے اقدامات صرف اس شخص کے معتبر ہیں جو کامل العقل ہو اور نابالغ کامل العقل نہیں ہوتا۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ہمیں اس مسئلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں کوئی روایت نہیں ملی ہے

د۔۔۔ جہاں تک مرض الموت کی حالت میں دی گئی طلاق کا تعلق ہے. یہ طلاق واقع تو ہو جاتی ہے. البتہ اس کے نتیجے میں مطلقہ عورت کو اپنے خاوند کی وراثت میں حصہ پانے سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے. اس لئے کہ اس حالت میں اس کے طلاق دینے کا بظاہر مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنی وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے اس ارادے کا توڑ کیا جائے اور اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی کو اس کی وراثت میں سے حصہ دیا جائے

(ملاحظہ ہو مادہ. ارث / ۲ ب ۲)

ھ غلام کی طلاق:

لیکن اگر طلاق دینے والا شخص غلام یا مکاتب ہو. تو وہ جیسا کہ آگے تفصیلاً بیان کیا جا رہا ہے۔ صرف دو طلاقیں دینے کا مجاز ہو گا۔

۳۔ طلاقوں کی تعداد:

الف۔ ایک آزاد مرد اپنی بیوی کو خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی، تین طلاقیں دینے کا اختیار رکھتا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (البقرہ۔۲۲۹)

طلاق دوبار ہے پھر یا تو عورت کو معروف طریقے سے روک لیا جائے اور یا پھر بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے۔

ب۔ جہاں تک غلام کا تعلق ہے، اسے اپنی بیوی کو خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی۔ صرف دو طلاقیں دینے کا اختیار ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام نے جب اپنی بیوی کو جو ایک آزاد عورت تھی، دو طلاقیں دیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اب وہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے (۹)

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ طلاق کا اعتبار مردوں کی حیثیت پر اور عدت کا اعتبار عورتوں کی حیثیت پر موقوف ہے۔ ر،

جہاں تک مکاتب کا تعلق ہے، تو اسے اس وقت تک غلام ہی سمجھا جائے گا، جب تک کہ وہ زر مکاتبت کی آخری قسط ادا نہیں کر دیتا ہے، اس لئے مکاتب کو بھی غلام کی طرح صرف دو ہی طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔ دو طلاقیں دینے کے بعد اس کی بیوی اس سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے گی۔

چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کے مکاتب غلام نفیع نے جب اپنی آزاد بیوی کو دو طلاقیں دیں تو بعض لوگوں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ اس سے رجوع کر لے، لیکن حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا کہ وہ عورت اب تم پر حرام ہو گئی ہے۔ (۱۱) (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۵ھ)

یہاں تک کہ اگر مکاتب کی بیوی لونڈی ہو تو بھی اگر وہ اس کو دو طلاقیں دے گا، تو وہ اس سے مکمل طور پر علیحدہ کر دی جائے گی، اور پھر اگر وہ اس کے بعد اسے خرید بھی لیتا ہے، تو ملک یمین کی بنا پر اس کا اس سے وطی کرنا جائز نہیں ہو گا (۱۲) (ملاحظہ ہو مادہ: رق/ر،و)

۴۔ طلاق کے الفاظ:

الف۔ طلاق صریح:

اگر طلاق صریح الفاظ میں دی گئی ہو، تو ایسی صورت میں یہ معلوم کرنا ضروری نہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کیا تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ طلاق کا حکم تمہارے دل میں پوشیدہ ارادے پر نہیں بلکہ ان الفاظ پر لگایا جائے گا جو تمہارے منہ سے ادا ہوں گے۔ (۱۳)

اس لئے ہمارا موقف یہ ہے کہ طلاق کا وقوع عورت پر ہوتا ہے نہ کہ مرد پر، نیز یہ کہ اس کا وقوع اس وقت تک نہیں ہوتا ہے جب تک کہ اسے اس کے مخصوص انداز میں نہ دیا جائے۔

لہذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے:

انا منک طالق — میں تجھ سے طلاق حاصل کر رہا ہوں

یا وہ طلاق کا حق اپنی بیوی کو تفویض کر دیتا ہے اور وہ یہ کہتی ہے:

انت طالق — تجھ کو طلاق دی جاتی ہے۔

تو اس کے نتیجے میں طلاق نہیں واقع ہوگی، اس لئے کہ طلاق کا وقوع تو عورت پر ہوتا ہے۔ لہذا اگر طلاق دینے والا اس کا اطلاق کسی دوسرے شخص پر کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں طلاق وقوع پذیر ہی نہیں ہوگی۔ (۱۴)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے اپنی بیوی رمیسہ فراسیہ کو اپنے آپ کو طلاق دینے یا نہ دینے کا حق تفویض کر رکھا تھا۔ اس نے ان سے کہا:

انت طالق ثلاث مرات — آپ کو تین بار طلاق دی جاتی ہے۔

اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس خاتون نے ایسا کر کے غلطی کی ہے۔ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ عورت طلاق نہیں دے سکتی ہے (۱۵)

ب۔ تین طلاق دینا:

ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طلاق کے معاملے میں ان الفاظ کو جو طلاق دینے والا شخص دیتے وقت استعمال کرتا ہے بطور خاص ملحوظ رکھتے تھے اور اس معاملے میں شدت سے کام لیتے تھے۔ لہذا ان کے نزدیک اگر طلاق دینے والا شخص طلاق دیتے وقت طلاقوں کی

تعداد کا تعین بھی کر دیتا ہے، تو اس کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً اگر وہ اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ میں تجھے تین طلاق دے رہا ہوں تو اس کے نتیجے میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

معاویہ بن ابو یحییٰ کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت تو صرف تین طلاقوں سے ہی تجھ سے علیحدہ ہو گئی ہے۔ (۱۶)

اسی طرح ایک دوسرے شخص کے بارے میں ہے کہ اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، حضرت عثمانؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو صرف تین طلاقوں ہی سے تم پر حرام ہو جاتی ہے، باقی ستانوے طلاقیں دینا تمہاری طرف سے صریح زیادتی ہے (۱۷)

ج۔۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، تو یہ طلاق نہیں ظہار ہو گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ظہار / ۲)

د۔۔ شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ طلاق کا اختیار بھی اپنی بیوی کو تفویض کر دے۔ پھر اگر وہ اسے اختیار تفویض کرتا ہے تو وہ اپنے اس اختیار کو اختتام مجلس تک استعمال کر سکتی ہے، لیکن اگر وہ اس حق کو اختتام مجلس تک استعمال نہیں کرتی ہے تو مجلس ختم ہونے کے بعد اسے یہ حق حاصل نہیں رہے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق کا حق اپنی بیوی کو تفویض کر دیتا ہے، لیکن اس کے اس حق کو استعمال کرنے سے پہلے مجلس ختم ہو جاتی ہے اور وہ دونوں میاں بیوی وہاں سے اٹھ جاتے ہیں، تو طلاق کا حق دوبارہ خاوند کے پاس لوٹ آئے گا۔ (۱۸)

ھ الخلع :

اگر کوئی شخص خلع کی بنیاد پر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرتا ہے تو یہ ایک طلاق تصور ہو گی، الا یہ کہ خلع میں طلاقوں کی کسی معین تعداد کی صراحت کر دی گئی ہو، اس صورت میں جتنی طلاقوں کی صراحت کی گئی ہو گی، واقع ہو جائیں گی۔ (ملاحظہ ہو مادہ / خلع)

و ایلاء کی صورت میں چار ماہ کی مدت معینہ گزرنے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ایلاء / ۲ الف)

ز۔ کسی غلام یا لونڈی کے فروخت ہو جانے سے شادی شدہ لونڈی اور غلام کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: بیع / ۵)

۵۔ نامردی کی بنا پر تفریق:

اگر شوہر نامرد ہو اور اپنی بیوی سے جماع نہ کر سکتا ہو، تو اس جنسی عیب کی بنیاد پر بیوی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کو فسخ قرار دینے کے لئے دعویٰ دائر کر دے۔ اس کے دعویٰ دائر کرنے پر قاضی اس شخص کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا۔ اگر اس دوران میں وہ اپنے فرائض زوجیت پورا کرنے کے قابل ہو جائے تو اس کی بیوی بدستور اس کی زوجیت میں رہے گی ورنہ قاضی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دے گا (۱۹)

۶۔ شوہر کے مفقود الخبر ہو جانے کی صورت میں فسخ نکاح۔

ایسی خاتون جس کا شوہر مفقود الخبر ہو چکا ہو، چار سال کی مدت تک اپنے شوہر کا انتظار کرے گی۔ اس کے بعد وہ عدت وفات گزارے گی اور دوسری شادی کر لے گی۔ (ملاحظہ ہو مادہ: فقد)

۷۔ دھوکہ دہی کی بنیاد پر شادی کرنے یا مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی صورت میں تفریق:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری؄ کے ایک غلام نے جو ان کے ہاں چرواہے کے طور پر کام کرتا تھا۔ ایک آزاد عورت کو اپنے آزاد ہونے کا مغالطہ دے کر اس سے شادی کر لی۔ اس نے اس سلسلے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری؄ سے اجازت بھی نہیں لی۔ اور اسے بطور مہر پانچ جواں سال اونٹنیاں بھی دے دیں۔ بعد میں جب یہ سارا معاملہ لوگوں کے علم میں آیا تو انہوں نے اس سلسلے میں حضرت عثمان؄ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے میں اس نکاح کو باطل قرار دیا۔ اور دو اونٹنیاں اس خاتون کو دینے کا حکم دیا اور باقی تین حضرت ابو موسیٰ اشعری؄ کو واپس کر دیں۔ (۲۰)

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان اس بنیاد پر تفریق کرائی ہو کہ غلام کے نکاح و طلاق کا معاملہ اس کے مالک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اسے نکاح کی اجازت دے اور چاہے تو نکاح کو فسخ کر دے۔ اور ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس نکاح کو اس بنیاد پر باطل قرار دیا ہو کہ اس غلام نے اس خاتون کو دھوکہ دے کر اس سے نکاح کیا تھا۔

اور جہاں تک ان دو اونٹنیوں کا تعلق ہے جو اس عورت کو دی گئیں تو اس میں یہ احتمال ہے ان سے اس عورت کے ساتھ مہر کے سلسلے میں مفاہمت کی گئی ہو۔ واللہ اعلم. (ملاحظہ ہو مادہ: استئذان / ۲ د)

### ۸۔ طلاق مغلظہ کے بعد عورت کا اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہونا:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دیتا ہے تو وہ دوبارہ اس وقت تک اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی ہے، جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر کے طلاق نہیں حاصل کر لیتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۲۹﴾ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے اور یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے، اور رخصت کرتے ہوئے اسے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس لینا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ زوجین کے حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کا خدشہ ہو۔ اور اگر تمہیں ان کے حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کا خدشہ ہو، تو پھر عورت کی طرف سے اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر علیحدگی حاصل کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں، وہ ظالم ہیں۔ پھر اگر شوہر نے عورت کو تیسری بار طلاق دے دی، تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہ ہو جائے۔

### ۹۔ طلاق فرار:

طلاق فرار کے باوجود حق وراثت کا باقی رہنا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ارث / ۲ ب ۲)

## طواف:

طواف سے مراد باقاعدہ نیت کر کے خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حج / ۵)

## طیب: (خوشبو لگانا)

محرم کا خوشبو لگانا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام / ۳ ب)

## طیر: پرندہ

پرندوں کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: سرقہ / ۴ الف ۴)

# فٹ نوٹ حرف "الطا"

## ط

(۱) ملاحظہ ہو المجموع (۹) ص ۳۱

(۲) ایک پرندہ جسے اردو زبان میں کستورہ کہتے ہیں، یہ پرندہ چڑیا سے کچھ بڑا، سیاہ فام اور انتہائی خوش شکل ہوتا ہے

(۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۹، مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۵۱۸، سنن سعید بن منصور (۳ ۱) ص ۳۷۶، کنزالعمال (۹) ص ۶۶۵، کشف الغمہ (۲) ص ۹۷، المغنی (۷) ص ۱۴۴، المحلی (۱۰) ص ۱۱۷

(۴) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۱۸، کنزالعمال (۹) ص ۶۹۵، المحلی (۱۰) ص ۱۳۶

(۵) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۶۶۷

(۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۷ ب، عمدۃ القاری شرح البخاری (۲۰) ص ۲۵۱، المغنی (۷) ص ۱۱۵

(۷) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳) ص ۲۶۸، سنن بیہقی (۷) ص ۳۵۹، المحلی (۱۰) ص ۲۰۹، کشف الغمہ (۲) ص ۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۶ ب

(۸) ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق (حدیث نمبر ۳۱۹۳)، سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق (حدیث نمبر ۲۰۴۶)

(۹) ملاحظہ ہو سنن بیہقی (۷) ص ۳۶۰، کنزالعمال (۹) ص ۶۶۵، کشف الغمہ ص ۹۹۲

(۱۰) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۲۳۴، کنزالعمال (۹) ص ۶۶۵

(۱۱) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۲۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۴۲، سعید بن منصور (۳ ۱) ص ۳۱۴، الموطاء (۲) ص ۵۷۴، بیہقی (۱۰) ص ۳۳۵

(۱۲) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۱۸۰

(۱۳) ملاحظہ ہو سنن سعید بن منصور (۳ ۱) ص ۲۸۲

(۱۴) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۱۳۳

(۱۵) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۱۲۰

(۱۶) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۱۷۲، مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۳۹۴

(۱۷) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۵

(۱۸) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۳۹ ب، المغنی (۷) ص ۱۴۷

(۱۹) ملاحظہ ہو المغنی (۶) ص ۶۶۷

(۲۰) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ص ۲۲۲، المغنی (۱) ص ۷۱۵

## فٹ نوٹ حرف ”الظا“

--- ظ ---

(۱) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۱۵۴ و ص ۳۴۳

# حرف الظاء

## ظ

**ظفر. (ناخن)**

جس شخص نے قربانی کا جانور خرید رکھا ہو اس کا قربانی کرنے تک اپنے ناخن ترشوانے سے رکے رہنا۔
(ملاحظہ ہو مادہ: اضحیہ / ۲)

**ظہار.**

۱۔ **تعریف:**

ظہار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی یا بیوی کے کسی ایسے حصے کو جس سے بیوی مراد لی جا سکتی ہو کسی ایسی خاتون یا خاتون کے کسی ایسے حصے سے جس سے وہ خاتون مراد لی جا سکتی ہو تشبیہ دے۔ جس سے وطی کرنا اس کے لئے حرام ہے۔

۲۔ **ظہار کے الفاظ:**

ظہار کے لئے کئی پیرائے اختیار کئے جا سکتے ہیں، مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تو میرے لئے اسی طرح حرام ہے جیسے میری والدہ کی پیٹھ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس طرح سے بھی ظہار ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو (۱)

۳ **ظہار کا کفارہ:**

ظہار سے کسی شخص پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی اور نہ ہی ظہار سے طلاق واقع ہوتی ہے، لیکن اس کے لئے اپنی بیوی سے وطی یا استمتاع کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد نہ کر دے، اور اگر وہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر روزے رکھنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۖ فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾

(المجادلہ۔ ۲ تا ۴)

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں، جنہوں نے ان کو جنا ہے، یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بے شک اللہ معاف فرمانے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی، تو قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں انہیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، اس طرح تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے، اور جو شخص غلام نہ پائے وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے قبل اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو، وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک سزا ہے۔

ظہر:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز ظہر میں کن سورتوں کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ / ۷و۳)

# حرف العین

## ع

### عبد: (غلام)

غلام سے مراد ایسا انسان ہے جو کسی کی ملکیت میں ہو

### عتق: آزاد کرنا

عتق حالت غلامی ختم کرنے کو کہتے ہیں

### عدۃ: (عدت)

۱۔ تعریف:

عدت سے مراد کسی خاتون کا اپنے شوہر کی وفات یا اس سے طلاق کی بنا پر ایک مدت تک حالت انتظار میں رہنا ہے۔

۲۔ مطلقہ عورت کی عدت:

کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو، دخول سے پہلے یا بعد، طلاق دے سکتا ہے۔

۔۔۔ دونوں صورتوں میں الگ الگ احکام ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

الف۔ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دیتا ہے، تو اس صورت میں اس کے لئے کوئی عدت نہیں ہے۔

ب لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کو دخول کے بعد طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں اسے عدت طلاق گزارنا ہوگی، اسی طرح ایسی خلوت صحیحہ بھی، جس میں شوہر کو اپنی بیوی سے مجامعت کرنے کا پورا پورا موقع ملا ہو، دخول کے حکم میں ہی شمار ہوگی۔ اور اگر شوہر دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کے لئے عدت طلاق گزارنا واجب ہو جاتا ہے۔ (۱)

اور عدت طلاق کی یہ مدت آزاد عورت کے لئے الگ ہے اور لونڈی کے لئے الگ۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ اگر مطلقہ خاتون آزاد بھی ہو اور اسے حیض بھی آتا ہو تو اس کی عدت کا شمار حیضوں کے اعتبار سے ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (البقرہ۔ ۲۲۸)

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو. وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کریمہ میں "قروء" سے مراد حیض ہے. اور اس کا یہی مفہوم دوسرے اکابر صحابہ کرامؓ کے نزدیک بھی ہے. (۲)
لہذا اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو جسے حیض آتا ہو. طلاق دیتا ہے. اور پھر اسے ایک حیض آتا ہے. اس کے بعد کسی خاص سبب مثلاً رضاعت یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہو جاتا ہے تو اس کی عدت اس وقت تک باقی رہے گی. جب تک کہ اسے تین بار حیض نہیں آ جاتا ہے. چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ حبان بن منقذ نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی جب وہ پوری طرح صحت مند تھے اور ان کی بیوی ان سے ہونے والی بچی کو دودھ پلا رہی تھی. اس کے بعد رضاعت کی وجہ سے اس خاتون کو مسلسل سات آٹھ ماہ تک حیض نہیں آیا. طلاق کو سات آٹھ ماہ گزرنے کے بعد حبان بیمار ہو گئے. تو لوگ انہیں کہنے لگے کہ ان کی مطلقہ بیوی ان کی وراثت میں حصہ دار بننا چاہتی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں لے جایا جائے. چنانچہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں لے جایا گیا. جہاں انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا پورا واقعہ بیان کیا. اس وقت حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی بیٹھے تھے. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے دریافت فرمایا کہ اس معاملے میں آپ حضرات کی رائے کیا ہے؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ اگر حبان کی وفات پہلے ہو جاتی ہے تو یہ اس کی وراثت میں سے حصہ پائے گی اور اگر یہ پہلے مر جاتی ہے تو وہ اس کی وراثت میں سے حصہ پائیں گے. یہ خاتون نہ تو اتنی عمر رسیدہ ہے کہ حیض آنے کی کوئی امید نہ ہو. اور نہ ایسی نوخیز لڑکی ہے کہ ابھی حیض آتا ہی نہ ہو. پھر وہ ابھی اپنی حیض کی عدت گزار رہی ہے قطع نظر اس بات کے کہ اسے کم حیض آتا ہے یا زیادہ. اس پر حبان نے گھر واپس جا کر اس خاتون سے اپنی بچی لے لی اور رضاعت کا سلسلہ ختم

ہونے کے بعد اس خاتون کو دوبارہ حیض آنا شروع ہو گیا۔ پہلے ایک حیض آیا اور پھر دوسرا لیکن ابھی اسے تیسرا حیض نہیں آیا تھا کہ حبان کی وفات ہو گئی۔ جس کے بعد اس خاتون نے عدت وفات گزاری اور پھر حبان کی وراثت میں سے باقاعدہ حصہ بھی پایا (۳) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : ارث/ ۴ ب)

مطلقہ کا جب تیسرا حیض بھی ختم ہو جاتا ہے تو اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے اور اس کے لئے نیا نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے اور پھر اس کے شوہر کے لئے اسے واپس اپنی زوجیت میں لوٹانا ممکن نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ اگر طلاق رجعی ہو تو بھی وہ اسے واپس نہیں لوٹا سکتا (۴) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : رجعہ)

۲۔ لیکن اگر کسی خاتون کو صغر سنی یا کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس بات پر اجماع ہے کہ اس کی عدت کا شمار مہینوں کے حساب سے ہو گا۔

۳ اور اگر مطلقہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل سے پوری ہو گی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ وضع حمل کے ساتھ ہی حاملہ عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے اور اس سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے (۵)۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| وَأُولَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطّلاق ۔ ۴) | اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ |

ج۔ لونڈی کی عدت:

اگر مطلقہ لونڈی ہو تو اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کے نصف کے برابر ہو گی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ طلاق کا اعتبار مردوں کی حیثیت کے مطابق ہو گا اور عدت کا عورتوں کی حیثیت کے مطابق۔ (۶)

۳۔ **خلع حاصل کرنے والی خاتون کی عدت:**

اپنے شوہر سے خلع حاصل کرنے والی خاتون کے لئے کوئی عدت نہیں ہے۔ ایسی خاتون کے لئے صرف ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کافی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ : خلع/ ۶)

۴۔ ایلاء کے نتیجے میں علیحدہ ہونے والی عورت کی عدت:

جس عورت سے ایلاء کیا گیا ہو، اس کی عدت بھی مطلقہ کی عدت کی مانند ہے اور یہ عدت بیوی کے خاوند سے چار ماہ جدا رہنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس دوران میں مراجعت نہ کی گئی ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: ایلاء / ۲ ب)

۵۔ چوتھی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے دوران میں نئی شادی کرنا:

اگر کسی شخص کی چار بیویاں ہوں اور ان میں سے ایک کو تین طلاقیں دے دے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کی عدت ختم ہونے سے پہلے نئی شادی کر لے۔ اس لئے کہ تین طلاقوں کے بعد اب وہ مطلقہ خاتون اس کی بیوی نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے جس نے اپنی چوتھی بیوی کو تین طلاقیں دیدی تھیں فرمایا کہ اب نہ تو اسے تمہاری وراثت میں سے حصہ مل سکتا ہے اور نہ تمہیں اس کی وراثت میں سے۔ لہٰذا اگر تمہاری مرضی ہو تو تم نئی شادی کر سکتے ہو (۷) لیکن اگر اس نے اپنی چوتھی بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہوں، تو اس کے لئے اس وقت تک نئی شادی جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی مطلقہ بیوی اپنی عدت گزار کر اس سے مکمل طور پر علیحدگی نہیں اختیار کر لیتی (۸)

۶ عدت وفات:

الف۔ جس خاتون کا خاوند فوت ہو جائے، وہ یا تو حاملہ ہوگی یا غیر حاملہ۔ اگر وہ حاملہ ہے، تو اس صورت میں اس کی عدت وضع حمل سے ختم ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأُولَٰتُ ٱلْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق۔ ۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

اور اگر وہ غیر حاملہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن کی مدت گزرنے کے بعد ختم ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (البقرہ۔ ۲۳۴) اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور اپنے پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں۔

ب... عدت وفات کی صورت میں سوگ منانا.

سوگ منانے میں دو چیزیں شامل ہیں. ایک تو بیوہ کا زینت و آرائش سے اجتناب کرنا. اور دوسرے اس کے گھر کے علاوہ جس میں اس کے شوہر کی وفات ہوئی ہو کسی دوسری جگہ رات نہ گزارنا. الایہ کہ کوئی شدید مجبوری ہو۔

عدت گزارنے والی عورت کے لئے دن کے وقت اپنی کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر جانا تو جائز ہے، لیکن یہ بہرحال ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر کے سوا کہیں رات نہ گزارے۔ (۹)

حضرت ابو سعیدؓ خدری کی ہمشیرہ فریعہ بنت مالک بن سنان راوی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ میرے شوہر اپنے غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے۔ جنہوں نے انہیں کلہاڑی سے قتل کر دیا. اس کے ساتھ ہی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی دریافت کیا کہ چونکہ میرے خاوند نے نہ تو میرے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے کہ میں اس میں رہائش رکھوں اور نہ ہی کوئی نان نفقہ کا اہتمام ہے کہ میں گزر بسر کر سکوں. تو کیا ایسے حالات میں اپنے اہل خاندان کے ہاں واپس جا سکتی ہوں؟ وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات سن کر فرمایا کہ ہاں تم جا سکتی ہو. وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں وہاں سے روانہ ہو گئی۔ جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خود آواز دی یا کسی دوسرے شخص کو مجھے بلانے کا حکم دیا. جب میں حاضر ہوئی تو دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے حالات کس طرح بیان کئے تھے؟ اس پر میں نے وہ پورا قصہ دوبارہ بیان کیا جس میں اپنے شوہر کے واقعہ کا ذکر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا کہ عدت مکمل ہونے تک تم اپنے گھر میں ہی قیام کرو. چنانچہ میں نے اپنے گھر میں ہی چار ماہ اور دس دن کی عدت گزاری. وہ مزید کہتی ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے مجھے بلا بھیجا اور اس واقعے کے بارے میں دریافت فرمایا. میں نے پورا واقعہ ان کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے اس واقعہ کو نظیر بنا کر اس کی پیروی اختیار کی اور پھر اس کے بعد وہ اسی کے مطابق فیصلے کرنے لگے. (۱۰)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیوہ کو عدت کے دوران میں اپنے شوہر کے گھر سے باہر شب باشی سے منع کرنے میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے.

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک ایسی خاتون نے جس کا شوہر وفات پا چکا تھا، عدت کے دوران میں اپنے اعزہ واقارب سے ملاقات کے لئے سفر کیا، اس سفر کی وجہ سے اسے دردزہ شروع ہو گیا۔ جس پر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے جاؤ۔ حالانکہ وہ ابھی تک دردزہ کی حالت میں تھی۔ (۱۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عدت وفات گزارنے والی خواتین کو اگر وہ حج یا عمرے کے سفر پر روانہ ہو جاتیں جحفہ یا ذوالحلیفہ سے واپس کر دیا کرتے تھے۔ (۱۲) (ملاحظہ ہو مادہ، حج / ۲)

۷۔ مفقوا لخبر کی بیوی کی عدت:

مفقوا لخبر کی بیوی کی عدت وہی ہے، جو بیوہ کی ہے، اور اس کا آغاز مدت انتظار گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ، مفقود)

۸ ام الولد کے لئے عدت وفات:

اگر ام الولد کے مالک کی وفات ہو جائے، تو اس کے استبراء رحم کے لئے کتنی عدت ضروری ہے؟ اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو الگ الگ روایتیں منقول ہیں، ایک روایت کے مطابق اس کی عدت تین حیض ہوگی، جب کہ دوسری روایت کے مطابق ایک حیض۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ، استبراء / ۲ ب)

۹ لونڈی اگر اپنے خاوند کی عدت میں ہو تو آقا کے لئے اس کے ساتھ "تسری" جائز نہیں ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ، تسری ۲ ب)

## عذر:

عذر سے مراد ایسی کیفیت ہے جس میں کسی حکم شرعی کی تعمیل یا کسی ممنوعہ کام سے اجتناب کی صورت میں نسبتاً زیادہ نقصان سے دوچار ہونا ناگزیر دکھائی دیتا ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ، ضرورہ)

## عرب:

مشرکین عرب اور ان کی اولاد کے درمیان توارث کا مسئلہ (ملاحظہ ہو مادہ، ارث)

## عرفہ: (عرفات)

حج کے موقع پر وقوف عرفہ (ملاحظہ ہو مادہ: حج/ ۷)

## عزل:

۱۔ تعریف:

عزل سے مراد یہ ہے کہ مرد کے نطفے کو منع حمل کے نقطۂ نظر سے عورت کے رحم میں نہ پہنچنے دیا جائے۔

۲ عزل کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عزل کو مکروہ خیال کرتے تھے (۱۰) اس لئے کہ اس کے نتیجے میں نسل انسانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔

## عشاء:

- صلاۃ عشاء میں کیا پڑھنا چاہیے (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ ۷، ۳)
- صلاۃ وتر صلاۃ عشاء کے بعد ادا کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۸)
- صلاۃ عشاء کے بعد قیام اللیل کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۱۷)

## عشر (۱۰): (محصول)

- تعریف:

عشر (محصول) سے مراد ایسا ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے دارالاسلام میں داخل ہونے والے حربی تاجروں سے وصول کیا جاتا ہے۔

- ... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے پیشرو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ نظام کے مطابق حربی تاجروں کے دارالاسلام کی حدود میں داخل ہونے کے بعد ان کے سامان تجارت پر محصول وصول کیا کرتے تھے

## عصبہ: (والد کی طرف کے رشتہ دار)

عصبہ سے مراد کسی شخص کے والد کی طرف کے رشتہ دار ہیں، جیسے والد یا دادا کی اولاد وغیرہ۔ عصبات کو میراث میں سے وہ ملتا ہے جو اصحاب فرائض سے بچ جاتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: ارث)

## عضل: (روکنا سختی کرنا)

عضل سے مراد ولی کا عورت کو نکاح کرنے سے زبردستی روکنا ہے
۔۔۔اگر کسی خاتون کا قریب ترین ولی اسے نکاح سے روکتا ہے تو اس کی ولایت اس کے بجائے سلطان کو منتقل ہو جائے گی.

## عضو: (جسم انسانی کا کوئی حصہ)

جسم کے کسی عضو پر جنایہ کا ارتکاب (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ج ۱ )

## عطاء: (دینا، انعام دینا)

۱۔۔ تعریف:

عطاء سے مراد وہ وظیفہ یا حصہ ہے جو اسلامی حکومت اموال فے میں سے اپنے کسی شہری کے لئے مقرر کرتی ہے۔

۲۔۔ شہریوں کے لئے اموال فے میں سے وظائف / حصے مقرر کرنا.

اس سلسلے میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا معمول تو یہ تھا کہ وہ اموال فے کی تقسیم کے موقع پر غلاموں اور لونڈیوں سمیت سب کو برابر برابر حصے دیا کرتے تھے. جس پر حضرت عمرؓ ان سے کہا کرتے تھے کہ اے خلیفہ رسولؐ ! کیا آپ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اور ہجرت کی اور ان لوگوں کو جو مجبور ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں. اموال فے کی تقسیم میں برابر برابر ٹھہرا رہے ہیں ؟ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جواب ہوتا کہ ان حضرات نے جو کچھ بھی کیا ہے اللہ کے لئے کیا ہے اور انہیں اس کا اجر و ثواب اللہ کے ہاں ہی ملے گا. جہاں تک اموال دنیا کا تعلق ہے تو یہ تو ہر انسان کو بقدر کفایت ملنے چاہئیں۔ "

۔۔۔ لیکن بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے. تو انہوں نے اموال فے کی تقسیم کے لحاظ سے لوگوں کے مختلف درجے بنائے. جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

طبقہ اولیٰ: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریبی عزیز و اقارب شامل تھے. اور ان میں بھی ترتیب یہ قائم کی گئی کہ جو لوگ اسلام میں سبقت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابتداری میں زیادہ فوقیت رکھتے تھے۔ انہیں اموال فے کی تقسیم میں بھی دوسروں پر فوقیت دی گئی.

طبقہ ثانیہ: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات شامل تھیں. چنانچہ ایک روایت کے مطابق ام المومنین صفیہؓ اور ام المومنین جویریہؓ کے علاوہ باقی امہات المومنین کے لئے اموال فے میں سے بارہ بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا گیا. جب کہ ان دونوں امہات المومنین کے لئے چھ چھ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا گیا تھا. جب کہ ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا. اور ام المومنین حضرت صفیہؓ اور ام المومنین حضرت جویریہؓ کے لئے چھ چھ ہزار درہم. جب کہ باقی امہات المومنین میں سے ہر ایک کے لئے دس دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا.

طبقہ ثالثہ: یہ طبقہ بدری صحابہؓ پر مشتمل تھا۔ اور اس کے آگے مزید دو حصے کئے گئے تھے. ایک حصہ مہاجر بدری صحابہؓ پر مشتمل تھا. جن کے لئے حضرت عمرؓ نے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا. جب کہ ایک دوسری روایت کے مطابق اس کی مقدار چھ ہزار درہم سالانہ تھی.

اس طبقے کا دوسرا حصہ انصار بدری صحابہؓ پر مشتمل تھا جن کے لئے حضرت عمرؓ نے چار ہزار درہم سالانہ کے حساب سے وظیفہ مقرر کر رکھا تھا.

طبقہ رابعہ: اس طبقے میں وہ مہاجر صحابہ کرامؓ شامل تھے جو غزوۂ بدر میں تو شریک نہیں ہوئے تھے. لیکن اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے چار ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔

طبقہ خامسہ: اس طبقے میں انصار صحابہ کرامؓ میں سے ایسے حضرات شامل تھے. جو غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے. ان میں سے ہر ایک کے لئے تین ہزار درہم سالانہ کے حساب سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا.

طبقہ سادسہ: یہ طبقہ ان صحابہ کرامؓ پر مشتمل تھا. جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس کے بعد کی جنگوں مثلاً قادسیہ اور یرموک وغیرہ کے معرکوں میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر صحابی کے لئے دو دو ہزار درہم سالانہ کا وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔

طبقہ سابعہ: یہ طبقہ ان حضرات پر مشتمل تھا جو قادسیہ اور یرموک وغیرہ کے معرکوں میں شریک ہوئے

تھے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے ڈیڑھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ البتہ ان میں سے جس شخص نے کوئی خصوصی کارنامہ انجام دیا تھا، اسے دو ہزار درہم سالانہ کے حساب سے وظیفہ دیا جاتا تھا۔

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض مخصوص حضرات کے لئے بعض مخصوص اسباب کی بناء پر خصوصی وظائف بھی مقرر کر رکھے تھے۔ (۱۵)

ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں ملی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تقسیم و ترتیب میں کوئی تبدیلی کی ہو۔ اگر انہوں نے اس میں کوئی تبدیلی کی ہوتی تو یہ بات یقیناً کسی روایت کی شکل میں ہم تک منتقل ہوتی۔ مزید براں ان وظائف کے علاوہ بھی بعض خاص حضرات کو بعض خصوصی وظائف دیئے جاتے تھے۔

۳ نو مولود بچوں کے لئے وظائف۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے پہلے حضرت عمرؓ کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ نو مولود بچوں کے حق میں ان کی تاریخ ولادت سے ہی وظائف مقرر کر دیتے تھے۔ اور اس کے بعد ان کی عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے وظائف کی رقم میں بھی اضافہ کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے بارے میں جو روایت ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نو مولود بچوں کے لئے پہلے پچاس درہم سالانہ کے حساب سے وظیفہ مقرر کرتے تھے۔ اور جب اس کی عمر ایک سال ہو جاتی تھی تو وظیفہ کی رقم بڑھا کر ایک سو درہم کر دیتے تھے۔ ابو عبیدہ کتاب الاموال میں بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی لیکن ایک دن جب وہ نہیں آئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ وہ خاتون نظر نہیں آرہی؟ ان کی زوجہ محترمہ نے جواب دیا کہ آج رات چونکہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اس لئے وہ نہیں آئی۔ وہ خاتون کہتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے پچاس درہم اور کپڑے کا ایک لمبا ٹکڑا بھجوایا اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ تمہارے بیٹے کا وظیفہ اور لباس ہے۔ جب اس کی عمر ایک سال کی ہو جانے گی تو ہم یہ وظیفہ بڑھا کر ایک سو درہم کر دیں گے (۱۶)

ابو اسحق کی روایت ہے کہ میرے دادا خیار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کا کنبہ کتنا بڑا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں

اتنے افراد ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا وظیفہ تو اتنا مقرر کیا جاتا ہے اور تمہارے اہل و عیال کا ایک ایک سو درہم۔

۴ غلام کا وظیفہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی غلام کے لئے کوئی باقاعدہ وظیفہ نہیں مقرر کرتے تھے۔ البتہ وہ انہیں گزارہ الاونس بہرحال دیا کرتے تھے۔ البتہ اگر وہ سرکاری ملازم ہوتے۔ تو پھر انہیں ان کے مناصب کے اعتبار سے تنخواہ دی جاتی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بیت المال کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیت المال کے معائینے کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک غلام ان کے معاون کے طور پر کام کر رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص چونکہ ان کے معاون کے طور پر کام کر رہا ہے۔ اس لئے اس کا دو ہزار درہم کے حساب سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کا ایک ہزار درہم اور بقول بعض دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا (۱۷)

اسی طرح ہارون بن عنترہ اپنے والد سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے غلاموں کے لئے بیت المال میں سے وظائف مقرر کرتے ہوئے دیکھا ہے (۱۸)

۵ امیر المومنینؓ اور دیگر ارکان سلطنت کے وظائف:

اس بارے میں حضرت عثمان بن عفان کا موقف یہ تھا کہ امیر المومنین اگر مالدار ہے تو اسے بیت المال میں سے کوئی وظیفہ نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ وہ خود بھی بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے (۱۹) (نیز ملاحظہ ہو مادہ: امارۃ، ۳ ج)

اور یہ بات ہم گذشتہ سطور میں "غلام کا وظیفہ" کے عنوان کے تحت پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ بیت المال کے معاون کے طور پر کام کرنے والے ایک غلام کے لئے وظیفہ مقرر کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا

۶ مختلف مناسب مواقع پر ادائیگیاں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہ معمول تھا کہ وہ بعض خاص مواقع کی مناسبت سے بیت المال سے مقررہ وظائف کے علاوہ مزید ادائیگیاں بھی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں رعایا کے ہر مسلمان فرد کو روزہ افطار کرنے کے لئے روزانہ

ایک درہم اضافی کے طور پر دیا کرتے تھے۔ جب کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اس مقصد کے لئے روزانہ دو درہم ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر ان کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس سلسلے کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس میں مزید اضافہ کیا (۲۰)

۷ وظائف میں اضافے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں متداول روایات تو یہی ہیں کہ وہ وظائف کی ادائیگی کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق کے بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کی پیروی کرتے تھے۔
لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعد میں جب بیت المال کی آمدنی بڑھ گئی تو پھر بھی انہوں نے وظائف کی مقدار میں اضافہ نہ کیا. اس لئے کہ مال اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں. اس لئے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس مال کو اللہ کے بندوں پر خرچ کیا جائے. چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے اپنے سپاہیوں کے وظائف میں سالانہ ایک ایک سو درہم کا اضافہ کیا تھا (۲۱)

۸ وظائف کی وراثت میں منتقلی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں معمول یہ تھا کہ بیت المال سے وظائف کی ادائیگی سال کے آخر میں کی جاتی تھی. لیکن اگر کوئی ایسا شخص جس کے حق میں بیت المال میں سے وظیفہ منظور ہوتا، دوران سال میں فوت ہو جاتا. تو اس کا وظیفہ اس کے ورثاء کو ادا کر دیا جاتا. چنانچہ یہ انہی کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مجھے دیجیے. اس لئے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال اس رقم کے زیادہ مستحق ہیں. چنانچہ ان کے اس مطالبے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار درہم ادا کرنے کا حکم دے دیا (۲۲)

۹۔ وظائف میں سے زکوٰۃ لینے کا مسئلہ:

(ملاحظہ ہو مادہ. زکوٰۃ/۵)

## عطیہ:

عطیہ سے مراد کسی چیز کا کسی معاوضے کے بغیر اپنی زندگی میں کسی دوسرے کی ملکیت میں دینا ہے. اور اس میں ہبہ و صدقہ بھی شامل ہیں. (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ اور مادہ: صدقہ)

## عقوبہ : (سزا)

### ۱۔ تعریف

عقوبت سے مراد ایسی دنیاوی سزا ہے جو کسی شخص کو کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی پر دی جاتی ہے۔

### ۲۔ عقوبت کی قسمیں :

عقوبت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ حدود (ملاحظہ ہو مادہ : حد)

۲۔ قصاص (ملاحظہ ہو مادہ : جنایہ / ۴ الف)

۳۔ دیت (ملاحظہ ہو مادہ : جنایہ / ۴ ب)

۴۔ کفارہ (ملاحظہ ہو مادہ : جنایہ / ۴ ج، و مادہ : کفارہ)

۵۔ وراثت سے محرومی (ملاحظہ ہو مادہ : ارث / ۳ و ۳)

۶۔ تعزیر (ملاحظہ ہو مادہ : تعزیر)

## عمرہ :

### ۱۔ عمرے کا وقت :

ایک مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ حج کے مہینوں کو چھوڑ کر سال میں کسی بھی وقت عمرہ کرے اور اگر اس نے حج تمتع یا حج قران کی نیت کر رکھی ہو تو وہ حج کے مہینوں میں بھی عمرہ کر سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حرم شریف پورا سال طواف کرنے والوں سے آباد رہے۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے کہا کہ حضرت عمرؓ نے تو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اشہر حج میں عمرہ کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ (۲۳)

خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ انہوں نے رجب کے مہینے میں عمرہ کیا تھا (۲۴)

### ۲۔ عمرے کی شرعی حیثیت :

عمرہ کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص حج تمتع یا حج قران کر لے۔ تو اس کے بعد اس پر سے عمرہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ عمرہ کے وجوب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سوا کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے رائے یہ ہے کہ

عمرہ ایک نفلی عبادت ہے۔ (۲۵)

۳ عمرے کے اعمال و افعال:

جو شخص عمرے کے لئے جانا چاہتا ہے اسے حج کے لئے جانے والے کی طرح میقات سے عمرے کا احرام باندھنا ہوگا اور تلبیہ کا آغاز کرنا ہوگا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگا کر طواف کرنا ہوگا اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر سعی کرنا ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ حج کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل راوی ہیں کہ میں نے ایک موقع پر دیکھا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے تھے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ تھے کہ عمرہ کرنے کے بعد انہوں نے مکہ مکرمہ میں گھڑی بھر کے لئے بھی قیام کئے بغیر وہاں سے کوچ کر لیا۔ یعنی جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جاتے تو مزید قیام نہیں فرمایا۔ (۲۶)

یہی بات ہے جو عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل کے اس قول سے مترشح ہوتی ہے کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے مکہ مکرمہ میں گھڑی بھر کے لئے قیام کئے بغیر وہاں سے کوچ کر لیا تھا۔

اسی طرح حضرت امام مالک رحمہ اللہ اپنی موطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جب عمرہ ادا کرتے تھے تو اکثر اپنی سواری سے اترے بغیر واپس چلے جاتے تھے (۲۷)

## علم:

کسی شخص سے کسی فعل حرام کے ارتکاب کی صورت میں اس پر حد قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے اس فعل کے حرام ہونے کے بارے میں علم ہو۔

## عنّہ:

۱ تعریف:

عنہ سے مراد کسی شخص کا اپنی بیوی سے مجامعت کرنے سے عاجز ہونا ہے۔

۲ عنین ہونے کی بنیاد پر تنسیخ نکاح:

عنین یعنی نامرد شخص کی بیوی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کے فرائض زوجیت ادا کرنے سے عاجز ہونے کی بنا پر قاضی کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے۔ ایسی صورت میں قاضی اسے علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا۔ اگر اس دوران میں وہ اپنا علاج کروا کر فرائض زوجیت ادا کرنے کے

قابل ہو جاتا ہے تو پھر وہ خاتون اسی کے نکاح میں رہے گی اور اس کی طرف سے فسخ نکاح کا دعویٰ خود بخود غیر موثر ہو جائے گا. لیکن اگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتا ہے تو قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا اور اس کے بعد اس خاتون کو دوسری شادی سے پہلے عدت نکاح گزارنا ہوگی (۲۸)

## عورۃ : (جسم کے پوشیدہ حصے)

۱۔ تعریف :

" عورۃ " سے مراد جسم انسانی کے وہ حصے ہیں جن کا دوسروں کے سامنے کھولنا حرام ہے اور جنہیں ڈھانپ کر رکھنا ضروری ہے۔

۲ جسم کے پوشیدہ حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنا.

کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے پوشیدہ حصوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے. یہاں یہ ملحوظ رہے کہ کسی شخص کی بیوی کی لونڈی خود اس شخص کے لئے اجنبیہ ہے اور اس کے لئے اس کے جسم کے پوشیدہ حصوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اس لونڈی کیلئے بھی اپنی مالکہ کے شوہر کے جسم کے پوشیدہ حصوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کی لونڈی بنانہ راوی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی کپڑے وغیرہ کی اوٹ میں غسل فرمایا کرتے تو مجھے یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ تم میری طرف مت دیکھنا. اس لئے کہ تمہارے لئے مجھے برہنہ دیکھنا جائز نہیں ہے (۲۹) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : رق / ۷ ی)

لیکن بوقت ضرورت ایک انسان کے لئے دوسرے انسان کے جسم کے پوشیدہ حصوں کو دیکھنا جائز ہے۔ اس طرح کی ضرورتوں میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں. مثلاً کسی شخص کے بالغ ہونے کے بارے میں تصدیق کرنا. ایسی صورت میں نو عمر لڑکوں یا لڑکیوں کی شرمگاہ کو یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھنا جائز ہے کہ آیا ان کی شرم گاہ کے بال جو بالغ ہونے کی علامت ہیں. اگے ہیں یا نہیں. حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک موقع پر ایک لڑکا پیش کیا گیا. جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی شرمگاہ کے بالوں کو دیکھ لیا جائے. چنانچہ جب لوگوں نے چیک کیا تو پتہ چلا کہ ابھی تک اس کی شرم گاہ کے بال نہیں اگے ہیں. چنانچہ اسے نابالغ قرار دیتے ہوئے قطع ید کی حد نافذ نہیں کی گئی (۳۰) (نیز ملاحظہ ہو مادہ : بلوغ ۲ الف)

## عیب:

۱۔ تعریف:

عیب سے مراد کسی چیز میں کسی ایسی خرابی یا نقص کا پایا جانا ہے جس سے وہ چیز اپنی معروف درست حالت میں نہ رہے۔

اگر دو فریقوں کے مابین کسی چیز کے لین دین کے بارے میں کوئی سودا طے پائے تو اس سودے کے مطابق اس چیز کا عیب سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اور اگر سودا طے پانے کے بعد بھی خریدار کو اس چیز میں کوئی عیب معلوم ہوتا ہے، تو اسے اس سودے کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو مادہ: خیار/۲)

## عید:

۔۔۔ تعریف:

۔۔۔ صلاۃ عید (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۳)

۔۔۔ جمعہ اور عید کا ایک دن واقع ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۲د)

۔۔۔ صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ یا عید کے دن کسی کام کا کرنا حرام نہیں ہے۔ (۳۱)

## عین: آنکھ

۔۔۔ دونوں آنکھوں کی بصارت ختم ہو جانے کو اصطلاح میں "عمی" کہتے ہیں اور فقہی اعتبار سے اس کیفیت کے مخصوص اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ/اعمی)

۔۔۔ اسی طرح ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو جانے کو اصطلاح میں "عور" کہتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بھی فقہی اعتبار سے بعض مخصوص اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ: اعور)

۔۔۔ آنکھ کے خلاف "جنایت" کا ارتکاب۔ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۳الف۲، ۳الف۵اور ۳د)

## فٹ نوٹ حرف ''العین''

ع

(۱) ملاحظہ ہو المغنی (۶) ص ۴۲۴، (۷) ص ۴۵۱

(۲) ملاحظہ ہو المغنی (۷) ص ۴۵۲، تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۳۷۰

(۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۳، مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۳۴۰، الموطاء (۲) ص ۵۷۱، سعید بن منصور (۳) ص ۳۰۷، سنن بیہقی (۷) ص ۴۱۹، المحلی (۱۰) ص ۲۲۵، کنزالعمال (حدیث نمبر ۱۶۵۰۵) المغنی (۷) ص ۴۶۵

(۴) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۳۱۶، سعید بن منصور (۳) ص ۲۹۰، تفسیر ابن کثیر (۱) ص ۳۷۰، المحلی (۱۰) ص ۳۵۹ اور المغنی (۷) ص ۴۵۶

(۵) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۲۳

(۶) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۲۳۴، کنزالعمال (۹) ص ۶۶۵

(۷) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۶) ص ۲۱۷

(۸) ملاحظہ ہو المحلی (۱۰) ص ۲۸

(۹) ملاحظہ ہو الاعتبار ص ۱۸۴، المغنی (۷) ص ۵۲۱ و ص ۵۳۱

(۱۰) ملاحظہ ہو موطاء امام مالک (۲) ص ۵۹۱ (کتاب الطلاق، باب مقام المتوفی عنہا زوجہا فی بیتھا) سنن الترمذی (کتاب الطلاق، باب این تعتد المتوفی عنہا زوجہا)، سنن النسائی (کتاب الطلاق، باب مقام المتوفی عنہا زوجہا فی بیتھا)، المغنی (۷) ص ۵۲۱

(۱۱) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۵۱، المحلی (۱۰) ص ۲۸۶، کشف الغمہ (۲) ص ۱۰۹

(۱۲) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۸۷ ب و ص ۲۵۰، مصنف عبدالرزاق (۷) ص ۳۳، المحلی (۱۰) ص ۲۸۶، کنزالعمال (۵) ص ۲۸۲، کشف الغمہ (۲) ص ۱۰۹

(۱۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۲۱۶ ب، المحلی (۱۰) ص ۷۱

(۱۴) عشر (جمع عشور) بمعنی محصول فقہاء کی اصطلاح میں اس عشر سے مختلف ہے جو اہل ایمان سے زرعی اراضیات کی زکوٰۃ کے طور پر وصول کیا جاتا ہے اور جس کی مقدار بارانی اراضیات کے لئے پیداوار کا دسواں حصہ ہے اور نہری اراضیات کے لئے پیداوار کا بیسواں حصہ۔ (مترجم)

(۱۵) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب مادہ: فی د/ ۳ ب ۲)

(۱۶) ملاحظہ ہو کتاب الاموال۔ ابن عبید ص ۲۳۷

(۱۷) ملاحظہ ہو سنن بیہقی ، ص ۳۴۸

(۱۸) سنن بیہقی ، ص ۳۴۸

(۱۹) ملاحظہ ہو المبسوط ، ص ۱۹

(۲۰) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ابن کثیر ، ص ۱۴۸

(۲۱) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ابن کثیر ، ص ۱۴۸

(۲۲) ملاحظہ ہو کتاب الاموال ص ۲۴۰ و مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۳۰۰

(۲۳) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۱۶۵

(۲۴) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۱۶۸ ب

(۲۵) ملاحظہ ہو المحلی ، ص ۴۲ ، المغنی ، ص ۲۲۵

(۲۶) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۱۷۴

(۲۷) ملاحظہ ہو موطاء امام المالک ، ص ۳۴۷

(۲۸) ملاحظہ ہو المغنی ، ص ۶۶۷

(۲۹) ملاحظہ ہو کنز العمال ، ص ۳۶۸ ، طبقات ابن سعد ، ص ۵۹

(۳۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ، ص ۳۳۸ ، ص ۸۷ اور المغنی ، ص ۵۵۸

(۳۱) ملاحظہ ہو المحلی ، ص ۸۱

# حرف الغین
# غ

## غسل :

### ۱ موجبات غسل :

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ غسل مندرجہ ذیل حالتوں میں ضروری ہو جاتا ہے :

الف حیض و نفاس کے ختم ہونے پر

ب شہوت کے ساتھ منی کے اخراج سے ۔

شہوت کے ساتھ منی کے اخراج کی صورت میں انسان پر غسل واجب ہو جاتا ہے ۔ خواہ منی کا یہ اخراج بیداری کی حالت میں ہوا ہو یا نیند کی حالت میں اور قطع نظر اس سے کہ ایسا وطی کرنے کے نتیجے میں ہوا ہو یا بغیر وطی کے ۔ لہذا اگر کوئی شخص نیند سے بیدار ہو کر یہ محسوس کرے کہ نیند کی حالت میں اس کی منی خارج ہوئی ہے تو خواہ اسے احتلام ہونا یاد آئے یا نہ یاد آئے اس پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے ۔ (۱)

اور اگر انسان کو منی کے اثرات کسی ایسے بستر یا کپڑے پر ملیں ، جس میں وہ خود بھی سویا ہو اور کوئی دوسرا بھی تو بھی اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے ، اس لئے کہ عبادت کا معاملہ احتیاط سے کام لینے کا متقاضی ہوتا ہے ۔ (۲)

ج ایلاج بدون انزال کی صورت میں :

اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو الگ الگ روایات مروی ہیں ۔ ایک روایت کے مطابق وہ ایلاج بدون انزال کی صورت میں غسل کو واجب قرار دیتے ہیں ۔ (۳) چنانچہ ان کا ارشاد ہے کہ جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ سے مس کرے تو دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے (۴)

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ مہاجر صحابہ کرام ، یعنی حضرت ابو بکرؓ ، حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا اس بات پر اجماع تھا کہ جن امور سے حد رجم اور حد جلد

(کوڑوں کی حد) کا نفاذ واجب ہو جاتا ہے۔ ان امور سے غسل جنابت بھی واجب ہو جاتا ہے (۵)

اور دخول سے حدود کا نفاذ واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غسل جنابت بھی واجب ہو جاتا ہے۔
ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایلاج، یعنی ذکر کے فرج میں داخل کرنے سے اس وقت تک غسل جنابت واجب نہیں ہوتا جب تک کہ اس ایلاج کے نتیجے میں منی کا اخراج بھی نہ ہو (۶)
چنانچہ ایک موقع پر زید بن خالد جہنی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے وطی تو کرے۔ لیکن منی خارج نہ ہوئی ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسی صورت میں وہ اس طرح وضو کرے جس طرح کہ وہ نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے ذکر کو دھوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (۷)

غسلِ جمعہ:

معلوم ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غسل جمعہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے، اس لئے وہ اس کا ترک کرنا اپنے لئے جائز سمجھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ نماز جمعہ کے لئے آنے کا کون سا وقت ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آج دن بھر اس قدر مصروف رہا کہ اپنے اہل خانہ کی طرف بھی نہ جا سکا۔ اسی دوران میں مجھے اذان کی آواز سنائی دی جس کے بعد میں نے وضو کرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے صرف وضو کیا ہے، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے (۸)
اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے اپنے لئے اس دن غسل نہ کرنا جائز سمجھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی رائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

ہ۔ ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی کے لئے غسل کرنا.

ایسے غسل کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مقصد کے لئے روزانہ ایک بار غسل فرمایا کرتے تھے۔ (۹)

و) میت کو غسل دینا:

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ مسلمان جب مر جائے تو اسے غسل دینا واجب ہے. البتہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا۔ (ملاحظہ ہو مادہ. موت/۲)

۲۔ غسل کے اعمال:

غسل میں ضروری ہے کہ بدن کے تمام ظاہری حصے پر پانی بہایا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منہ کے اندرونی حصے کو بھی بدن کے ظاہری حصے میں شامل سمجھتے تھے اور اس اعتبار سے اس کا دھونا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے جب وہ غسل جنابت کرتے تو تین بار اپنے منہ کو اپنی انگلیوں سے مل مل کر کلی کرتے (۱۰) یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ فعل محض نظافت کے نقطۂ نظر سے ہو۔

اور جب وہ اپنا غسل مکمل کر لیتے، تو وہ اس جگہ سے جہاں نہانے کا پانی جمع ہو جاتا، باہر نکلتے پھر اپنے پاؤں دھوتے، اس طرح وہ اس گندگی کو دھو دیتے جو غسل کے پانی سے ان کے پیروں پر لگ جاتی۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت میں تو یہ کہا گیا ہے کہ جب وہ غسل جنابت کرتے تو غسل کی جگہ سے باہر نکلنے کے بعد وہ اپنے پاؤں کے تلووں کو دھوتے۔ (۱۱)

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ غسل کے بعد غسل کی جگہ سے الگ نکل کر کھڑے ہو جاتے اور پھر اپنے پاؤں دھوتے۔ (۱۲)

## غناء. (گانا)

۱۔ تعریف:

غناء سے مراد خوش الحانی کے ساتھ کلمات ادا کرنا ہے۔

۲۔ غناء کا جواز وعدم جواز:

اگر غناء کے ساتھ کوئی حرام چیز شامل نہ ہو تو اس کا سننا جائز ہے۔ (۱۳) چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مہاجر صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ایسا نہیں، جسے میں نے ترنم کے ساتھ کچھ پڑھتے نہ سنا ہو۔ (۱۴)

## غنیمت:

۱۔ تعریف:

غنیمت سے مراد وہ اموال ہیں۔ جو مسلمان جنگ کے ذریعے حربی کفار سے زبردستی حاصل کرتے ہیں۔

۲ مال غنیمت میں سے انعامات وغیرہ دینا:

اسلامی حکومت کے سربراہ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے بعض ایسے حضرت کے لئے جنہوں نے جنگ میں خصوصی کارنامے انجام دیئے ہوں۔ تشجیع اور انعام کے طور پر کچھ زیادہ حصہ مختص کر دے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی السرح سے فرمایا تھا کہ وہ افریقی ممالک پر حملہ کریں اور پھر اگر وہ ان ممالک کو فتح کر لیں تو انہیں خمس کا پانچواں حصہ انعام کے طور پر دیا جائے گا۔ پھر جب اللہ تعالی نے انہیں افریقی ممالک کو فتح کرنے میں کامیابی عطا فرمائی۔ تو انہوں نے خمس میں سے پانچواں حصہ تو خود لے لیا اور باقیماندہ چار حصے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ جب کہ مال غنیمت کے باقیماندہ چار حصے اسلامی لشکر میں تقسیم کر دیئے (۱۵)

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک خمس میں سے انعام کے طور پر ادائیگی صرف پانچویں حصے تک جائز تھی۔ اس لئے کہ جہاں تک خمس کے باقیماندہ چار حصوں کا تعلق ہے۔ تو ان کی طے شدہ مدات ہیں اور باقاعدہ حقدار موجود ہیں جن کے حقوق کو نظر انداز کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۳ مال غنیمت کی تقسیم:

مال غنیمت کی تقسیم کرنے سے پہلے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ان میں سے ایک حصہ تو خمس کے طور پر حکومت کو دیا جائے گا تاکہ وہ اس رقم کو اس کی مخصوص مدات میں خرچ کرے اور باقیماندہ چار حصے لڑنے والی فوج کے سپاہیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

الف خمس کے مصارف:

جب خمس حکومت کے پاس پہنچ جائے۔ تو حکومت اس میں سے کچھ حصہ ایسے لوگوں کو جنہیں وہ مناسب سمجھتی ہو بطور انعام یا عطیہ دے سکتی ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کو خمس کا پانچواں حصہ بطور انعام دیا تھا۔
انعام کے طور پر دینے کے بعد خمس میں سے جو مال باقی بچ جاتا تھا۔ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے ہوتا تھا۔ ایک مساکین کے لئے اور ایک مسافروں کے لئے (۱۶)
یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خمس کے مصارف مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں بیان فرمائے ہیں:

وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ (الانفال۔ ۴۱)

اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خمس کو انہی مدات میں خرچ فرماتے تھے جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہوا ہے۔ چنانچہ ایک حصہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اور اپنے اہل خانہ کی گزر اوقات کے لئے خود لے لیا کرتے تھے اور اس میں سے بھی جو کچھ بچ جاتا تھا۔ فقراء و مساکین کو دے دیتے تھے۔

۔۔۔ اعزا و اقارب کے حصے میں سے وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ البتہ اس میں سے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا کرتے تھے۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے عزیز و اقارب کے حصے ساقط فرما دیئے۔ جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کے ساقط کرنے کا تعلق ہے۔ تو اس کی وجہ تو آپ کی وفات تھی اور جہاں تک آپ کے رشتے داروں کا تعلق ہے تو انہیں چونکہ یہ حصہ آپ کی قرابت اور معاونت کی وجہ سے دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات کے باعث ان کی طرف سے معاونت کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا، اس لئے ان کا یہ حصہ بھی ساقط ہو گیا۔ رہے ان کے فقراء و مساکین۔ تو وہ مسلمانوں کے عام فقراء و مساکین کی طرح بیت المال میں سے اپنا حصہ پائیں گے۔ باقی جہاں تک خمس کا تعلق ہے۔ تو اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے مختص کیا گیا۔ ایک فقراء و مساکین کے

لئے. اور ایک مسافروں کے لئے. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خمس کی تقسیم کا یہی طریقہ کار رہا. اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہی دونوں حضرات کے طرز عمل کو اپنایا۔ (۱۷)

لیکن ابو عبیدؒ کتاب الاموال میں اور امام احمدؒ مسند میں جبیر بن مطعم کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خمس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کو تو حصہ دیا کرتے تھے. لیکن بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیتے تھے۔ جہاں تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ خمس کی باقی تقسیم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہی کرتے تھے. البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کو نبی کریمؐ کی طرح پورا حصہ نہیں دیا کرتے تھے (۱۸) . بلکہ اس مال کا بیشتر حصہ دوسری مدات میں خرچ کرتے تھے اور اس میں سے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے والوں کے لئے سواری کا انتظام کرتے تھے. اس لئے کہ اہل ایمان کو اس دور میں اس کی بڑی شدید حاجت تھی. ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا. اور مسلمانوں پر دنیاوی خوشحالی کا دور آیا. تو انہوں نے بیت المال میں اموال کی کثرت ہو جانے کی وجہ سے اس میں سے عامۃ المسلمین کو زیادہ سے زیادہ دینے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے ان کے وظائف و عطیات کی مقدار بڑھا دی اور جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کا تعلق ہے تو ان کا وہ پہلے سے زیادہ اکرام و احترام کرتے تھے. اور اس لئے انہیں خمس میں سے کچھ زیادہ حصہ دیا کرتے تھے. جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے خمس میں نبی کریمؐ کے اعزہ و اقارب کا حصہ دوبارہ بحال کر دیا تھا. حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ب۔ مال غنیمت کے باقی ۵/۴ حصوں کی تقسیم:

ا۔ انعام و وظائف دینے اور خمس نکالنے کے بعد باقی مال غنیمت. لڑائی میں حصہ لینے والے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا. اور اس حصہ کے مستحق جہاد میں حصہ لینے والے وہ تمام لوگ ہوتے تھے خواہ وہ ابتدا سے لڑائی میں شریک چلے آرہے ہوں، یا بعد میں دوران معرکہ میں کمک کے طور پر شریک ہوئے ہوں. چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آرمینیا کی جنگ کے موقع پر ان لوگوں کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا جو بعد میں کمک کے طور پر مجاہدین کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ اور ارشاد

فرمایا کہ مال غنیمت میں سے لڑائی میں حصہ لینے والے ہر شخص کو حصہ ملے گا۔ (۱۹)

اسی طرح لڑائی میں حصہ لینے والے مجاہدین کے اس حصے میں سے ایسے افراد کو بھی حصہ ملے گا جو امیر المومنین یا سپہ سالار لشکر کی طرف سے تفویض کردہ کسی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے لڑائی میں شرکت سے رہ گئے ہوں، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں اس لئے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی زوجہ کی جو نبی کریمؐ کی صاحب زادی تھیں، تیمار داری اور دیکھ بھال کے لئے مامور فرمایا تھا (۲۰)

۲۔ لیکن اگر لڑائی میں کوئی ایسا شخص بھی مجاہدین کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے جو جہاد میں حصہ لینے کا اہل نہیں ہے، مثلاً کوئی غیر مسلم یا کوئی خاتون، تو اسے غنیمت میں سے حصہ نہیں ملے گا، البتہ اسے تھوڑا بہت مال عطیئے کے طور پر دے دیا جائے گا، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کچھ یہودیوں نے بھی لڑائی میں حصہ لیا تھا۔ جنہیں انہوں نے مال غنیمت میں سے تھوڑا بہت عطیہ دے دیا تھا۔ اور ہمارے علم کی حد تک صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا تھا (۲۱)

۳۔ مجاہدین کی طرح جہاد میں حصہ لینے والے گھوڑوں کے لئے بھی مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ مختص کیا جائے گا اور اس سلسلے میں اسلامی حکومت کے سربراہ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مختلف قسم کے گھوڑوں کے لئے مال غنیمت میں سے حصوں کا تعین کرتے ہوئے ان کی خاصیتوں کے مطابق کمی بیشی سے کام لے، جس طرح کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالص عربی نسل کے تیزرو گھوڑوں اور مخلوط نسل کے سست رو گھوڑوں کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ مختص کرتے وقت کیا تھا۔ انہوں نے عربی نسل کے تیزرو گھوڑوں کے لئے دو حصے مقرر کئے تھے اور دوسرے مخلوط نسل کے سست رو گھوڑوں کے لئے ایک حصہ۔ ہم موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ اور ہمارے علم کی حد تک اس معاملے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کسی بھی صحابیؓ نے اختلاف نہیں کیا تھا (۲۲)

## غیاب: (غیر موجود ہونا، غائب ہونا)

### ۱۔ ایک غائب شخص کے خلاف فیصلہ دینا:

اس سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں صحیح روایت یہی ہے کہ وہ عدالت سے غیر حاضر شخص کیخلاف ثبوت بہم پہنچنے کی صورت میں فیصلہ دینے کو صحیح سمجھتے تھے (۲۳) (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/۴)

### ۲۔ شوہر کے غائب ہو جانے کی بنا پر تفریق:

اگر شوہر طویل مدت تک غائب رہے اور اس کی کہیں خبر ہی نہ ملے اور یہ بھی نہ معلوم ہونے پائے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر گیا، تو ایسی صورت میں اس کی بیوی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ علیحدگی کے لئے دعویٰ دائر کرے۔ ایسی صورت میں عدالت اس کے لئے ایک مدت کا تعین کرے گی جس کے خاتمے کے بعد قاضی ان دونوں کے مابین تفریق کر دے گا۔ اس کے بعد وہ خاتون اپنی عدت گزارے گی جس کے بعد اس سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا جائز ہو گا۔ اور اگر اس کی دوسری شادی کے بعد اس کا پہلا شوہر واپس آ جاتا ہے تو اسے دو میں سے ایک بات کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ چاہے تو اپنی اس بیوی کو واپس لے لے اور چاہے تو اس سے مہر کی وہ رقم واپس لے لے جو اس نے اسے دی تھی (ملاحظہ ہو مادہ: مفقود)

### ۳۔ غیر موجود مال تجارت کی خرید و فروخت:

(ملاحظہ ہو مادہ: بیع/۲ الف)

# فٹ نوٹ حرف "الغین"

## غ

(۱) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۲۰۲

(۲) ملاحظہ ہو المغنی (۱) ص ۲۰۳

(۳) ملاحظہ ہو المحلی (۲) ص ۴

(۴) مصنف عبدالرزاق (۱) ص ۲۴۵. موطاء امام مالک (۱) ص ۷۱، سنن بیہقی (۱) ص ۴۱۷

(۵) مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۴ ب

(۶) ملاحظہ ہو المحلی (۲) ص ۴. (۳) ص ۱۹۸، المجموع (۲) ص ۱۴۵. کشف الغمہ (۱) ص ۵۲

(۷) ملاحظہ ہو صحیح البخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب من لم یر الوضوء الامن المخرجین. وصحیح مسلم۔ کتاب الحیض. باب انما الماء من الماء، مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۵. سبل السلام (۱) ص ۸۴.

(۸) ملاحظہ ہو صحیح البخاری. کتاب الجمعہ باب فضل الجمعہ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ موطاء امام مالک (۱) ص ۱۰۱ سنن ابو داؤد کتاب الطہارت (حدیث نمبر ۳۴۰) سنن الترمذی۔ کتاب الصلاۃ. باب الاغتسال یوم الجمعہ سنن بیہقی (۱) ص ۱۸۹ و (۳) ص ۲۲۲. المحلی (۲) ص ۹. مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۷۵

(۹) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۳۱ ب

(۱۰) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۱

(۱۱) ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱) ص ۱۲

(۱۲) مصنف عبدالرزاق (۱) ص ۲۶۲

(۱۳) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق (۱۱) ص ۶

(۱۴) یہاں مصنف نے جس مسئلے کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے. موسوعہ فقہ عمرؓ میں اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ان صورتوں کا ذکر کیا ہے جن میں غناء کو حرام قرار دیا گیا ہے. یہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

- (ایسے اشعار یا گانوں کا گانا جو فحش ہوں یا جن سے جنسی خواہشات کو تحریک ملتی ہو یا جن میں عورتوں کا ذکر پایا جاتا ہو.
- ایسے اشعار یا گانوں کا گانا جن سے فرائض و سنن کی ادائیگی میں حرج ہوتا ہو.
- عورتوں کا گانا مردوں کے لئے اور مردوں کا گانا عورتوں کے لئے

فساق وفجار کا گانا بجانا (ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ: غناء / ۲)

(۱۵) ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ (۷) ص ۱۵۱

(۱۶) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (۷) ص ۱۲۵

(۱۷) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، مادہ: غنیمۃ ۲ ب ۲)

(۱۸) ملاحظہ ہو کتاب الاموال ص ۳۳۱، مسند الامام احمد (۱) ص ۸۱، المحلی (۷) ص ۳۲۸، المغنی (۱) ص ۴۰۷، سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ، سنن النسائی کتاب الفئ

(۱۹) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۴۱۹

(۲۰) ملاحظہ ہو المغنی (۸) ص ۴۲۱، اور سیرت ابن ہشام غزوۂ بدر

(۲۱) ملاحظہ ہو المحلی (۷) ص ۳۳۴

(۲۲) ملاحظہ ہو موسوعہ فقہ عمر بن الخطابؓ، مادہ: غنیمۃ / ۲ ب ۳ ب)

(۲۳) ملاحظہ ہو المحلی (۷) ص ۳۶۹

# حرف الفاء

## ف

### الفتح علی الامام فی الصلاۃ (نماز میں امام کو لقمہ دینا)

اگر نمازی کو قراءت میں التباس پیدا ہو جائے یا غلطی لگ جائے اور پھر کسی اور نے اسے لقمہ دے دیا تو یہ جائز ہے، خواہ لقمہ دینے والا شخص اس شخص کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو یا نہیں۔ (ملاحظہ ہو مادہ صلاۃ/۹)

### فجر (صبح)

۔۔۔ فجر کی نماز کا وقت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۶الف)

۔۔۔ فجر کی نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں (مادہ: صلاۃ/۷د۳)

۔۔۔ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۷د)

۔۔۔ فجر کی نماز کے بعد نماز (مادہ صلاۃ/۶د)

۔۔۔ طلوع فجر کے ساتھ روزہ شروع ہو جانا (دیکھئے مادہ صیام)

### فداء (فدیہ)

۱۔ تعریف:

فداء اس بدل کو کہتے ہیں جو کسی نقصان دہ بات کو دور کرنے کی خاطر کسی چیز کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

۲۔ باپ کا اپنی ایسی اولاد کا فدیہ ادا کرنا جو اس کی ایسی بیوی سے ہو جس پر کسی دوسرے کا حق ملکیت ہو، لیکن اس نے اس سے لاعلمی میں نکاح کر لیا ہو (ملاحظہ ہو مادہ: استحقاق/۲ب)

۔۔۔ قتل عمد میں اولیاء مقتول اگر قاتل سے قصاص کی بجائے دیت لینے پر رضامند ہو جائیں تو دیت کی ادائیگی کے ذریعے اس کا فدیہ ادا کرنا (مادہ: جنایہ/۴ب۱)

۔ مال کے ذریعے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنا (مادہ: اسر/۳ب)

### فرائض (ترکے میں ورثاء کے حصے)

(ملاحظہ ہو مادہ: ارث/)

## فسق (فسق)

کبیرہ گناہوں کے ارتکاب یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کا نام فسق ہے۔ فاسق کی گواہی (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ/۲ج)

## فضہ (چاندی)

۔ چاندی کی زکوٰۃ (ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ/۳الف)

۔۔۔ چاندی کی صورت میں دیت کی مقدار (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ب، ۲الف)

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا جواز (مادہ: تختم)

## فقر (تنگ دستی)

اشیائے ضرورت کا میانہ ہونا فقر کہلاتا ہے

فقر کی بنا پر زکوٰۃ کا استحقاق (ملاحظہ ہو مادہ: زکوٰۃ/۷)

مال غنیمت کے پانچویں حصے میں فقراء کا حصہ (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ/۳الف)

## فلس (افلاس۔ دیوالیہ ہونا)

۱۔ تعریف:

فلس یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمے قرض ہو لیکن اس کے پاس اس قرض کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ موجود نہ ہو اور اس کے اخراجات آمدنی سے زائد ہوں

۲۔ فلس کے احکامات:

کسی شخص کی مفلسی یا دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا اور اس کے مالی معاملات پر پابندی لگا دی جائے گی۔ پھر اس کے اثاثوں کی جانچ پڑتال کر کے اس کے قرض خواہوں کو جمع کر لیا جائے گا۔ جس قرض خواہ نے پابندی لگنے سے پہلے قرض کا کوئی حصہ وصول کر لیا ہو گا، تو وصول شدہ رقم اس کی ہو جائے گی۔ اس میں اس کے سوا اور کوئی شریک نہیں ہو گا، لیکن اس کے قرض کا باقیماندہ حصہ دوسرے قرض خواہوں کے حصوں کے ساتھ مقرر کیا جائے گا۔

جس شخص کا فروخت شدہ سامان اپنی اصلی حالت میں مفلس کے پاس موجود ہو گا وہ بیع فسخ کر کے اپنا سامان واپس لے لیگا(۱)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام مفلس قرار دے دیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس

اس کا مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ افلاس کے ظہور سے پہلے جس شخص نے اس سے اپنا حق وصول کر لیا وہ اس کا ہے نیز جس شخص کو اپنا کوئی سامان اس کے پاس مل گیا وہ اس سے لے لیگا (۲) مفلس کے تمام مال و متاع کا حساب لگا کر اسے قرضوں کی نسبت سے حصہ رسدی قرض خواہوں پر تقسیم کر دیا جائے گا (ملاحظہ ہو مادہ: حجر/ ۲ ج)

## فٹ نوٹ (ف)

(۱) المغنی جلد ۴، ص ۴۰۹

(۲) سنن بیہقی جلد ۶، ص ۴۶، المحلی ج ۸ ص ۱۷۶

# حرف القاف

## ق

### قرابہ (رشتہ داری)

— رشتہ داری کی بنا پر ایک دوسرے کا وارث ہونا (ملاحظہ ہو مادہ ارث / ۲ الف)

— مخصوص رشتہ داروں کے مابین نکاح کی ممانعت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳ ب)

مال غنیمت کے پانچویں حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے حصص (ملاحظہ ہو مادہ غنیمہ / ۳ الف)

### قبر (قبر)

۱۔ تعریف:

میت کے دفن ہونے کی جگہ کو قبر کہتے ہیں۔

۲۔ قبر کو زمین کے برابر کر دینا:

قبروں کے متعلق مسنون طریقہ یہ ہے کہ انہیں زمین کے برابر کر دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا، تاہم زمین کی سطح سے قدرے اونچی رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ کسی جگہ سے گزر رہے تھے۔ راستے میں ام عمرو بنت عثمان کی قبر آ گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے زمین کے برابر کر دینے کا حکم دیا (۱)

۳۔ زیارت قبور

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مردوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تھی، اس لئے کہ اس میں عبرت کا بڑا سامان ہوتا ہے۔ خود آپ جب کبھی کسی قبر پر جا کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔ آپ سے کہا جاتا کہ جنت، دوزخ کی یاد سے تو آپ کو رونا نہیں آتا لیکن قبر کو دیکھ کر آپ رو پڑتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ فرماتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ "قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ جو شخص اس منزل سے بچ نکلا تو اس کے لئے اگلی منزلیں اور زیادہ آسان ہو جائیں گی اور جو شخص اس منزل سے بچ کر نکل نہ سکا تو اگلی منزلیں اس کے لئے اور زیادہ مشکل ہو جائیں گی" (۲)

۴۔ قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا:

ابن حزم کا قول ہے: "صحابہ کرام کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے" (۳) ابن حزم کی اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

## قبض (قبضہ کرنا)

--- کسی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: بیع/ ۱ الف)

تبرعات، یعنی صدقہ و خیرات اور نیکی و احسان کے طور پر دی جانے والی چیزوں میں عقد کی تکمیل کے لئے قبضہ کی شرط (ملاحظہ ہو مادہ: تبرع/ ۳، مادہ: ہبہ/ ۳ اور مادہ: صدقہ/ ۳)

## قبلہ (بوسہ)

روزہ دار کے بوسے کا حکم (ملاحظہ ہو مادہ: صیام/ ۴)

## قتل (قتل کرنا)

روح نکال دینے کا نام قتل ہے۔

--- قاتل کی توبہ (مادہ: توبہ/ ۲)

--- ارتداد کی صورت میں سزا کے طور پر قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: ردہ/ ۲) نیز

--- محصن کو زنا کی بنا پر قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/ ۴)

--- کسی کو تعزیراً قتل کر دینا (مادہ تعزیر/ ۴)

--- کسی کو قصاص میں قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ الف)

--- قتل کا عمل مانع وراثت ہے (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۳ د ۳)

--- قتل کی قسمیں اور ان میں واجب ہونے والی سزائیں (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۲)

--- حملہ آور اور جارحیت پر آمادہ شخص یا جانور کو قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۳ ب، ۲ ب)

--- قیدی کو قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: اسر/ ۳ الف)

--- لواطت کے مرتکب کو قتل کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ: لواطت/ ۲)

## قذف (تہمت لگانا، گالی دینا)

۱۔ تعریف:

کسی پر کھلے الفاظ میں یا ضمناً زناکاری کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں

۲۔ قذف کے الفاظ۔

الف کسی شخص کو یہ کہنا کہ "تو زانی ہے" قذف کے الفاظ میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی شخص سے اس کے باپ کے سلسلہ نسب کی نفی کر دینا بھی اس میں شامل ہے۔ مثلاً یوں کہنا "تو اپنے باپ کا نہیں" اس لئے کہ اس فقرے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی ماں نے زنا کیا ہے اور یہ اس زنا کی پیداوار ہے۔ تعریض بھی قذف کے الفاظ میں شامل ہے جس میں یہ ہوتا ہے کہ متکلم اپنے کلام سے ایک مخصوص معنی مراد لیتا ہے جسے سامع سمجھ جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں متکلم کی طرف سے اس معنی کی کوئی صراحت نہیں ہوتی۔ حضرت عثمانؓ تعریضاً زنا کی تہمت لگانے پر حد قذف جاری کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا۔ "یا ابن شامۃ الوز" اے گندگی سونگھنے والی کی اولاد۔ یہ کہہ کہ وہ اس کی ماں پر تعریض کے طور پر زنا کی تہمت لگا رہا تھا۔ دوسرے شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس پر دعویٰ دائر کر دیا۔ جس پر اس شخص نے کہا کہ اس فقرے سے میری مراد یہ نہ تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر اسے حد قذف لگائی گئی اور آپ نے معنی مراد کے متعلق اس شخص کی وضاحت قبول نہیں کی (۴)

ب۔ زنا کے متعلق گواہی میں اگر گواہوں کی تعداد پوری چار نہ ہو سکے تو ان گواہوں کو قاذف قرار دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے خلاف زنا کی گواہی دینے والے تین گواہوں کو جب کہ چوتھے گواہ زیاد بن ابیہ نے گواہی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ قاذف قرار دے کر کوڑے لگائے تھے۔ اس لئے کہ گواہی کا نصاب۔ یعنی اس کے تعداد کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ یہ واقعہ صحابہ کرام کے سامنے پیش آیا تھا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تھا (۵)

ج۔ ہجو گوئی کی بنا پر حد قذف جاری نہیں ہوگی۔ لیکن اس میں ہجو کرنے والے کو تعزیری سزا دی جائے گی (دیکھئے مادہ۔ ہجاء)

۳ القاذف (تہمت لگانے والا)

قاذف کو حد قذف لگنے کی شرط یہ ہے کہ مقذوف۔ یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ محسن ہو۔ اس لئے کہ ارشاد باری ہے (والذین یرمون المحصنات۔ سورۃ النور آیت ۴) احصان سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص عاقل۔ بالغ۔ آزاد اور مسلمان ہو۔ نیز زنا سے اس کا دامن پاک ہو۔ اس قاعدے سے کوئی بھی صورت

مستثنیٰ نہیں۔ صرف ایک صورت ایسی ہے جس میں اگر کوئی شخص کسی کی کافرماں پر اس شخص کو "زناکار عورت کے بیٹے" کہہ کر تہمت لگادے تو ایسے شخص پر صرف حرمت مسلم کی بناپر حد قذف جاری کی جائے گی۔ عبدالرزاق نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے کہ "حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء اس شخص کو حد قذف میں کوڑے لگاتے تھے جو کسی شخص کی ماں کو زانیہ کہہ کر پکارتا. خواہ وہ یہودی ہوتی یا عیسائی. یہ کوڑے حرمت مسلم کی بناپر لگائے جاتے تھے (۶)

۴۔ قذف کی سزا

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں حد قذف کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں۔

چونکہ تمام قابل تنصیف حدود کو غلام کے حق میں نصف کر دیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: حد/۶) اس لئے غلام کو حد قذف میں چالیس سے زائد کوڑے نہیں لگیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس غلام کو چالیس کوڑے لگاتے تھے جو کسی آزاد پر زنا کی تہمت لگاتا۔ (۷) حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کہا ہے کہ: "ابو بکر صدیقؓ، عمرؓ بن خطاب اور عثمانؓ بن عفان حد قذف میں غلام کو چالیس کوڑے لگاتے تھے. پھر میں نے لوگوں کو اس میں اضافہ کرتے ہوئے دیکھا" (۸) میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے موطاء میں امام مالک کی روایت کے مطابق حد قذف میں غلام کو اسی کوڑے لگائے تھے۔

خلفائے راشدین نے غلام کو چالیس اور آزاد کو اسی کوڑے سورۂ نساء آیت ۲۵ میں اس قول باری کی بناپر لگائے تھے کہ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ اگر یہ کسی بدکاری کا ارتکاب کریں تو انہیں پاکدامن عورتوں کو ملنے والی سزا کی آدھی سزا ملے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے غلام کو حد قذف میں چالیس کوڑے لگائے ہوں گے اور بقیہ چالیس کوڑے کسی اور جرم کی بناپر تعزیراً لگائے ہوں گے. لیکن دیکھنے والے نے یہ سمجھا ہو گا کہ آپ نے حد قذف کے طور پر اسے اسی کوڑے لگائے ہیں۔ واللہ اعلم

## قرء (حیض)

___ حضرت عثمانؓ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے (۹) (ملاحظہ ہو مادہ: عدۃ/۲ ب ۱)

ـــــ اگر مطلقہ عورت کو حیض آتا ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت کا حساب اقراء یعنی حیض کے ذریعے لگایا جائے گا (ملاحظہ ہو مادہ : عدۃ/۲ب۱)

ـــــ جب کسی عورت کے ساتھ ہم بستری کرنے کا حق ایک مرد سے دوسرے مرد کو منتقل ہو جائے گا، یا ام ولد کا آقا مر جائے گا، یا زناکار عورت توبہ کر لے گی، یا دشمن کی گرفتار شدہ عورت مسلمانوں کے ہاتھ آ جائے گی یا کافر عورت مسلمان ہو کر ہمارے ملک میں ہجرت کر کے آ جائے گی تو ان تمام صورتوں میں اقراء کے حساب سے استبراء رحم ہو گا، بشرطیکہ ان میں سے کوئی حاملہ نہ ہو (دیکھئے مادہ : استبراء)

## قرآن (قران مجید)

### ۱ ـــ تدوین قرآن اور اس کی اشاعت :

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اہل عراق کے ساتھ آرمینیا اور آذربائی جان کی فتح کے سلسلے میں اہل شام کو جہاد پر بھیجا کرتے تھے۔ آپ کو قرآن کی تلاوت میں ان مختلف اقوام کے اختلاف نے انتہائی فکرمند کر دیا، چنانچہ آپ نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ ''مسلمانوں میں قراءت قرآن کے سلسلے میں یہود و نصاریٰ جیسے اختلافات پیدا ہونے سے قبل ہی اس کا تدارک کر لیں'' ۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ مجھے وہ تمام اوراق بھیج دیں جن میں قرآن لکھا ہوا ہے، ان تمام کو ایک نسخے کی صورت میں یکجا کر کے ہم انہیں آپ کو واپس کر دیں گے، چنانچہ حضرت حفصہؓ نے وہ تمام اوراق حضرت عثمانؓ کو بھیج دیئے، آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ، سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن الحارث بن ہشام کو حکم دیا کہ قرآن مجید کو مصاحف کی صورت میں یکجا کر دیں، نیز آپ نے قریش سے تعلق رکھنے والے تینوں حضرات کو حکم دیا کہ اگر کسی لفظ کے متعلق تمہارا اور زید بن ثابتؓ کا اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھو، اس لئے کہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، چنانچہ ان حضرات نے یہ کام سرانجام دیا۔ جب ان اوراق کو مصاحف یعنی کتابی شکل میں یکجا کر لیا گیا تو حضرت عثمانؓ نے یہ اوراق حضرت حفصہؓ کو واپس کر دیئے اور اپنی قلمرو کے ہر حصے میں سرکاری طور پر قرآن مجید کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے سوا وہ تمام اوراق اور مصاحف جلا دیئے جائیں (۱۰) جن میں قرآن مجید لکھا ہو (۱۱) سیوطی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے سات نسخے تیار کرائے تھے، مکہ معظمہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کو ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھ لیا تاکہ سرکاری طور پر بھیجے گئے یہ نسخے لوگوں کے لئے حفظ قرآن کے سلسلے میں مرجع بن جائیں اور پھر لوگ ان سے آگے نقل کرنے کا سلسلہ شروع کریں اور اختلاف سے بچے رہیں۔

۲۔ قرآنی نسخوں کی خرید و فروخت (ملاحظہ ہو مادہ . بیع/ ا ب)

۳۔ قرآن میں مقامات سجود (ملاحظہ ہو مادہ . سجود/ ۲ ب ا)

۔۔۔ خطبے میں آیت سجدہ کی تلاوت (ملاحظہ ہو مادہ . خطبہ/ ۷)

۴۔ سجود تلاوت (ملاحظہ ہو مادہ . سجود/ ۲ ب)

۵ ختم قرآن کے موقع پر مانگی جانے والی دعا

قرآن پاک ختم کرنے کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب آخری سورت "قل اعوذ برب الناس" کی تلاوت کر لیتے تو دعا مانگتے (۱۲)

۶۔ نماز میں قراءت قرآن (مادہ . صلاۃ/ ۷ د ۱۷)

ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لینا (ملاحظہ ہو مادہ . صلاۃ/ ۱۷)

## قراض (مضاربت)

ملاحظہ ہو مادہ . شرکہ

## قران (حج قران کرنا)

ایک نیت اور ایک احرام کے ذریعے حج اور عمرہ کی ادائیگی کو قران کہتے ہیں (ملاحظہ ہو مادہ : حج/ ۳ ب)

## قرض (قرض دینا)

۱۔ **تعریف:**

کسی شخص کو نقدی یا غیر نقدی کی صورت میں کوئی ایسی چیز دینا جس کے مثل کا وجود ہو. تاکہ مستقبل میں وہ اسے یہ مثل واپس کر دے. قرض کہلاتا ہے۔

۲۔ **تحریر کے ذریعے قرض کی توثیق**

جب کوئی شخص کسی کو مال. یعنی نقد یا جنس قرض پر دے تو اس کے لئے تحریری طور پر اس کی توثیق کرا لینا مستحب ہو گا. تاکہ اس کے ذریعے اس کے حق کو ضیاع سے محفوظ کر لینے کی ضمانت حاصل ہو جائے اور بعد میں اٹھ کھڑے ہونے والے کسی ممکنہ تنازعہ کی جڑ کٹ جائے۔ یہ طریق کار دراصل سورۃ بقرہ آیت ۲۸۲ میں فرمان الٰہی پر عمل پیرا ہونے کی صورت ہے۔ ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ اے ایمان والو جب تم آپس میں ایک مقررہ مدت تک ادھار لین دین کرو تو لکھ لیا کرو۔

## ۳۔ قرض کی ادائیگی

الف۔ اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے اور اس میں اس سے بہتر یا اس سے زائد کی واپسی کی شرط نہ ہو تو اس کے لئے اس سے بہتر واپس کرنا جائز ہے اور اسے ادائیگی کی اچھی صورت شمار کیا جائے گا۔ (۱۳) لیکن اگر قرض لیتے وقت ایسی شرط عائد کر دی جائے تو یہ سود ہو گا (ملاحظہ ہو مادہ: رباء)

ب۔ جب کوئی شخص کسی کو قرض دے اور واپسی کے لئے مدت مقرر کر دے تو قرض لینے والے کے لئے مدت کے اختتام سے قبل قرض کی ادائیگی جائز ہے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر مکاتب وقت سے پہلے کتابت کی رقم اپنے آقا کو ادا کر دینا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جب متعلقہ آقا نے وقت سے پہلے رقم لینے سے انکار کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے یہ رقم بیت المال میں رکھوا دی اور مکاتب کو بدل کتابت سے بری الذمہ قرار دے دیا، نیز آپ نے حکم بھی دیا کہ آقا کو بیت المال سے اپنے وقت پر اقساط ادا کی جائیں (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۵ ج)

ج۔ قرض خواہ کو قرض کی وصولی کے سلسلے میں مقروض کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہئے اور اس پر سختی نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے ساتھ بد کلامی اور تند خوئی سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ مقروض کو چاہئے کہ جب قرض کی ادائیگی کرے تو اس کے لئے عمدہ طریقہ اختیار کرے اور تنگ دست ہونے کی صورت میں مناسب الفاظ میں اس سے معذرت کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا جو چیز خریدتے وقت، چیز فروخت کرتے وقت، حق ادا کرتے وقت اور حق وصول کرتے وقت ہمیشہ نرمی سے کام لے گا۔" (۱۴)

د۔ اگر مقروض مفلس، یعنی دیوالیہ قرار دے دیا گیا اور اسے قرض ادا کرنے کی قدرت نہ رہی تو (ملاحظہ ہو مادہ: فلس)

ھ۔ اگر کسی کا کسی پر قرض ہو اور مقروض غائب ہو جائے، پھر قرض خواہ اس کی موت کا دعویٰ کر کے اس کے ترکہ میں سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرے، تو اس کا یہ دعویٰ ثبوت، یعنی گواہی وغیرہ کے بغیر قابل قبول نہیں ہو گا۔ ابن حزم کا قول ہے: "حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرض خواہ کے اس دعویٰ پر ثبوت

طلب کیا تھا کہ میرا مقروض مر گیا ہے اور اس پر میرا قرض ہے" (۱۵)

و قرض کو کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دینا۔ (ملاحظہ ہو مادہ: حوالہ)

۴۔ قرض کی زکوٰۃ

جب مال پر ایک پورا سال گزر جائے اور مال والے کے ذمہ قرض بھی ہو تو وہ اپنے مال سے قرض کی رقم منہا کر کے باقی ماندہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگر کسی مالدار آدمی کے ذمے اس کا قرض ہو اور اطمینان ہو کہ اگر وہ ادائیگی کا مطالبہ کرے گا تو مالدار آدمی قرض ادا کر دے گا تو ایسی صورت میں وہ قرض پر دی ہوئی اس رقم کو بھی اپنے مال میں شامل کر کے اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا (ملاحظہ ہو مادہ: زکاۃ/الف)

## قرینہ (قرینہ)

قرینہ اس صورت حال کو کہتے ہیں جو کسی خاص بات پر دلالت کرتی ہو لیکن صریح نہ ہو۔

قرینہ کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/۲ج اور مادہ: حد/۴ج)

## قسامہ (کسی شخص کے قتل ہو جانے کی صورت میں دی جانے والی قسم)

ان بتکرار قسموں کو قسامہ کہا جاتا ہے جو اس صورت میں دی جاتی ہیں جب کہ کسی شخص کا ایسے محلے یا قبیلے میں قتل ہو جائے جس کے ساتھ مقتول یا اس قوم کی دشمنی چلی آ رہی ہو اور قاتل نامعلوم ہو۔ یا اولیائے مقتول نے قتل عمد کا دعویٰ کیا ہو۔ لیکن مدعیٰ علیہم ان کے اس دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہوں اور ان کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہ ہو۔

محمد بن شہاب زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مجھے سلیمان بن ہشام نے ایک شخص کے متعلق لکھا جسے ایک قبیلے کے رہائشی احاطے میں مقتول پایا گیا۔ وہاں رہنے والوں نے کہا کہ یہ شخص رات کے وقت چوری کی نیت سے یہاں آیا تھا۔ لیکن اولیائے مقتول نے یہ دعویٰ کیا کہ ان لوگوں نے اپنے گھر بلا کر اسے قتل کر دیا ہے" زہری کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان کو جواب میں لکھ بھیجا کہ اولیائے مقتول میں سے پچاس آدمیوں سے یہ حلف لیا جائے گا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مقتول ان کے ہاں رات کے وقت چوری کرنے کی نیت سے آیا تھا وہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اسے خود بلایا تھا اور بلا کر قتل کر دیا تھا۔ اگر اولیائے مقتول یہ قسم اٹھالیں تو انہیں قصاص لینے کا حق مل جائے گا۔ اگر قسم اٹھانے سے انکار کر دیں تو دوسرے فریق کے پچاس آدمیوں سے حلف لیا جائے گا کہ مقتول ان کے ہاں چوری کی نیت سے آیا تھا۔ اس کے بعد ان پر مقتول کی دیت عائد ہو جائے گی۔ زہری نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے ابن باقرہ

تغلبی کے قتل کے سلسلے میں اس قسم کا فیصلہ سنایا تھا۔ اس کی قوم نے جب حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان پر اس کی دیت کا جرمانہ ڈال دیا (۱٦) (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۳ب اور ۲ب)

## قصاص (قصاص)

سزا میں مماثلث کو قصاص کہتے ہیں یا یوں کہئے کہ مجرم نے جس صورت میں ارتکاب جرم کیا ہے اسے سزا بھی اسی صورت میں دی جائے۔

قصاص کب واجب ہوتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴)

سلطان یا حاکم وقت سے قصاص لینا (ملاحظہ ہو مادہ: امارہ/ ۴ھ)

## قضاء (فیصلہ کرنا)

۱۔ تعریف:

مقدمات کے فیصلے کرنا قضا کہلاتا ہے

۲۔ اس کی جگہ:

قاضی پر یہ لازم ہے کہ وہ مقدمات کے فیصلوں کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرے جس میں دو باتیں موجود ہوں:

۔۔۔ پہلی بات یہ کہ وہ جگہ شہر کے وسط میں ہو، تاکہ لوگوں کے لئے وہاں پہنچنا یکساں ہو۔

۔۔۔ دوسری بات یہ کہ اس جگہ کا ایسا رعب اور دبدبہ ہو کہ وہاں پہنچ کر لوگوں کو جھوٹ بولنے کی جرات ہی نہ ہو۔

یہ دونوں باتیں عموماً اس مسجد میں پائی جاتی ہیں جہاں شہر والے عموماً آتے جاتے ہوں۔ ایسی مسجد عموماً شہر کے وسط میں ہوتی ہے اور اللہ کا گھر ہونے کی نسبت سے لوگوں کے دلوں میں اس کا ایک رعب اور دبدبہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت عثمانؓ مسجد میں بیٹھ کر مقدمات کے فیصلے کیا کرتے تھے (۱۷)

۳۔ فیصلے کے سلسلے میں مشاورت

قاضی کی ذمہ داری ہے کہ وہ فقہا کو مجلس قضاء یعنی اپنی عدالت میں لانے کا پورا جتن کرے اور جو مقدمہ یا مسئلہ اس کی نظروں میں پیچیدہ ہو یا مبہم ہو اس کے متعلق ان کی رائے معلوم کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ بیہقی نے سنن بیہقی میں روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ

مجلس قضاء میں اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے اور مقدمہ کے دونوں فریق حاضر ہو جاتے تو آپ ایک فریق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیج دیتے اور دوسرے فریق سے کہتے کہ جاؤ جا کر طلحہ، زبیر اور چند دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لاؤ۔ جب تمام حضرات آ جاتے تو پھر آپ مدعی اور مدعیٰ علیہ کو بیان دینے کے لئے کہتے۔ جب دونوں کا بیان ختم ہو جاتا تو آپ ان حضرات کی طرف رخ کر کے ان کی رائے دریافت کرتے۔ اگر ان حضرات کی رائے آپ کی اپنی رائے کے موافق ہوتی تو آپ اسی وقت فیصلہ صادر کر دیتے۔ ورنہ پھر اس معاملے پر غور فرماتے۔ اور جب فریقین آپ کا فیصلہ سن کر چل پڑتے تو انہیں پوری طرح اطمینان ہوتا اور اس فیصلے کو وہ پوری طرح تسلیم کرتے (۱۸)

۴۔ وہ دلائل جن پر ایک قاضی اپنے فیصلوں کے سلسلے میں اعتماد کرے گا۔ قاضی اپنا فیصلہ صادر کرنے کے لئے جن دلائل پر انحصار کرے گا وہ یہ ہیں:

الف۔ اقرار۔

جس شخص پر حق ہے اگر وہ خود اس کا اقرار و اعتراف کرے تو قاضی اسی بنیاد پر اپنا فیصلہ سنا دے گا۔ اگر اس حق کا تعلق حقوق اللہ سے ہو گا، مثلاً حدود، تو قاضی پر واجب ہو گا کہ وہ اقرار کرنے والے کو اپنے اقرار سے پھر جانے کا اشارہ دے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے (ملاحظہ ہو مادہ، حد/۴ الف)

ب۔ گواہی۔

اس پر تفصیل سے گفتگو کی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو مادہ، شہادۃ)

ج۔ گواہی اور اس کے ساتھ مدعی کی قسم۔

سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت عثمانؓ ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم کی بنا پر مقدمے کا فیصلہ کر دیتے تھے۔ (۱۹) عبداللہ بن عامر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم کی بنا پر مقدمات کے فیصلے کرتے دیکھا ہے" (۲۰)

چونکہ مدعی کو حقوق اللہ میں گواہ مانا جاتا تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے اس عورت سے حلف لیا تھا جس نے ایک مرد اور ایک عورت کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا تھا، سعید بن منصور نے "سنن سعید بن منصور" میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک عورت نے دودھ پلانے کے سلسلے میں گواہی دیتے ہوئے کہا کہ: "میں نے ایک مرد اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے" یہ

سن کر حضرت عثمانؓ نے اس سے کہا کہ کعبۃ اللہ کے پاس جا کر حلف اٹھاؤ۔ جب اس عورت کو اس پر مجبور کیا گیا تو وہ اپنی گواہی سے پھر گئی (۲۱)

قسم

۱۔ قاضی قسم لینے کا صرف اسی وقت اہتمام کرے گا جب مدعی اپنے دعویٰ کے لئے ثبوت یعنی گواہی پیش کرنے سے عاجز رہے گا۔

۲۔ قاضی اگر ضرورت محسوس کرے تو حلف لینے والے کو سخت ترین قسمیں بھی دے سکتا ہے جس طرح کہ اس عورت کو جس نے ایک مرد اور ایک عورت کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا تھا سخت ترین قسم یہ دی گئی تھی کہ اسے کعبہ کے پاس جا کر حلف اٹھانے کے لئے کہا گیا تھا لیکن اگر قاضی اس کی ضرورت محسوس نہ کرے تو وہ اسے ترک بھی کر سکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صرف اللہ کی قسم لی تھی اور تغلیظ نہیں کی تھی (۲۲) اس کا ذکر عنقریب آئے گا

۳۔ قاضی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے الفاظ میں قسم لے جو دعویٰ کے موضوع سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اگر دعویٰ فروخت شدہ چیز میں کسی عیب کے متعلق ہو تو قاضی حلف میں علم کا لفظ شامل کرے گا مثلاً حلف اٹھانے والا یوں کہے گا کہ "بخدا میں نے جب یہ چیز خریدی تھی اس وقت مجھے اس عیب کا کوئی علم نہیں تھا" مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت عثمانؓ جب کسی سے قسم لیتے تھے تو اس میں علم کا لفظ ضرور شامل کرتے تھے (۲۳)

یعنی آپ جب فروخت شدہ چیز میں پائے جانے والے کسی عیب کے متعلق قسم لیتے تھے تو اس قسم میں علم کا لفظ ضرور شامل کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام آٹھ سو درہم میں یہ کہہ کر فروخت کر دیا کہ اس میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہے۔ پھر خریدار نے ان کے ساتھ غلام میں کسی عیب کی بنا پر تنازعہ کھڑا کر دیا اور معاملہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا: "اللہ کی قسم کھا کر کہو کہ جب میں نے یہ غلام فروخت کیا تھا اس وقت مجھے اس کی کسی بیماری کا علم نہیں تھا" حضرت ابن عمرؓ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا جس پر حضرت عثمانؓ نے وہ غلام انہیں واپس کرا دیا (۲۴)

ھ۔۔ قسم اٹھانے سے باز رہنا۔

اگر مدعیٰ علیہ پر قسم واجب ہو جائے لیکن وہ قسم اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو اور اس سے باز رہے تو قاضی اسی پر اس کے خلاف فیصلہ سنا دے گا۔ مدعی پر قسم نہیں لوٹائے گا۔ ہم نے درج بالا واقعہ میں دیکھ لیا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے قسم اٹھانے سے باز رہنے پر ہی فیصلہ کر دیا اور قسم کو مدعی پر نہیں لوٹایا (ملاحظہ ہو مادہ: بیع/۱ز۱)۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس نے قسم اٹھانے سے پہلوتہی قسم سے جان چھڑانے کی خاطر کی ہے یا جھوٹ کی بنا پر۔ اس لئے کہ قاضی کو ظاہری دلائل کی بنا پر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت مقدادؓ بن الاسود ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس اپنا تنازعہ فیصلہ کرانے لے کر گئے جو حضرت مقدادؓ کے لئے ہوئے قرض کے متعلق تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت مقدادؓ پر قسم اٹھانے کی ذمہ داری ڈالی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اور قسم حضرت عثمانؓ پر لوٹا دی اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: "مقدادؓ نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے" لیکن حضرت عثمان نے قسم سے بچنے کی خاطر قسم اٹھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: "مجھے خطرہ ہے کہ میری تقدیر میں لکھی ہوئی کوئی آزمائش مجھ پر آن پڑے اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ مجھ پر یہ آزمائش قسم اٹھانے کی بنا پر آئی ہے" (۲۵)

و۔ قرائن قویہ۔

شراب نوشی کے ثبوت کے لئے ایک قوی قرینہ یہ ہے کہ ملزم شراب کی قے کرے اس لئے حضرت عثمان نے شراب قے کرنے کی بنا پر حد جاری کرنے کا فیصلہ سنایا تھا (ملاحظہ ہو مادہ: اشربہ/ ۲ب)

لیکن جرم کے نشانات کا ملنا جب کہ مجرم کو ارتکاب جرم کرتے نہ دیکھا گیا ہو، قوی قرینہ نہیں کہلاتا، خواہ اس کے مشاہدے کے لئے بلایا کیوں نہ گیا ہو، اس لئے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ مجرم کے سوا کسی اور نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہو۔ حضرت عثمانؓ کو اپنے دور خلافت میں ایک گروہ کے متعلق یہ بتایا گیا کہ وہ فلاں قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، چل کر خود دیکھ لیجئے۔ حضرت عثمانؓ اس طرف گئے، لیکن مجرموں کو نہیں پایا، البتہ جرم کے نشانات دیکھ لئے، چنانچہ آپ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور ایک غلام آزاد کر دیا (۲۶)

۴۔ مجرم کی غیر حاضری میں اس کے خلاف فیصلہ

جب مدعیٰ علیہ عدالت کا سامنا کرنے سے بچنے کے لئے فرار کی راہ اختیار کر لے یا غائب ہو جائے اور عدالت میں حاضر نہ ہو یا ایسی دور دراز جگہ میں ہو جہاں سے آنے میں کافی مدت لگتی ہو یا مفقود الخبر ہو جائے اور پتہ نہ ہو کہ آیا وہ زندہ بھی ہے یا مرچکا ہے۔ ادھر مدعی اس کے خلاف گواہ پیش کر دے اور اس پر قاضی کی عدالت میں اپنا حق ثابت کر دے۔ تو قاضی کے لئے جائز ہے کہ مدعیٰ علیہ کی غیر موجودگی میں اس کے خلاف فیصلہ سنا دے اور اس پر فیصلے کا نفاذ بھی کر دے (۲۷) تاکہ انسانی حقوق ضائع ہونے سے محفوظ رہ جائیں۔

۵ قاضیوں کی تقرری

قاضیوں کی تقرری کی ذمہ داری بنیادی طور پر امام المسلمین پر ہے۔ ابن حبان نے "تاریخ القضاۃ" میں لکھا ہے کہ انہیں نہیں معلوم کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی شہادت تک مدینہ منورہ میں کسی کو بطور قاضی مقرر کیا تھا (۲۸) مدینہ منورہ میں مقدمات کے فیصلے آپ خود کیا کرتے تھے اور دوسرے مقامات کے لئے قاضیوں کا تقرر کرتے تھے۔ آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی عہدۂ قضاء پر مامور کیا تھا (۲۹)

## قنوت (دعائے قنوت پڑھنا)

۔۔۔ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۷و)

۔۔ وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۸ج)

## قود (قصاص)

قصاص کو قود کہتے ہیں (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴)

## قیام (قیام کرنا)

نماز میں قیام کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۷الف)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا (ملاحظہ ہو مادہ: خطبہ/ ۴)

## فٹ نوٹ حرف القاف

(١) عبدالرزاق جلد ٣. ص ٥٠٤. ابن ابی شیبہ ج ١. ص ١٥١ ب. کنز العمال جلد ١٥. ص ٨٣٥

(٢) سنن بیہقی جلد ٤ ص ٥٦

(٣) المحلی جلد ٤. ص ٣١

(٤) ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٢٧ ب. کنز العمال ج ٥. ص ٥٦٥. المغنی جلد ٨ ص ٢٢٢

(٥) ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٢٧ ب. عبدالرزاق ج ٨ ص ٣٦٢. المغنی ج ٨ ص ٢٣٥

(٦) عبدالرزاق جلد ٧ ص ٤٣٥

(٧) عبدالرزاق جلد ٧ ص ٤٣٣. کشف الغمہ جلد ٢. ص ١٠٧ کنز العمال جلد ٥ ص ٥٦٢

(٨) ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٢٥ ب. الموطاء جلد ٢. ص ٨٢٨. سنن بیہقی ج ٨. ص ٢٥١. المغنی ج ٨ ص ٢١٨

(٩) تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ٣٠٧. المغنی ج ٧. ص ٤٥٢

(١٠) بخاری شریف فضائل قرآن. باب جمع القرآن. ترمذی شریف فی التفسیر. بیہقی ج ٢ ص ٣٨٥. ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ١٥٩

(١١) الاتقان للسیوطی جلد ١ ص ٦٠ ابن ابی داؤد فی المصاحف ص ٣٤

(١٢) المغنی جلد ٢ - ص ١٧١

(١٣) المحلی جلد ٨. ص ٨٧

(١٤) سنن نسائی. کتاب البیوع. باب حسن المعاملة

(١٥) المحلی ج ٩ ص ١٢٩

(١٦) المحلی جلد ١١. ص ٦٦

(١٧) المغنی جلد ٩ ص ٤٥

(١٨) سنن بیہقی جلد ١٠ ص ١١٢. ادب القاضی للخصاف جلد اول ص ٣٥٥. اخبار القضاۃ لابن حیان جلد اول ص ١١٠

(١٩) سنن بیہقی جلد ١٠. ص ١٧٣. المغنی جلد ٩. ص ١٥١

(٢٠) کنز العمال جلد ٥. ص ٨٢٥

(٢١) سنن سعید بن منصور جلد ٣. جز ١. ص ٢٤٠

(٢٢) المحلی جلد ٩ ص ٣٨٥

(٢٣) عبدالرزاق جلد ٨ ص ١٧٠

(۲۴) عبدالرزاق جلد۸ ص ۳۰۹، سنن سعید بن منصور جلد ۳، جز ۲، ص۲٦٦، سنن بیہقی جلد۹ ص ۱۲٦، المحلی جلد ۹، ص۳۷۳

(۲۵) سنن بیہقی جلد ۱۰ص۱۷۷، المغنی جلد۸ص ۲۸۰، جلد۹، ص ۲۳۳

(۲٦) عبدالرزاق جلد۱۰ص۲۲۸

(۲۷) المحلی جلد۹، ص۳٦۹

(۲۸) اخبار القضاۃ لابن حیان جلد۱، ص۱۱۰

(۲۹) مصنف عبدالرزاق جلد۸، ص۳۰۳

# حرف الکاف

## ک

### کافر (کافر)

ملاحظہ ہو مادہ: کفر

### کتابی (اہل کتاب)

ملاحظہ ہو مادہ: ذمی

۱۔ تعریف:

کتابی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ایسے دین کا پیرو کار ہو جس کی اصل کوئی آسمانی کتاب ہو۔ یہود و نصاریٰ اور ان کے مختلف فرقوں اور اہل مذہب کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔

۲۔ ان کے متعلق بعض احکام

الف۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ اس لئے کہ سورۂ آل عمران آیت ۹۳ میں قول باری ہے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ اور ان لوگوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے جنہیں کتاب دی گئی ہے۔

ب۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا جواز۔ حضرت عثمانؓ نے خود اور بیویوں کے ہوتے ہوئے نائلہ بنت فرافصہ سے نکاح کیا تھا۔ ان کا تعلق بنو کلب سے تھا اور یہ نصرانی تھیں۔ بعد میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھیں (۱) ان کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام مریم تھا (۲) (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۳ الف) اہل کتاب کے متعلق حضرت عثمانؓ سے مروی احکام میں سے ہمیں یہی کچھ ہاتھ لگا ہے۔ تاہم اہل کتاب بہت سے مسائل میں کافروں کے ساتھ شریک ہیں (ملاحظہ ہو مادہ: کفر)

### کحل (سرمہ)

ملاحظہ ہو مادہ: اکتحال

## کسب (کمانا)

۱۔ تعریف:

کسی نہ کسی طریقے سے مال کے حصول کو کسب کہتے ہیں

۲۔ کسب کے طریقے:

کسب کے طریقوں کی دو قسمیں ہیں۔ جائز طریقے. ناجائز طریقے۔

الف۔ جائز یعنی مشروع طریقے. اس سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جس کے متعلق شارع کی طرف سے کوئی نہی وارد نہ ہوئی ہو. مثلاً بیع. اجارہ وغیرہ۔ ان طریقوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایسے طریقے جنہیں اختیار کرنا ایک مسلمان کے لئے مباح ہے۔ اور ایسے طریقے جن سے دامن بچانا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے. جب تک ان سے بچنے کے لئے اس کے سامنے سبیل موجود ہو اور جب تک انفرادی یا اجتماعی ضرورت انہیں اختیار کرنے پر اسے مجبور نہ کر دے۔ جب ہمیں ان طریقوں سے واقفیت ہو جائے گی جن سے دامن بچا کر کسب معاش کرنا ایک مسلمان کے لئے مستحب اور پسندیدہ ہے تو ان کے علاوہ باقیماندہ طریقے اس کے لئے مباح ہوں گے۔

ایسے پیشے جن کی وساطت سے کسب معاش نہ کرنا ایک مسلمان کے لئے مستحب ہے. ان میں ہر وہ پیشہ شامل ہے جس میں ایک مسلمان کے لئے حرام کے ارتکاب کا امکان ہو اور اس کے دل میں حرام سے بچنے کا مکمل جذبہ بھی موجود نہ ہو۔ مثلاً سینگی لگانے اور حمام کرانے کا پیشہ۔ سینگی لگانے والا زخم سے خون اپنے منہ کے ذریعے چوستا ہے۔ خون ناپاک ہوتا ہے اور اس کا امکان ہے کہ خون چوسنے کے دوران اس کا کچھ حصہ منہ کے راستے اندر چلا جائے۔ اس لئے یہ ایسا پیشہ ہے جس میں نجاست کے اختلاط کا امکان ہے۔ اسی طرح حمام کرانے والا شخص لوگوں کی شرمگاہوں پر نظر ڈالتا ہے۔ اس قسم کے دوسرے گھٹیا پیشے ہیں جن کے ذریعے کمائی کرنا ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے اور اسے ان سے بچنا ہی مناسب ہے۔ حضرت عثمانؓ کا ایک رشتہ دار آپ کے پاس آیا آپ نے اس کے کسب معاش کے متعلق استفسار کیا۔ اس نے جواب میں حمام چلانے اور سینگی لگانے کی آمدنی کا ذکر کیا۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا: ''تمہاری کمائی بڑی گندی ہے'' یا یہ فرمایا: ''بڑی گھٹیا ہے'' (۳) (ملاحظہ ہو مادہ: حجامہ)

ب ۔ ناجائز یعنی غیر مشروع طریقے۔

اس سے مراد آمدنی کا وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے کو اللہ تعالیٰ نے حرام عین قرار دیا ہے۔
مثلاً ذخیرہ اندوزی (ملاحظہ ہو مادہ: احتکار) یا سود (ملاحظہ ہو مادہ: ربا) وغیرہ
طاعت یا نیکی کے کاموں پر اجرت جائز اور مشروع کسب میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ
اذان دینے پر اجرت دیا کرتے تھے (ملاحظہ ہو مادہ: اذان/۵)

۳۔ جو شخص کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے کمائی پر مجبور کرنا

حضرت عثمانؓ کی رائے یہ تھی کہ جو شخص کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے کمائی پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً لونڈی جسے کوئی ہنر نہ آتا ہو۔ یا نابالغ بچہ یا اسی طرح کے اور لوگ۔ اس لئے کہ ایسے شخص کو کمائی پر مجبور کرنا بعض دفعہ اس کے انحراف یا ارتکاب حرام کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے "جس لونڈی کو کوئی ہنر نہ آتا ہو اسے کمانے پر مجبور نہ کرو۔ اس لئے کہ اگر تم اسے مجبور کرو گے تو وہ مجبور ہو کر اپنی شرمگاہ کو کمائی کا ذریعہ بنا لے گی۔ بچے کو کمائی پر مجبور نہ کرو۔ اس لئے کہ جب اسے کچھ نہ ملے گا تو چوری کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ تم لوگوں سے درگذر کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے گا۔ تم اپنی معاش کے لئے وہ ذرائع اختیار کرو جو تمہارے لئے پسندیدہ اور جائز ہوں" (۴) (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۷ب)

## کسوف (سورج گرہن)

سورج کی روشنی کا ختم ہو جانا کسوف کہلاتا ہے

## صلوٰۃ کسوف:

(ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۵)

## کعبہ (کعبہ شریف)

کعبہ کی طرف رخ کرنا بالاجماع نماز کی صحت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔
حج میں کعبہ یعنی بیت اللہ کا طواف کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: حج/۵)

نیز عمرہ میں طواف کعبہ (ملاحظہ ہو مادہ: عمرہ/۳)

بیت اللہ کے وہ ارکان جن کا استلام کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: حج/۵)

کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع فعل ہے۔ حضرت عثمانؓ نے قباطی یعنی کتان اور یمنی چادروں کا غلاف بنا کر کعبہ پر چڑھایا تھا (۵)

... کعبہ کے پاس لے جاکر حلف اٹھوانے کے ذریعہ قسم کو سخت بنانا (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/۳ د ۲. نیز ملاحظہ ہو مادہ: رضاع)

## کفاءۃ (ہم کفو ہونا)

نکاح میں ہم کفو ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۲ ھ)

## کفارہ (کفارہ)

۱۔ **تعریف:**

گناہ کے ارتکاب کے بعد اسے مٹانے کی خاطر ایک مسلمان کا وہ اقدام کفارہ کہلاتا ہے جس کا شریعت کی طرف سے حکم ملا ہو۔

۲۔ جن گناہوں پر کفارہ واجب ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

جب کوئی مسلمان درج ذیل امور میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اس پر کفارہ واجب ہو گا:

الف۔ قتل کا ارتکاب

اس کا کفارہ ایک مومن کی گردن یعنی غلام آزاد کرنا ہے۔ جسے یہ میسر نہ ہو تو وہ تسلسل کے ساتھ دو مہینے کے روزے رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں اس کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ ج)

ب۔ قسم توڑ دینا

اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے پہنانا ہے۔ جسے یہ میسر نہ ہو وہ تین دن روزہ رکھے گا (ملاحظہ ہو مادہ: یمین/۴)

ج۔ ایسی نذر جسے پورا کرنا حد استطاعت سے باہر ہو یا کسی معصیت کے ارتکاب کی نذر مان لینا۔ اس کا کفارہ بالاتفاق وہی ہے جو قسم توڑنے کا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی۔

د۔ ظہار

اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ جسے یہ میسر نہ ہو وہ تسلسل کے ساتھ دو مہینے کے روزے رکھے، جو یہ بھی نہ کر سکتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ سورۂ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: ظہار/۳)

ھ۔ احکام حج کی خلاف ورزی (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۳)

و بلا عذر شرعی رمضان میں روزہ نہ رکھنا۔ اس کے کفارے کے متعلق ہمیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی قول دستیاب نہیں ہوا۔

## کفر (کفر)

### ۱ تعریف:

اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کا نام کفر ہے۔

### ۲۔ کفر کے احکام:

۔۔ انسان کا اسلام سے نکل کر کفر کی طرف چلے جانا اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و عواقب (ملاحظہ ہو مادہ: ردۃ)

۔۔ مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/ ۳ د ۱)

کافر کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۲ ج)

کوئی مسلمان کسی کافر عورت سے نکاح نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اہل کتاب میں سے ہو (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/ ۳ الف)

کافر کا ذبیحہ مسلمان کے لئے کھانا حرام ہے، الا یہ کہ وہ اہل کتاب ہو (ملاحظہ ہو مادہ: کتابی/ ۲ الف)

کافر پر مسلمان کی طرف سے ہونے والی مجرمانہ زیادتی، یعنی جنایت اور اس پر عائد ہونے والا جرمانہ (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۳ ب ۲ الف)

کافر کی دیت (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ ب ۵)

جس شخص نے کسی مسلمان کی کافر ماں پر زنا کی تہمت لگائی اس پر جاری ہونے والی حد قذف (ملاحظہ ہو مادہ: قذف/ ۳)

کافر کے جنازے کے ساتھ مسلمان کا چلنا (ملاحظہ ہو مادہ: موت/ ۷ ب)

اگر کافر مسلمان کی حمایت میں جنگ میں شریک ہو تو اسے مال غنیمت سے تھوڑا بہت دے دینا (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ/ ۱ ب ۲)

کافروں کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/ ۳ ب)

کافر کی گواہی ناقابل قبول ہے (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ/ ۲ ج)

## کفن (کفن)

### میت کی تکفین

(ملاحظہ ہو مادہ: موت/۳)

## کلام (کلام)

(ملاحظہ ہو مادہ: تکلم)

## کلب (کتا)

کتے دو طرح کے ہوتے ہیں:

اول: ایسے کتے جنہیں تعلیم دی گئی ہو اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو. مثلاً شکاری کتے یا رکھوالے کتے۔ اس طرح کے کتے انسان کے ایسے اموال کے ضمن میں آتے ہیں جنہیں ہاتھ لگانا اور نقصان پہنچانا حرام ہے۔ ایسے کتے پالنا جائز ہے اور جو بھی انہیں نقصان پہنچائے گا وہ تاوان بھرے گا۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک شخص نے ایک شکاری کتے کو ہلاک کر دیا۔ کتا بہت ہی عمدہ اور بے نظیر تھا۔ اس کی قیمت آٹھ سو درہم لگائی گئی. حضرت عثمانؓ نے جرمانے کی یہ رقم ہلاک کرنے والے پر ڈال دی (۲) آپ نے ایک دفعہ ایک شخص پر کتے کو ہلاک کرنے پر اس کی قیمت کے برابر بیس اونٹ جرمانہ کیا تھا۔ (۷)

دوم: مذکورہ بالا کتوں کے علاوہ دیگر کتے. اس قسم کے کتے پالنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص انہیں ہلاک کر دے تو اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہو گا۔ حسن بصری سے مروی ہے آپ نے فرمایا: "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوران خطبہ آپ نے کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا" (۸)

# فٹ نوٹ حرف "الکاف"

## ۔ک۔

(۱) سنن بیہقی جلد ۷۔ ص ۱۷۲۔ کشف الغمہ جلد ۲۔ ص ۶۵

(۲) صفوۃ الصفوۃ جلد اول ص ۲۹۵

(۳) سنن بیہقی جلد ۹۔ ص ۳۳۸

(۴) الموطا جلد ۲۔ ص ۹۸۰۔ سنن بیہقی جلد ۸ ص ۹۔ عبدالرزاق جلد ۲۔ ص ۴۸۔ کشف الغمہ جلد ۲۔ ص ۳۶۔ کنز العمال جلد ۹۔ ص ۱۹۷

(۵) عبدالرزاق جلد ۵ ص ۸۹

(۶) المحلی جلد ۱۰ ص ۴۲۴

(۷) سنن بیہقی جلد ۶ ص ۷

(۸) سنن بیہقی جلد ۶ ص ۷۔ المحلی جلد ۷ ص ۴۰۰۔ کنز العمال جلد ۱۵۔ ص ۱۰۱

# حرف اللام

## ل

### لباس (لباس)

احرام کا لباس (ملاحظہ ہو مادہ: احرام / ۳ الف)

لباس میں فضول خرچی (ملاحظہ ہو مادہ: اسراف)

### لحیہ (داڑھی)

جب مسلمان وضو کرنے لگے تو اسے چاہئے کہ چہرہ دھوتے وقت انگلیوں کے ذریعے داڑھی میں خلال کر لے۔ اگر وہ اپنا چہرہ مسنون طریقے پر تین دفعہ دھوئے تو داڑھی کا خلال بھی تین دفعہ کرے۔ ابو وائل کہتے ہیں "میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وضو کے دوران اپنی داڑھی میں خلال کرتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے" (۱) (ملاحظہ ہو مادہ: وضو / ۳ ب)

### لقطہ (گری پڑی چیز جسے کوئی اٹھالے)

۱۔ تعریف:

لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جو یونہی کہیں پڑا ہو اور مالک کے سوا کوئی اور اسے دیکھ کر اٹھالے

۲۔ اس کی قسمیں:

اس کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسے طاقتور جانور جو اپنا دفاع کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں، مثلاً اونٹ، گائے، بیل اور گھوڑے وغیرہ۔ انہیں ضوال کہا جاتا ہے. یعنی گمشدہ جانور

دوسری قسم: مال کے ضمن میں آنے والی چیزیں، مثلاً نقدی، کپڑے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔ نیز ایسے کمزور جانور جو اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، مثلاً بھیڑ، بکریاں وغیرہ

تیسری قسم: حدود حرم میں ملی ہوئی کوئی چیز خواہ وہ جس طرح کی بھی ہو۔

۳۔ لقطہ کے احکام:

الف۔ دوسری قسم کا لقطہ اگر کسی کو ملے تو وہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرے گا۔ اگر مالک مل گیا تو اس کے حوالے کر دے گا. لیکن اگر تشہیر کی مدت. یعنی ایک سال کا عرصہ ختم ہو گیا اور مالک مل نہ سکا تو اٹھانے والا شخص اس کا مالک ہو جائے گا۔ پھر اگر چاہے تو اسے اپنے مال میں شامل کر لے اور اگر چاہے تو صدقہ کر دے۔ اگر اس کے بعد. یعنی صدقہ میں دے دینے کے بعد اس کا مالک آ جائے تو وہ اسے ثواب حاصل کرنے اور قیمت وصول کر لینے کے درمیان اختیار دے گا۔ اس مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ پہلی قسم کا لقطہ. یعنی گمشدہ جانور مثلاً اونٹ، گائے، بیل وغیرہ تو اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر حضرت عثمانؓ کی خلافت تک یہ معمول رہا کہ ایسے لقطہ کا اٹھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ ایسے جانوروں کو سرزمین نقیع میں رکھوا دیتے تھے تاکہ ان کے مالک وہاں جا کر ان کی شناخت کر لیں اور لے جائیں۔ اس مقام پر ان کی نسل بڑھتی رہی حتیٰ کہ وہاں اونٹ ہی اونٹ ہو گئے (۲)

حضرت عثمان کے زمانے میں ان کی تعداد اور بڑھ گئی. چنانچہ آپ نے دوسرے اموال کی طرح انہیں بھی اٹھا لینے اور تشہیر کرنے کی اجازت دے دی۔ اگر مالک نہ آتا تو انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں رکھ دی جاتی۔ اگر مالک اس کے بعد آتا تو بیت المال میں رکھی ہوئی قیمت وصول کر لیتا۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں: "حضرت عمرؓ نے اپنے حکام کو تحریری طور پر حکم دیا تھا کہ گمشدہ جانور اٹھائے نہ جائیں. اس حکم کے بعد یہ جانور بچے بھی دیتے، چشموں پر پانی پینے کے لئے جاتے لیکن کوئی ان سے تعرض نہ کرتا. یہاں تک کہ مالک آ جاتا اور شناخت کر کے انہیں لے جاتا۔ جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے حکام کو لکھا کہ ایسے جانور اٹھا لئے جائیں. ان کی تشہیر کرائی جائے۔ اگر مالک آ جائے تو فبہا ورنہ انہیں فروخت کر کے قیمت بیت المال میں رکھ دی جائے۔ اگر اس کے بعد مالک آ جائے تو اسے قیمت دے دی جائے (۳)

ج۔ تیسری قسم: یہ حدود حرم میں پایا جانے والا لقطہ ہے۔ اسے اٹھانا جائز نہیں ہے، صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اس کی تشہیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ولا تحلّ لقطتها إلا لمنشد اور حرم کا لقطہ اٹھانا حلال نہیں. البتہ جو اس کے مالک کو

تلاش کرنا چاہے۔ (۴) اگر کوئی شخص حرم کا لقطہ اٹھالیتا اور اسے اپنے مال کے ساتھ ملا لیتا یا اسے فروخت کر دیتا اور اس کی قیمت اپنے قبضے میں کر لیتا تو حضرت عثمانؓ ایسے شخص سے جرمانہ کے طور پر اس کی قیمت وصول کر لیتے نیز اس کی قیمت کا تہائی حصہ حدود حرم کی خلاف ورزی کی سزا کے طور پر مزید وصول کرتے۔ (۵)

## لھو (لہو ولعب)

### ۱۔ تعریف:

لھو سے مراد ہر وہ کھیل کود اور تفریح ہے جو مشروع اور جائز فائدے سے خالی ہو۔

### ۲۔ اس کا حکم:

اوپر بیان کردہ معنیٰ میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں بلاوجہ وقت کا ضیاع ہے۔ امام المسلمین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو لہو ولعب کی تحریم اور ان کے ساز و سامان کی حرمت کی یاد دہانی کراتا رہے اور ان سے انہیں ضائع کر دینے کا مطالبہ کرے۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو خود طاقت استعمال کر کے ان آلات کو ضائع کر دے اور لوگوں کو تعزیری سزائیں دے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کبوتر اڑانے اور آتش بازی چھوڑنے کا مشغلہ رواج پا گیا تھا۔ آپ نے ایک شخص کو خصوصی طور سے اس کام پر مقرر کر دیا کہ وہ ایسے لوگوں کا پیچھا کرے، کبوتروں کو ذبح کر دے یا ان کے پر کاٹ دے، تاکہ وہ اڑنے کا قابل ہی نہ رہیں (۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نرد (ایک قسم کا کھیل جسے اردشیر بن بابک، شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا) کا بھی رواج ہو گیا تھا۔ آپ نے پوری قوت سے اس لہو ولعب کا مقابلہ کیا، اس کے آلات توڑ دینے کا حکم دیا اور جس شخص کے گھر سے یہ برآمد ہوا، اسے سزا کی دھمکی بھی دی۔ آپ نے لوگوں سے خطبہ کے دوران فرمایا: "لوگو، نرد سے پرہیز کرو، مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں یہ کھیل موجود ہے، میں حکم دیتا ہوں کہ جس شخص کے گھر میں یہ کھیل موجود ہو وہ اسے یا تو جلا دے یا توڑ ڈالے"

ایک دفعہ آپ نے لوگوں سے یہ فرمایا: "لوگو، میں نے نرد کے متعلق تم سے کچھ کہا تھا، لیکن میں نے تمہیں اسے اپنے گھروں سے نکالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ لکڑیوں کے گٹھے بناؤں اور پھر ان لوگوں کے گھروں کی طرف انہیں بھیج دوں جہاں نرد موجود ہو اور پھر ان گھروں کو ان کے باسیوں سمیت آگ لگا دوں" (۷)

## لواطہ (لواطت)

۱۔ تعریف:

مرد کا مرد کی دبر میں جنسی عمل سرانجام دینا لواطت کہلاتا ہے

۲ اس کی سزا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا پہلے یہ خیال تھا کہ لواطت کی سزا بھی زنا کی سزا کی طرح ہے. یعنی اگر اس فعل قبیح کا مرتکب محصن ہو تو اسے سنگسار کر دیا جائے اور غیر محصن کو کوڑے لگائے جائیں۔ روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ایک قریشی لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ آیا یہ محصن ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کی ایک عورت سے شادی ہو چکی ہے. لیکن ابھی تک دخول یعنی ہم بستری نہیں ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا کہ اگر دخول ہو چکا ہوتا تو اسے سنگسار کر دیا جاتا. لیکن چونکہ دخول نہیں ہوا ہے اس لئے اسے حد میں کوڑے لگائیں. چنانچہ آپ کے حکم پر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی (۸) لیکن جلد ہی اس فعل قبیح کے مرتکب کے متعلق آپ کی رائے بدل گئی اور ایسے شخص کو قتل کرنے کا آپ نے فیصلہ کر لیا۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت بیان کی ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو ایک دن آپ چھت پر نمودار ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: "لوگو. کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کا خون صرف چار باتوں کی بنا پر حلال ہو جاتا ہے" آپ نے ان میں سے ایک بات جس کا ذکر کیا وہ یہ تھی کہ اس شخص کا خون بھی حلال ہے جس نے عمل قوم لوط کیا ہو (۹) شوکانی نے "نیل الاوطار" میں حضرت عثمانؓ سے اس فعل قبیح کے مرتکب کے قتل کی کیفیت بھی نقل کی ہے اور کہا ہے کہ اس پر کوئی دیوار گرا دی جائے (۱۰) ابن قدامہ نے "المغنی" میں ایسے شخص کے قتل پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع نقل کیا ہے (۱۱)

# فٹ نوٹ حرف "اللام"

ل ۔۔

(۱) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴. عبدالرزاق ج اول ص ۴۱. المحلی ج ۲ ص ۳۴. کنزالعمال جلد ۹ ص ۴۳۷

(۲) موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب لفظ لقطہ. فقرہ ۲. جز ب. فقرہ ۱

(۳) المحلی جلد ۸ ص ۲۷۱. الموطا جلد ۲. ص ۷۵۶. سنن بیہقی جلد ۶. ص ۱۹۱

(۴) بخاری شریف کتاب الحج باب فضل الحرم. مسلم شریف کتاب الحج باب تحریم مکہ نسائی شریف کتاب الحج باب حرمۃ مکہ

(۵) کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۱۹۰

(۶) کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۱۰۱. ۲۲۲. المحلی جلد ۷. ص ۴۰۰

(۷) سنن بیہقی جلد ۱۰ ص ۲۱۴. کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۲۲۳

(۸) کنزالعمال جلد ۵. ص ۴۲۹

(۹) ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۲۷

(۱۰) نیل الاوطار جلد ۷. ص ۲۸۷ مطبوعہ بیروت

(۱۱) المغنی جلد ۸ ص ۱۸۸

# حرف المیم

## م

### المؤلفۃ قلوبہم (وہ لوگ جن کی تالیف قلب مقصود ہو)

مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کی رقم دینے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ: زکاۃ/۷)

### مجنون (دیوانہ)

(ملاحظہ ہو مادہ: جنون)

### مجوس (مجوسی، آتش پرست)

مجوسیوں کی دیت (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/ ۴ب ۵) مجوسیوں سے جزیہ کی وصولی (ملاحظہ ہو مادہ: جزیہ/۲)

### محلل (حلالہ کرنے والا)

محلل کا نکاح (دیکھئے مادہ: تحلیل)

### مدبر (مدبر)

مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کی آزادی کو اس کے آقا کی موت کے ساتھ معلق کر دیا گیا ہو (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۴)

### مذی (انتشار قضیب کے موقعہ پر اس سے خارج ہونے والا سیال مادہ)

مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: وضو/۴ الف)

### مرابحہ

(ایک دوسرے سے منافع حاصل کرنا)

### بیع مرابحت

(مادہ: بیع/۲)

## مرأة (عورت)

عورت کا بالغ ہونا (مادہ: بلوغ/۲ب)

عورت کے لئے احرام کا لباس (دیکھئے مادہ: احرام/۳الف)

عدت گزارنے والی عورت کا سفر (دیکھئے مادہ: سفر/۱)

اگر مردوں کے جنازوں کے ساتھ عورت کا جنازہ بھی ہو تو نماز جنازہ کے لئے عورت کی میت کو کس ترتیب سے رکھا جائے (دیکھئے مادہ: صلاۃ/۱۹ب)

حالت احرام میں عورت اپنا چہرہ نہیں ڈھانپے گی بلکہ چہرے پر اپنا کپڑا لٹکا دے گی (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۳الف)

عورت کو طلاق دے دینا (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق)

عورت سے نکاح کرنا (دیکھئے مادہ: نکاح)

عورت کو حیض آنا اور اس کا استحاضہ (دیکھئے مادہ: حیض) اور (مادہ: استحاضہ)

عورت کی گواہی (ملاحظہ ہو مادہ: شہادۃ/۳)

عورت کے خلاف کئے جانے والے جرم. یعنی جنایت کی سزا (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۴ب ۳ اور ۴ب ۵)

عورت کا مجاہدین کے ساتھ جانا (ملاحظہ ہو مادہ: جہاد/۲)

عورت جب گرفتار ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے (مادہ: اسر/۳)

اگر عورت کافروں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر مسلمانوں کے پاس اپنے فدیہ کی رقم لینے آئے لیکن رقم مہیا کرنے سے عاجز رہے تو ایسی صورت میں اسے کافروں کی طرف واپس جانے نہیں دیا جائے گا (ملاحظہ ہو مادہ: اسر/۲)

اگر عورت جنگ میں حصہ لے تو مال غنیمت میں سے اسے بھی تھوڑا بہت دے دیا جائے (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ/۱ب۲)

لونڈی سے حق ملکیت کی بنا پر جماع کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: تسری)

## مرض (بیماری)

بیمار کا نکاح کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۲ب)

اگر شوہر مرض الموت میں بیوی کو طلاق دے دے تو شوہر کے ترکہ میں اس کی وراثت (ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۲ب۴)

## مزارعہ (مزارعت)

۱۔ تعریف:

اپنی زمین کاشت کے لئے یا اس پر کام کرنے کے لئے اس شرط پر کسی کے حوالے کرنے کا نام مزارعت ہے کہ پیداوار دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گی۔

۲۔ اس کی مشروعیت

مزارعت مشروع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ آدھی پیداوار پر معاملہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے یہی طریقہ جاری رکھا۔ (۱) حضرت عثمانؓ اپنی زمین تہائی حصے کی بٹائی پر دیا کرتے تھے (۲)

## مزدلفہ (مزدلفہ)

عرفات سے مزدلفہ کو روانگی (ملاحظہ ہو مادہ: حج/۷)

## مسجد (مسجد)

۱۔ مسجد میں مقدمات کے فیصلے کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں مقدمات کے فیصلوں کے لئے عدالت لگاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/۲)

۲۔ مسجد میں وضو کرنا:

مسجد میں وضو کرنا جائز ہے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور دوسرے خلفاء مسجد میں وضو کرتے تھے، یہ حضرات طشت، یعنی چلمچی منگواتے اور اس میں وضو کر لیتے (۳)

۳۔ مسجد میں دسترخوان بچھا دینا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبادت کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، مسافروں، فقراء اور مساکین کے لئے مسجد میں ایک دسترخوان بچھا رکھا تھا (۴)

۴۔ مسجد میں سونے کا حکم:

مسجد میں سو جانا مباح ہے۔ اہل صفہ کی رہائش مسجد نبوی میں تھی۔ یہ حضرات وہیں سوتے

تھے (۵) حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے دوران مسجد میں قیلولہ کرتے تھے اور جب اٹھتے تو آپ کے دونوں پہلو پر چٹائی کے نشانات بنے ہوتے تھے۔ آپ فرماتے: "دیکھو یہ امیر المومنین ہیں، دیکھو یہ امیر المومنین ہیں" (۶) (ملاحظہ ہو مادہ: امارۃ/۴ د)

۵۔ مسجد میں کام کاج کرنا:

مسجد میں کام کاج مثلاً کپڑے سینا، تجارت کرنا اور اس قسم کے دوسرے کام جائز نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مسجدیں ان کاموں کے لئے نہیں بنائی جاتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں حضرت عثمان کے ساتھ ایک مسجد کے پاس سے گزرا، حضرت عثمان نے مسجد میں ایک درزی کو کام کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اسے نکال دینے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! بعض اوقات مسجد میں جھاڑو دی جاتی ہے، چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ابو الحسن، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنبوا مساجدکم صناعکم تم اپنی مسجدوں کو اپنے اہل حرفت وصنعت سے بچا کر رکھو۔ (۷)

۶۔ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۹ د)

۷۔ مسجد نبوی کی تجدید اور اس میں سے دل کو مشغول کرنے والی چیزوں کا انخلاء۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۲۹ھ میں مسجد نبوی کی عمارت کی مکمل تجدید کی اور اس میں اضافہ بھی کیا۔ آپ نے اس کی دیواروں میں تراشے ہوئے پتھر لگوائے اور ان پر چونا مٹی کا پلستر کروایا۔ ستونوں میں کچی اینٹوں کی بجائے پتھر چنوا دیئے۔ اس طرح مسجد کا طول ۱۶۰ گز اور عرض ۱۳۰ گز ہو گیا (۸)

آپ نے مسجد کی دیواروں کو بھی پہلے کی نسبت زیادہ بلند کر دیا اور دیواروں کے بالائی حصے میں چھت کے قریب دائیں بائیں روشندان بنوا دیئے (۹)

آپ نے خوبصورتی کی خاطر چھت سے ترنج کی شکل کے لٹو لٹکا دیئے۔ اب حالت یہ ہو گئی کہ جو شخص بھی مسجد میں داخل ہوتا اس کی نظر پہلے ترنج نما چیز کی طرف اٹھ جاتی، حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا (۱۰) (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۳ ج)

## مشاع:۔

(ایسی مشترک چیز جس میں حصہ داروں کے حصوں کا تعین نہ ہوا ہو)

## مشاع کی بیع:

(ملاحظہ ہو مادہ: بیع/۱ ج)

## مصلحہ (مصلحت، مفاد)

مفاد عامہ کو مفاد خاصہ پر مقدم کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: اسر/۲)

## مضاربہ

(ایسی شراکت جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہو اور کام دوسرا کرے)

مادہ: شرکہ

## مضمضہ (کلی کرنا)

وضو میں کلی کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: وضوء/۳الف)

## غسل میں کلی کرنا

(مادہ: غسل/۲)

## مغرب (مغرب)

مغرب کی نماز کا وقت (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۶ج)

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۸)

## مفقود (گمشدہ)

۱۔ تعریف:

مفقود اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کہیں جا کر اس طرح گم ہو گیا ہو کہ اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ معلوم ہو کہ آیا زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

حضرت عثمانؓ گمشدگی کے مختلف حالات کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے (۱۱) یعنی اس کی گمشدگی ایسے سفر کے دوران ہوئی جس میں ظاہری طور پر ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی اور طریقے سے یہ گمشدگی عمل میں آئی ہو۔ آپ کا قول ہے: ''جو عورت بھی اپنے خاوند کو گم کر بیٹھے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، تو وہ چار برس تک انتظار کرے گی۔ پھر اس کے بعد چار مہینے دس دن عدت پوری کرے گی'' (۱۲) آپ نے اس قول میں گمشدگی کے مختلف حالات کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔

۲۔ مفقود کے احکام:

مفقود کی بیوی اپنے شوہر کی واپسی کا چار برس تک انتظار کرے گی۔ اگر شوہر اس دوران میں واپس آ گیا تو

فبہاورنہ اس مدت کے اختتام پر وہ عدت وفات یعنی چار مہینے دس دن کی عدت گزارے گی۔ اس کے بعد اگر وہ نکاح کرنا چاہے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہو گا۔ اگر نکاح کے بعد اس کا پہلا شوہر یعنی مفقود واپس آجائے تو اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ یا تو اس کی بیوی اس کے پاس واپس چلی جائے یا وہ مہر کی رقم واپس لے لے۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے مفقود کے متعلق یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس کی بیوی چار برس تک اس کی واپسی کا انتظار کرے گی۔ اس کے بعد چار مہینے دس دن مزید عدت پوری ہونے تک انتظار کرے گی۔ پھر اگر چاہے تو نکاح کر لے گی۔ اس کے بعد اگر اس کا پہلا شوہر واپس آجائے تو اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ یا اپنی بیوی کو واپس لے لے یا مہر کی رقم واپس لے لے (۱۳) سہیمہ بنت عمیر شیبانی سے منقول ہے کہ اس کا شوہر صیفی بن قتیل مجاہدین کے ساتھ ایک معرکے میں گیا اور پھر گم ہو گیا، اسے پتہ نہ چل سکا کہ آیا وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے۔ اس نے چار برس تک انتظار کیا اور پھر عباس بن طریف قیسی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا مفقود شوہر واپس آگیا۔ اس کے اہل خاندان حضرت عثمانؓ کے پاس گئے، آپ اس وقت باغیوں کے محاصرے میں تھے، آپ چھت پر نمودار ہوئے اور فرمایا: "میں اس حالت میں تمہارے مقدمے کا کیا فیصلہ کر سکتا ہوں۔" ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم اسے قبول کر لیں گے۔ اس پر آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ پہلے شوہر کو بیوی واپس لینے یا مہر کی رقم واپس لینے کے درمیان اختیار دیا جائے گا (۱۴)

### ۳۔ مفقود کی میراث:

مفقود کی میراث چار سال کے اختتام کے دن تقسیم کر دی جائے گی۔ زہری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی ہے (۱۵)

مفلس (دیوالیہ، مفلس) (ملاحظہ ہو مادہ: فلس)

مفوضہ (وہ عورت جسے اختیار تفویض کر دیا گیا ہو)

ایسی عورت جسے طلاق دینے کا اختیار تفویض کر دیا گیا ہو (ملاحظہ ہو مادہ: طلاق / ۲ الف ۲)

مکاتب (مکاتب) (ملاحظہ ہو مادہ: رق / ۵)

مکہ (مکہ مکرمہ)

### ۱۔ مکہ مکرمہ کے حدود:

مکہ مکرمہ کے حدود وہی ہیں جو حرم کے حدود ہیں۔ ان حدود کا تعین حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے حضرت جبریل کی رہنمائی میں کیا تھا۔ پھر یہ اسی طرح قائم رہے، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال حضرت تمیم بن اسد خزاعیؓ کو وہاں بھیج کر ان کے ہاتھوں نئے سرے سے نشانات لگوا کر انہیں برقرار رکھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں قریش کے چار آدمیوں کو جو مکہ مکرمہ کے دیہات میں پھرا کرتے تھے، حرم کے نشانات کی نئے سرے سے تنصیب کے لئے بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ ہر ایسی وادی جس کا ڈھلان حرم کے رخ ہو اس پر نشان نصب کر کے اسے حرم میں داخل کر دیں۔ اور جس وادی کا ڈھلان حل (حدود حرم سے باہر کا علاقہ) کی طرف ہو اسے حل میں شامل کر دیں (۱۶)۔ یہی صورت حال حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں باقی رہی اور آج تک باقی ہے۔

ہم بدیہی طور پر یہ دیکھ سکتے ہیں کہ حرم کا منطقہ وہ نہیں ہے جو احرام کا منطقہ ہے۔ منطقہ حرم مکہ مکرمہ ہے جس کے چاروں طرف ایک تنگ پٹی ہے لیکن منطقہ احرام اس سے کہیں وسیع اور بڑا ہے اس کے حدود وہ خطوط مستقیم ہیں جو ذات عرق، قرن المنازل، یلملم، جحفہ، ذوالحلیفہ اور ماورائے جدہ سے سمندر تک کے علاقوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔

۲۔ احکام مکہ:

(ملاحظہ ہو مادہ: حرم/۱)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ کے مکانات کی بیع کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا: "مکہ میں میری اقامت گاہ میں میرے بچے رہیں گے اور جسے وہ پسند کریں گے اسے وہاں اقامت پذیر ہونے دیں گے۔ (۱۷) اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ اقامت گاہ فروخت نہیں کی جائے گی۔ البتہ اس قول کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے اس اقامت گاہ کو شاید وقف کر دیا ہو۔ واللہ اعلم

## من (احسان کرنا)

قیدیوں پر احسان کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: اسر/۲ج)

## منی (منی۔ مادۂ تولید)

منی کا خروج بالغ ہونے کی ایک نشانی ہے (ملاحظہ ہو مادہ: بلوغ/۲الف)

منی نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/الف)

## مہر (مہر)

(ملاحظہ ہو مادہ: نکاح ۵)

## موت (موت)

### ۱۔ زندہ شخص کا اپنی قبر کے لئے جگہ خریدنا:

یہ جائز ہے کہ کوئی انسان اپنی زندگی میں اپنی قبر کے لئے جگہ خرید کر رکھ لے اور وہاں دفن کئے جانے کی وصیت کر جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے لئے قبر کی جگہ خرید کر اس میں دفن کئے جانے کی وصیت کی تھی (۱۸)

### ۲۔ میت کو غسل دینا:

بعض صحابہ کرام کے متعلق یہ مشہور ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو غسل دیا تھا اور کسی نے ان کے اس فعل پر تنقید نہیں کی. حضرت علیؓ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا (۱۹) ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تو یہاں تک فرمایا کہ مرد اپنی بیوی کو دوسروں کی بہ نسبت غسل دینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی کی طرف سے اس قول کی مخالفت معلوم نہیں ہو سکی (۲۰)

### ۳۔ میت کی تکفین:

جب محرم احرام کی حالت میں مرجائے تو موت کی وجہ سے اس کا احرام منقطع نہیں ہو گا۔ اس لئے احرام کے کپڑوں میں اس کی تکفین ہوگی ۔ اس کا سر ڈھانپا نہیں جائے گا اور نہ ہی خوشبو لگائی جائے گی۔ یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۴ب)

### ۴۔ نماز جنازہ:

(ملاحظہ ہو مادہ: صلاۃ/۱۹)

### ۵۔ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا اور نہ کھڑے ہونا دونوں باتیں منقول ہیں. بعض صحابہ کی یہ رائے تھی کہ ترک قیام سے قیام کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ ترک قیام کا حکم بعد میں وارد ہوا۔ بعض صحابہ کی رائے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک قیام بیان جواز کے لئے تھا۔ اور یہ کہ اس معاملے میں بڑی گنجائش ہے۔ جو شخص چاہے کھڑا ہو جائے اور جو چاہے نہ کھڑا ہو۔ حضرت عثمانؓ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ آپ کی رائے میں ایک مسلمان کو جنازہ دیکھ کر قیام کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک جنازہ دیکھ کر قیام کر لیا اور فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوتے دیکھا ہے" (۲۱)

۶۔ جنازہ اٹھا کر لے جانے کی کیفیت:

دو بانسوں کے درمیان جنازہ رکھ کر اٹھا لینا مباح ہے۔ عیسیٰ بن طلحہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو اپنی ماں کا جنازہ دو بانسوں کے درمیان اٹھائے دیکھا تھا۔ پھر جب تک جنازہ زمین پر رکھ نہیں دیا گیا آپ اپنی والدہ کے جنازے سے جدا نہیں ہوئے (۲۲)

۷۔ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا:

الف۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا جنازے کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنازے کے آگے آگے چلنا افضل سمجھتے تھے اور خود بھی ایسا ہی کرتے تھے (۲۳)

ب۔ مسلمان کے لئے کافر کے جنازے کے ساتھ چلنا جائز ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے حارث بن ربیعہ کی ماں کے جنازے کی مشایعت کی تھی جو نصرانی تھی۔ اور کسی نے اس پر کسی منفی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا (۲۴)

۸۔ میت کی قبر:

ملاحظہ ہو مادہ: قبر)

۹۔ میت کی تدفین:

میت کی تدفین دن اور رات میں کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کی تدفین رات کے وقت عشاء کی نماز کے بعد عمل میں آئی تھی۔ زرعہ بن عمر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ہم نے عثمان بن عفانؓ کو عشاء کی نماز کے بعد دفن کیا اور ان کا جنازہ اٹھانے والے چار آدمیوں میں سے ایک میں تھا (۲۵)

۱۰۔ جنازے اٹھانے کے بعد وضو کرنا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اس بات کے قائل تھے کہ جنازہ اٹھانے کے بعد وضو کر لینا مستحب ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے آپ سے روایت کی ہے کہ جو شخص کوئی جنازہ اٹھائے وہ وضو کر لے (۲۶) آپ کا قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس کی روایت حضرت ابوہریرہؓ نے مرفوعاً آپ سے کی ہے کہ۔ من غسل میتاً فلیغتسل ومن حمله فلیتوضأ جس شخص نے کسی میت کو غسل دیا وہ خود غسل کر لے اور جو شخص کوئی جنازہ اٹھائے وہ وضو کر لے۔ (۲۷)

۱۱۔ وراثت جاری ہونے کے لئے مورث کی موت شرط ہے:

(ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۳ الف)

## موضحہ

(ایسا زخم جس سے ہڈی نظر آ جائے)

موضحہ زخم اور اس کی وجہ سے واجب ہونے والی دیت (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ/۳ ج ۱)

## میقات (میقات)

حج اور عمرے کے لئے میقات سے احرام باندھنا (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۲)

# فٹ نوٹ حرف "المیم"

م

(۱) المحلی جلد ۸ ص ۲۱۴، المغنی جلد ۵ ص ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۸۴

(۲) خراج ابی ابو سف ص ۱۰۷

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶، المغنی جلد ۳ ص ۲۰۶

(۴) البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۴۸

(۵) المحلی جلد ۴ ص ۲۴۱

(۶) سنن بیہقی جلد ۲ ص ۴۴۷، کشف الغمہ جلد اول ص ۱۸۴

(۷) کنزالعمال جلد ۸ ص ۳۱۶، کشف الغمہ جلد اول ص ۸۱

(۸) ایک ذراع یعنی گز ۸۵ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے

(۹) المساجد مصنفہ دکتور حسین مونس

(۱۰) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۹

(۱۱) المحلی جلد ۱۰ ص ۱۴۰

(۱۲) سنن بیہقی جلد ۷، ص ۴۴۵

(۱۳) المحلی جلد ۹ ص ۱۲۶، ۱۷۰، ۳، جلد ۱۰ ص ۱۳۶، ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۲۱۸، سنن بیہقی جلد ۷ ص ۴۴۵، کنزالعمال جلد ۹ ص ۲۹۵، کشف الغمہ جلد ۲ ص ۶۸ المغنی جلد ۷ ص ۴۹۱

(۱۴) سنن بیہقی جلد ۷ ص ۴۴۷، المحلی جلد اول ص ۱۳۶، المغنی جلد ۷ ص ۴۹۹

(۱۵) المحلی جلد ۱۰ ص ۱۳۶

(۱۶) کنزالعمال رقم ۳۸۰۹۴

(۱۷) ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۱۸۸

(۱۸) المغنی جلد ۲ ص ۵۱۰

(۱۹) المغنی جلد ۲، ص ۵۲۴، صفوة الصفوة جلد ۲ ۔ ص ۱۴

(۲۰) المحلی جلد ۵ ص ۱۷۵

(۲۱) کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۷۲۵

(۲۲) سنن بیہقی جلد ۴ ص ۲۰

(۲۳) الموطا جلد ا ص ۲۲۵. المحلی جلد ۵ ص ۱۶۵ کنزالعمال جلد ۱۵ ص ۷۲۱. المجموع جلد ۵ ص ۲۳۸. المغنی جلد ۲ ص ۴۷۴.
نیل الاوطار جلد ۴ ص ۱۱۶. کشف الغمہ جلد ا ص ۱۶۶

(۲۴) المحلی جلد ۵ ص ۱۱۷

(۲۵) ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۵۲. سنن بیہقی جلد ۴ ص ۳۱. المغنی جلد ۲ ص ۵۵۵

(۲۶) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۴

(۲۷) ترمذی شریف و دیگر سنن

# حرف النون

## ن

### نافلہ زائد، نفلی عبادت

نافلہ ہر اس عبادت کو کہتے ہیں جو فرض عبادات سے زائد ہو

### نفل نماز:

دیکھئے مادہ: صلاۃ، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸)

### نفلی روزہ:

(دیکھئے مادہ: صیام، ۶، ۷)

### نفلی صدقہ:

(دیکھئے مادہ: صدقہ)

نفل نماز کے لئے اذان اور اقامت کی عدم مشروعیت (دیکھئے مادہ: اذان، ۲)

### نبی (نبی۔ پیغمبر)

انبیاء کے چھوڑے ہوئے تبرکات کی حفاظت اور نگہداشت میں کوشاں رہنا مشروع ہے، مثلاً انگوٹھی، کپڑے وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ ۳۰ ہجری میں یہ انگوٹھی حضرت عثمانؓ کی انگلی سے پھسل کر مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر اریس نامی ایک کنوئیں میں گر گئی۔ حضرت عثمان نے اس کی تلاش میں بڑی رقم صرف کی اور بڑا زور لگایا لیکن وہ ہاتھ نہ آئی اور نہ اس کا کچھ پتہ چلا (۱)

### نبیذ (نبیذ)

نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی میٹھی شے مثلاً خرما، منقیٰ وغیرہ ڈال کر خوش ذائقہ بنالیا جاتا ہے۔

### نبیذ کے احکام:

(دیکھئے مادہ: اشربہ، ۱)

## نجاسہ (نجاست)

۱۔ اس کی قسمیں:

نجاست کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور معنوی

نجاست معنوی وہ نجاست ہے جس سے وضو ٹوٹ جائے یا غسل واجب ہو جائے (ملاحظہ ہو مادہ. وضو/۴ اور مادہ: غسل/۱)

نجاست ظاہری یا مادی مثلاً پیشاب. پاخانہ، مردار وغیرہ

۲۔ نجاست میں احتیاط:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نجاست کے معاملے میں بہت احتیاط کرتے تھے، حتیٰ کہ جن کپڑوں میں آپ بیت الخلا جاتے انہیں پہن کر مسجد میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (۲)

۳۔ جوتوں کی طہارت:

جوتا پاک ہوتا ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ حضرت عثمانؓ جوتوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے۔ (۳)

## نرد (ایک قسم کا کھیل)

نرد ایک قسم کا کھیل ہے اور یہ نرد شیر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسی نام سے حدیث میں مذکور ہوا ہے آپ کا ارشاد ہے من لعب النردشیر فکأنما غمس یده فی لحم الخنزیر و دمه جس شخص نے نرد کے کھیل کو ہاتھ لگایا اس نے گویا خنزیر کے خون اور گوشت سے اپنا ہاتھ ملوث کر لیا۔ (۴)

نرد کے آلات کو رکھنے اور اس سے کھیلنے کی حرمت (ملاحظہ ہو مادہ. لہو/۲)

جو شخص نرد کا کھلاڑی ہو اس کی گواہی قابل رد ہے۔ (ملاحظہ ہو مادہ. شہادۃ/۱ج)

## نسب (نسب)

نسب ثابت ہوتا ہے فراش. یعنی ہم بستری سے خواہ یہ ہم بستری عقد نکاح کی بنا پر ہوئی ہو یا ملک یمین کی بنا پر۔ عقد نکاح کی وجہ سے نسب کے ثبوت کی دلیل وہ روایت ہے جس کے راوی خلاس بن عمرو ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "ایک لونڈی قبیلہ طی میں آئی اور اپنے آپ کو آزاد خاتون ظاہر کیا۔ اس قبیلے کے ایک شخص نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے۔ پھر اس لونڈی کا آقا بھی پھرتا پھراتا وہاں جا پہنچا۔ جھگڑا حضرت عثمانؓ کے پاس لایا گیا. آپ نے فیصلہ سنایا کہ بچے اس لونڈی کے آقا کی ملکیت ہوں گے اور

شوہر نے جواز دواجی تلذذ حاصل کر لیا وہی اس کا حصہ ہے، نیز آپ نے باپ کے لئے یہ طریقہ مقرر کر دیا کہ وہ اپنے بچے فی راس کے بدلے دو راس دے کر اس کی ملکیت چھڑائے گا (۵) یعنی آپ نے بچوں کی ماں کے آقا سے، جو ان کا مالک بن چکا تھا، انہیں چھڑانے کا یہ فدیہ مقرر کیا اور اس طریقے سے عقد نکاح کی بنا پر اولاد کا نسب ان کے باپ سے ثابت کر دیا۔

۔۔۔ عجمی مشرکین کی اولاد کا نسب ان کے آباء سے ثابت ہو گا (ملاحظہ ہو مادہ : ارث / ۲ الف ۳)

تسری کی بنا پر نسب کا ثبوت، یعنی ایسی صورت میں جب کہ کوئی شخص اپنی لونڈی سے ہم بستری کرے اور پھر اس کے بطن سے اولاد پیدا ہو، تو اس کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد اپنے آقا کی وفات کے بعد اس لئے آزاد ہو جاتی ہے کہ اس کے بطن سے اس کے آقا کی اولاد پیدا ہوئی ہے، اس لئے اس اولاد کا نسب بھی اسی آقا سے ثابت ہو گا (ملاحظہ ہو مادہ : رق / ۶)

## نسیہ (ادھار)

ادھار کا سود (ملاحظہ ہو مادہ : ربا / ۲ الف)

۔۔۔ کسی چیز کو اس کی جنس کے بدلے فروخت کرنے کی صورت میں ادھار کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ : ربا / ۲ ب)

## نصاب (نصاب، مال کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے)

زکوٰۃ کا نصاب (دیکھئے مادہ : زکوٰۃ)

چوری میں قطع ید کے لئے نصاب (ملاحظہ ہو مادہ : سرقہ / ۴ الف ۱)

## نعل (جوتا)

جوتوں سمیت نماز پڑھنا (ملاحظہ ہو مادہ : صلاۃ / ۲) اور (مادہ نجاسہ / ۳)

## نفی (جلاوطن کر دینا)

کسی کو اس کے وطن سے دور کر دینے کا نام نفی ہے

حد زنا میں جلاوطن کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ : زنا / ۴)

کسی کو تعزیراً جلاوطن کر دینا (ملاحظہ ہو مادہ : تعزیر / ۴)

## نکاح (نکاح)

حضرت عثمان رضی اللہ کے اقوال کی روشنی میں ہم اس موضوع پر درج ذیل نکات کے تحت بحث کریں گے :

۱۔ تعریف. ۲۔ شوہر، ۳۔ بیوی. ۴۔ ولی. ۵۔ مہر. ۶۔ عقد نکاح میں شرط

## ۱۔ تعریف

نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کی بنا پر میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے تلذذ کا حصول حلال ہو جاتا ہے

## ۲۔ شوہر:

الف۔ شوہر یا تو آزاد مرد ہو گا یا غلام ہو گا

اگر آزاد ہے تو اس کے لئے بیک وقت چار بیویاں رکھنا جائز ہے. اگر اس کے عقد میں چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دے اور تین بیویاں رہ جائیں تو اس کے لئے چوتھی بیوی کی عدت کے اندر کسی اور عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے. لیکن اگر اس نے چوتھی کو ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں طلاق رجعی دی ہو گی تو وہ اس وقت تک کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکے گا جب تک یہ چوتھی اس سے علیحدہ نہ ہو جائے. یعنی اس کی عدت ختم نہ ہو جائے (۶)

اگر شوہر غلام ہے تو اسے بیک وقت دو سے زائد بیویاں رکھنے کا حق نہیں ہے. یعنی آزاد آدمی کی بہ نسبت نصف. اس پر سب کا اجماع ہے (۷)

ب۔ بیمار کا نکاح کر لینا.

جب انسان مرض الموت میں گرفتار ہو تو اسے اپنے مال کو یونہی بکھیر دینے اور لٹا دینے سے روک دیا جائے گا اور اس پر تہائی سے زائد مال تبرع کے طور پر خرچ کرنے پر پابندی ہو گی، لیکن اس کا نکاح کرنا مال بکھیرنے اور لٹانے میں شمار نہیں ہو گا خواہ مہر کی رقم کم ہو یا زیادہ. اس لئے مریض کو نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کا یہی موقف تھا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ، حضرت معاذ بن جبلؓ ، حضرت زبیرؓ حضرت قدامہ بن مظعونؓ اور حضرت عبداللہ بن ربیعہؓ شامل تھے. اس وقت جو صحابہ کرام بقید حیات تھے ان میں سے کسی کی طرف سے اس موقف کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا گیا (۸)

ج۔ اگر بیوی مسلمان ہو تو شوہر کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے. حضرت عمرؓ کا قول ہے: ''کوئی نصرانی کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا'' حنظلہ بن بشر نے اپنی بیٹی کا اپنے نصرانی

بھتیجے کے ساتھ نکاح کر دیا۔ عوف بن قعقاع سواری پر سوار ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور انہیں اس بات کی اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے سرکاری طور پر یہ تحریر لکھوائی: "اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی ورنہ دونوں میں علیحدگی کر دی جائے گی" وہ نصرانی مسلمان نہیں ہوا، چنانچہ دونوں میں علیحدگی کرا دی گئی اور قعقاع نے اس سے نکاح کر لیا (۹) حضرت عمرؓ کے اس فیصلے پر حضرت عثمانؓ یا کسی اور صحابی کی طرف سے کوئی تنقید نہیں ہوئی۔

د۔ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے یہ شرط ہے کہ انہوں نے حج یا عمرے کا احرام باندھ نہ رکھا ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "محرم نہ تو نکاح کرے گا نہ ہی اپنے لئے یا کسی اور کے لئے پیغام نکاح دے گا" (۱۰) (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۳ د)

ھ۔ کفاءت، یعنی ہم کفو ہونا:

شوہر کے لئے بیوی کے ہم کفو ہونا شرط ہے۔ ایک شخص نے بنی لیث کی ایک ثیب (ایسی عورت جس کا نکاح ہو چکا ہو اور اب وہ بے شوہر ہو) خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن اس کے باپ نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں لکھا: "اگر پیغام دینے والا ہم کفو ہے تو لڑکی کے باپ سے کہو کہ نکاح کر دے۔ اور اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہو تو تم لوگ خود اس کا نکاح کر دو!" (۱۱) تمام عرب آپس میں ہم کفو ہیں۔ حضرت عثمانؓ جو بنی عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بنے اور یکے بعد دیگرے آپ کی دو بیٹیاں ان کے عقد میں آئیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے اور عبدالمطلب کے خاندان سے تھے۔ (۱۲) اگرچہ بنو ہاشم کی فضیلت کا تمام عربوں کو اعتراف تھا۔ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "ہم اپنے ہاشمی بھائیوں کی اس فضیلت کے منکر نہیں جو اللہ نے انہیں ہم پر، آپ کی ذات اقدس کی بنا پر عطا کی ہے" (۱۳)

۔۔۔غلام کے نکاح کے لئے آقا کی اجازت (ملاحظہ ہو مادہ: استئذان/۲ ج)

۳۔ بیوی

بیوی میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

الف۔ مسلمان ہو یا اس کا تعلق اہل کتاب سے ہو، یعنی یہودی یا عیسائی ہو۔ حضرت عثمانؓ نے خود

نائلہ بنت الفرافصہ سے نکاح کیا تھا جو عیسائی مذہب کی ماننے والی اور قبیلہ بنو کلب سے تعلق رکھتی تھیں، جب کہ آپ کی دوسری مسلمان بیویاں موجود تھیں۔ نائلہ پھر آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئی تھیں (۱۴)

ب۔ ہونے والے شوہر کے لئے وہ محرم نہ ہو

۱۔ نسب کی بنا پر محرمات یہ ہیں:

انسان کی اصل خواہ وہ کتنی ہی اوپر کیوں نہ چلی جائے۔ مثلاً اس کا باپ، اس کی ماں، اس کے دادا، دادی اور نانا نانی۔ انسان کی فرع خواہ وہ کتنی ہی نیچے کیوں نہ چلی جائے۔ مثلاً اس کا بیٹا، اس کی اولاد۔ انسان کے باپ کی فرع اگرچہ کتنی ہی نیچے کیوں نہ چلی جائے۔ مثلاً اس کا بھائی، اس کی بہن اور ان کی اولاد۔ انسان کے دادا اور نانا کی فرع کا صرف پہلا طبقہ۔ یعنی چچے اور پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں۔ ان کی اولاد اس میں شامل نہیں ہے۔

۲۔ حرمت مصاہرت۔ یعنی مرد اور عورت کے درمیان عقد نکاح کی بنا پر محرمات یہ ہیں:

بیوی کی اصل خواہ اوپر تک کیوں نہ چلی جائے۔ نیز اس کی فرع خواہ کتنی ہی نیچے تک کیوں نہ چلی جائے۔ باپ اور بیٹے کی بیویاں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء آیت ۲۳ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے وَأُمَّهَـٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَـٰٓئِبُكُمُ ٱلَّـٰتِى فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّـٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا۟ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَـٰٓئِلُ أَبْنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنْ أَصْلَـٰبِكُمْ اور تمہاری بیویوں کی مائیں۔ اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو۔ اگر تعلق زن و شو قائم نہ ہوا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں۔ سورۂ نساء آیت ۲۲ میں ارشاد ہے (وَلَا تَنكِحُوا۟ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ جن عورتوں سے تمہارے آباء نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرو مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔

۳۔ رضاعت کی بنا پر محرمات (دیکھئے مادہ: رضاع)

۴۔ بعض ایسی عورتیں بھی ہیں جن سے وقتی طور پر کسی سبب کی بنا پر نکاح حرام ہوتا ہے، لیکن سبب دور ہو جانے پر نکاح حلال ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

— مشرک عورتیں۔ اس لئے کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۱ میں فرمان الٰہی ہے (وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ) اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح نہ کرو۔

— ایسی دو عورتوں کو بیک وقت عقد نکاح میں رکھنا جو آپس میں ایک دوسرے کے لئے محرم ہوں۔ سورۂ النساء آیت ۲۳ میں فرمان باری ہے (وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ) اور یہ کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت عقد نکاح میں رکھو۔ عدت طلاق کو چونکہ استمرار نکاح شمار کیا جاتا ہے اس لئے کسی ایسی عورت سے اس کی بہن کی عدت کے دوران نکاح جائز نہیں ہے (۱۵)

— شوہر والی عورت جب تک اسے طلاق نہ ہو جائے اور پھر وہ عدت گزار نہ لے۔

— عدت گزارنے والی عورت سے نکاح جائز نہیں جب تک اس کی عدت گزر نہ جائے (ملاحظہ ہو مادہ۔ عدۃ/۵)

— چوتھی بیوی کی عدت کے دوران کسی پانچویں عورت سے نکاح جائز نہیں (ملاحظہ ہو مادہ۔ عدۃ/۵)

ج— ہونے والی بیوی کی رضامندی:

جس عورت سے نکاح ہونے والا ہو اس کی رضامندی شرط ہے۔ حضرت عثمانؓ جب اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے تو اس کے مخصوص کمرے میں جا کر یہ فرماتے۔

"فلاں شخص نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ یعنی وہ تم سے نکاح کرنا چاہتا ہے" (۱۶) (ملاحظہ ہو مادہ۔ استئذان/۲ب)

۴— ولی

عورت کے نکاح میں ولی کی رضامندی شرط ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا نکاح إلا بولی و شاهدی عدل ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ولی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے نکاح کے سلسلہ میں کسی کو اپنا وکیل اور نمائندہ مقرر کر دے۔ روایت ہے کہ ایک عرب اپنی بیٹی حضرت عمرؓ کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ گیا کہ جب کوئی کفو میسر ہو جائے تو اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دو۔ خواہ جوتے کے تسمے کے بدلے کیوں نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس لڑکی کا نکاح حضرت عثمانؓ کے

ساتھ کر دیا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عمرو تھا(۱۷)
یہ خاتون ام عمرو بنت جندب تھیں (۱۸) اگر ولی نکاح کی راہ میں حائل ہو جائے اور عورت اپنے نکاح کے معاملے میں ولی کی مخالفت کرنے پر تل جائے۔ دوسری طرف نکاح کا خواہش مند شخص عورت کا کفو ہو تو اس صورت میں قاضی اس عورت کا نکاح کرا دے گا۔ اور ولی کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔
ایک شخص نے بنی لیث کی ایک ثیب خاتون کو پیغام نکاح دیا لیکن اس کا باپ اس رشتے پر رضامند نہیں ہوا۔ اس خاتون نے حضرت عثمانؓ کو خط لکھا۔ حضرت عثمانؓ نے جواباً تحریر کیا: "کہ اگر نکاح کا خواہش منداس خاتون کا کفو ہے تو اس کے باپ سے کہو کہ اس کا نکاح اس سے کر دے۔ اگر باپ ایسا کرنے پر رضامند نہ ہو تو تم لوگ خود اس کا نکاح کر دو" (۱۹)

۵۔ مہر

عقد نکاح کے بعد ہم بستری کی صورت میں یا خلوت صحیحہ کی بنا پر خواہ اس میں ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، عورت پورے مہر کی حقدار بن جاتی ہے۔ زرارہ بن ابی وائل سے روایت ہے کہ: "خلفائے راشدین کا یہ فیصلہ ہے کہ جب دروازہ بند ہو جائے اور پردہ لٹکا دیا جائے تو مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے" (۲۰)

۶۔ عقد نکاح میں شرط:

(ملاحظہ ہو مادہ: شرط) اور (مادہ: تحلیل)

۷۔ نکاح کی بنا پر ایک دوسرے کا وارث ہونا:

(ملاحظہ ہو مادہ: ارث/۲ب)

## نکول (انکار)

قسم اٹھانے کو نکول کہتے ہیں
مقدمے کے فریق کے قسم اٹھانے سے انکار کرنے کی بنا پر قاضی کا اس مقدمے کے سلسلے میں فیصلہ سنا دینا
(ملاحظہ ہو مادہ: قضاء/۳ھ)

## نوم (سونا)

۔۔۔ مسجد میں سونا (ملاحظہ ہو مادہ: امارہ/۴د) اور (مادہ: مسجد/۴)
سو جانا ناقض وضو ہے (ملاحظہ ہو مادہ: وضو/۴ب)

# فٹ نوٹ حرف "النون"

—ن—

(۱) البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۵۵

(۲) کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۶

(۳) نیل الاوطار جلد ۲ ص ۱۳۵

(۴) مسلم شریف باب تحریم اللعب بالنرد شیر۔ ابو داؤد کتاب الادب، باب النہی عن اللعب بالنرد

(۵) المحلی جلد ۸ ص ۱۳۷، ۱۴۱ نیز جلد ۱۰ ص ۳۷، کشف الغمہ جلد ۲ ص ۶۷

(۶) المحلی جلد ۱۰ ص ۲۸، مصنف عبدالرزاق جلد ۶ ص ۲۱۷

(۷) المغنی جلد ۶ ص ۵۴۰

(۸) المحلی جلد ۱۰ ص ۲۶

(۹) موسوعہ فقہ عمر مادہ: نکاح / ۳ ب ۱

(۱۰) کنزالعمال جلد ۵ ص ۲۶۸، المجموع جلد ۷ ص ۲۹۰

(۱۱) ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۰۸ ب، کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۵۲۸

(۱۲) المغنی جلد ۶ ص ۴۸۳

(۱۳) المغنی جلد ۶ ص ۴۸۳

(۱۴) سنن بیہقی جلد ۷ ص ۲۷۴، کشف الغمہ جلد ۲ ص ۶۵، المغنی جلد ۶ ص ۵۸۹، احکام القرآن جصاص جلد ۲ ص ۳۲۵

(۱۵) المغنی جلد ۶ ص ۵۴۴

(۱۶) کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۴۹۹

(۱۷) المغنی جلد ۶، ص ۴۷۶

(۱۸) صفوۃ الصفوۃ جلد اول ص ۲۹۵

(۱۹) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸ ب، کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۵۲۸، المغنی جلد ۶ ص ۴۷۶

(۲۰) المحلی جلد ۹ ص ۴۸۳

# حرف الھاء

## ـ ھ ـ

### ہبہ ( ہبہ )

۱۔ تعریف:

اپنی زندگی میں کسی کو اپنی کسی چیز کا کسی عوض کے بغیر مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

۲۔ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات

جب ایک شخص کے کئی بچے ہوں اور وہ کسی ایک کو کوئی چیز ہبہ کرے تو بقیہ اولاد کو بھی اس طرح ہبہ کرنا چاہئے۔ ایسا کرنا عدل و مساوات کے نقطۂ نگاہ سے ضروری ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے کسی بیٹے کو بھلائی کے کسی کام یا کار خیر کے صلے میں کوئی چیز ہبہ کر دے تو ایسی صورت میں دوسرے بچوں کو بھی مساوی طور پر ہبہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ معاویہ بن حیدہ کہتے ہیں کہ ان کے والد حیدہ کے مختلف بیویوں سے بیٹے تھے جو معاویہ کے کم سن علاتی بھائی تھے۔ حیدہ اچھے خاصے مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے یہ سارا مال صرف ایک بیوی کی اولاد کے نام کر دیا۔ یہ دیکھ کر معاویہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے حیدہ کو یہ اختیار دیا کہ یا تو وہ اپنا ہبہ کیا ہوا سارا مال واپس لے لیں یا پھر تمام بچوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیں۔ انہوں نے اپنا مال واپس کرا لیا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی بڑی عمروں والے بچوں نے سارا مال اپنے چھوٹی عمروں والے بھائیوں کو دے دیا (۱)

۳۔ ہبہ کی شرط:

الف۔ ہبہ میں قبضہ شرط ہے قبضے کے بعد یہ عقد لازم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر ہبہ کرنے والا اگر موہوب لہ یعنی جسے ہبہ کیا گیا ہے کی طرف سے اس پر قبضہ ہونے سے پہلے پہلے ہبہ سے رجوع کر لے تو اس کا یہ اقدام درست ہو گا (۲)

ب۔ اگر موہوب لہ قبضہ کرنے کا اہل نہ ہو، مثلاً نابالغ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے ہبہ پر قبضہ کرے گا اور اس کا یہ قبضہ اس کم سن کی طرف سے حالت بلوغت میں قبضہ تصور ہو گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "بچے کے مال کو حفاظت کی خاطر اپنے قبضے میں لینے کا حق سب سے بڑھ کر اس کے باپ کو ہے" (۳)

ج۔ باپ کا اپنے بیٹے کو ہبہ کرنا: جب باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کے طور پر کوئی چیز دے تو اس پر گواہی

قائم کرنا اس کے لئے لازمی ہے، جب گواہی قائم ہو جائے گی تو یہی گواہی اس ہبہ پر قبضہ متصور ہو گی اور اس کے بعد اس ہبہ کا باپ کے قبضے میں رہ جانا درست ہو گا۔ حضرت عثمانؓ سے یہ قول منقول ہے کہ "جو شخص اپنے کم سن بچے کو کوئی چیز ہبہ کے طور دیدیتا ہے اور بچہ اسے سنبھالنے اور اس کی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہوتا، لیکن باپ اس کا اعلان کر دیتا ہے نیز اس پر گواہ بھی بنالیتا ہے، تو یہ ہبہ جائز ہو گا اور اس کا باپ اس ہبہ کا ولی، یعنی نگران اور محافظ ہو گا" (۴) (دیکھئے مادہ . اشہاد)

## ھجاء (ہجو کرنا۔ مذمت کرنا)

کسی کی مذمت کرنے اور اس کی برائیاں گنوانے کا نام ہجاء ہے

۲۔ ہجو کی تعزیری سزا:

ہجو کرنا حرام ہے۔ اس لئے حاکم وقت کا فرض ہے کہ ہجو کرنے والے کو اس سے باز رہنے کا حکم دے اور حکم عدولی کی صورت میں مناسب سزا دے جو اس کام سے باز رکھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہجو کرنے پر سزا دیا کرتے تھے (۵)

## ہجرۃ (ہجرت)

دار الہجرت میں صدقہ (دیکھئے مادہ : صداق)

## ہدیہ (تحفہ۔ ہدیہ)

کسی شخص سے اظہار محبت یا طلب تقرب کی خاطر اپنی زندگی میں اپنی کوئی چیز کسی عوض کے بغیر اس کی ملکیت میں دیدینا ہدیہ کہلاتا ہے

۔۔۔ ہدیہ اور ہبہ کے احکام ایک جیسے ہیں (دیکھئے مادہ : ہبہ)

فٹ نوٹ : حرف الھاء
- ھ -

(۱) المحلی جلد ۹ ص ۱۴۳، ۱۴۹

(۲) المغنی جلد ۵ ص ۵۹۲، ۵۹۴

(۳) عبدالرزاق جلد ۹ ص ۱۰۳، المحلی جلد ۹ ص ۱۲۲، المغنی جلد ۵ ص ۶۰۱

(۴) الموطاء جلد ۲ ص ۱۷۷، سنن بیہقی جلد ۶ ص ۱۷۰، کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۶۴۷، المغنی جلد ۵ ص ۶۰۲، عبدالرزاق جلد ۹ ص ۱۰۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۳ ب، المحلی جلد ۹ ص ۱۲۲

(۵) ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۲۷ ب، سنن بیہقی جلد ۸ ص ۲۵۳، کنزالعمال جلد ۵ ص ۵۶۳

# حرف الواؤ

## و

### وتر (وتر)

وتر کی نماز (ملاحظہ ہو مادہ. صلاۃ/۸)

### وجہ (چہرہ)

— محرم کا اپنے چہرے کو ڈھانپ لینا (ملاحظہ ہو مادہ. احرام/۳ الف)

— محرم عورت کو اپنا چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت (ملاحظہ ہو مادہ. احرام/۳ الف)

— وضو میں چہرہ دھونا (ملاحظہ ہو مادہ. وضوء/۳)

### وصی

(ایسا شخص جسے کسی کام کی سپرداری دی گئی ہو)

۱۔ تعریف:

وصی اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی طرف سے حفاظت اور تصرف کے لئے مقرر کر دیا گیا ہو۔

۲۔ اجنبی کو وصی مقرر کرنا:

میت کے رشتہ داروں میں سے کسی کو میت کے مال اور اولاد کی نگرانی اور حفاظت کے لئے وصی مقرر کرنا جائز ہے۔ اور اجنبی کو بھی وصی مقرر کرنا جائز ہے۔ حضرت زبیرؓ کو صحابہ کرام میں سے چھ افراد نے اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ ان میں حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت مقداد بن الاسودؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت مطیع بن الاسودؓ اور ایک اور صاحب تھے (۱)

۳۔ وصی کا میت کے دیئے ہوئے قرضوں کو وصول کرنا:

وصی کی ذمہ داری ہے کہ وہ میت کے قرض دیئے ہوئے اموال کی ادائیگی کا قرض لینے والوں سے مطالبہ کرے، انہیں اپنے قبضہ میں لے اور مستحقین پر ان کی تقسیم کرے۔ حضرت زبیرؓ حضرت ابن مسعودؓ کے

وصی تھے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ مجھے ابن مسعودؓ کا وظیفہ دے دیں، اس لئے کہ ان کے اہل و عیال وظیفے کی اس رقم کے بیت المال کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے انہیں پندرہ ہزار درہم دیئے (۲)

## وصیہ (وصیت)

۱۔ تعریف:

وصیت کسی معاوضے کے بغیر تملیک کا نام ہے، جو وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہوتی ہے

۲۔ الوصی:

دیکھئے مادہ: وصی

۳۔ حضرت عثمانؓ کی وصیت:

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کہا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو آپ کا صندوق کھولا گیا اس میں ایک کاغذ ملا جس پر لکھا ہوا تھا: "یہ عثمان کا وصیت نامہ ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عثمانؓ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ جنت اور دوزخ برحق ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں ہے ان تمام لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ عثمان اسی عقیدے پر زندہ ہے، اسی عقیدے پر اس دنیا سے جائے گا اور انشاء اللہ اسی عقیدے پر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا" (۳)

## وضوء (وضو)

۱۔ وضو کا برتن:

جس پانی سے وضو کیا جا رہا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ طاہر اور مطہر ہو۔ (یعنی وہ خود پاک ہو اور پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو) اس کے بعد اگر وہ تانبے، لکڑی یا چمڑے کے بنے ہوئے برتن میں ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حسن سے روایت ہے کہ "میں نے امیر المومنین عثمانؓ کو دیکھا کہ ایک شخص لوٹے سے پانی ڈال رہا ہے اور آپ وضو کر رہے ہیں" (۴) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حسن نے بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ کوزے یا پتھر کے بنے ہوئے چھوٹے برتن میں پانی لے کر اس سے وضو کرتے تھے (۵)

۲۔ وضو کرنے والے کا دوسرے شخص سے مدد لینا:

حضرت عثمانؓ کو یہ بات پسند تھی کہ کسی کی مدد لئے بغیر وضو کے سارے افعال خود سرانجام دیں، تاکہ ثواب کے تن تنہا مستحق ٹھہریں۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ رات کے وقت اٹھتے اور خود وضو کرتے، آپ سے کہا گیا کہ کسی خادم کو حکم کیوں نہیں دیتے؟ فرمایا: "مجھے یہ پسند ہے کہ وضو خود کروں" (۶)

۳۔ وضو کے افعال:

الف۔ وضو کی کیفیت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران نے حضرت عثمانؓ کے وضو کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ آپ نے پانی کا برتن منگوایا۔ اپنی دو ہتھیلیوں پر تین دفعہ پانی ڈال کر انہیں دھویا۔ پھر برتن کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر پانی لیا. پھر تین دفعہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین مرتبہ دایاں ہاتھ اور تین مرتبہ بایاں ہاتھ (کہنیوں تک) دھویا۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر انہیں تر کیا اور سر اور کانوں کا مسح کیا۔ اور اسکے بعد پاؤں دھولئے۔ ایک روایت میں ہے کہ پاؤں ٹخنوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ پھر فرمایا: "وضو کے متعلق مسئلہ پوچھنے والے کہاں ہیں! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے" (۷)

ب۔ داڑھی کا خلال کرنا:

جب وضو کرنے والا اپنا چہرہ دھونے لگے تو انگلیوں کے ذریعے اپنی داڑھی کا خلال بھی کرلے، بشرطیکہ داڑھی موجود ہو. ابو وائل راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ نے اپنی داڑھی کا تین دفعہ خلال کیا (۸)

ج۔ ایک دفعہ سر کا مسح کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وضو کی جس کیفیت کی روایت کی گئی ہے اس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ سر کا مسح کیا تھا (۹) اور سر کے ایک حصے کے مسح پر اکتفا کیا تھا، یعنی سر کے اگلے حصے کا مسح (۱۰)

د۔ کانوں کا مسح:

اس بیان کردہ کیفیت میں یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ نے سر کے مسح کے بعد بچی کھچی تری سے

کانوں کا مسح کر لیا اور اس کے لئے نئے سرے سے پانی لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی (۱۱) اس لئے کہ آپ کانوں کو سر کا حصہ سمجھتے تھے. چنانچہ آپ کا قول ہے: "سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ دونوں کان سر کا حصہ ہیں" (۱۲)

آپ کانوں کے اندرونی اور بیرونی دونوں حصوں کا مسح کرتے تھے جیسا کہ آپ کے وضو کی کیفیت کے بیان میں گزر چکا ہے اور جس طرح عبدالرزاق نے آپ سے اس کی تصریح کی ہے (۱۳)

ھ۔ ترتیب:

نووی نے "المجموع" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک وضو کے افعال میں ترتیب واجب ہے۔ (۱۴)

۴۔ وضو کو توڑنے والی چیزیں:

الف۔ ہر وہ چیز جو سبیلین، یعنی بول و براز کے راستے خارج ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ سبیلین سے ہر نکلنے والی چیز خواہ وہ پیشاب ہو پاخانہ ہو مذی ہو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ حضرت عثمانؓ کا قول ہے: "مذی خارج ہونے پر وضو کرنا ضروری ہے۔ (۱۵)

ب۔ نیند کی حالت میں سہارے کے بغیر گر پڑنا:

اس لئے کہ سہارے کے بغیر جو شخص نہ ٹھہر سکے اس کی حیثیت لیٹے ہوئے انسان کی طرح ہے اور لیٹ کر سو جانے والے کا وضو بالاتفاق ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بنا پر جو شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے. یعنی اونگھتا رہے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سو جاتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے. سو جانے سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھتے رہتے تھے جس طرح کہ سنن ابی داؤد میں ہے: صحابہ کرام عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے. حتیٰ کہ نیند کی وجہ سے ان کے سر اوپر نیچے ہوتے رہتے تھے۔ پھر وہ نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے" (۱۶) (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/ ا ج)

ج۔ انزال کے بغیر جماع:

حضرت عثمانؓ کی یہ رائے تھی کہ ایسا جماع جس میں انزال نہ ہو اس سے صرف وضو واجب

ہوتا ہے، غسل واجب نہیں ہوتا۔ حضرت عثمانؓ سے ایک روایت میں یہ مذکور ہے۔ آپ سے حضرت زید بن خالدؓ جہنی نے اس شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جو اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے. لیکن اسے انزال نہیں ہوتا. تو آپ نے فرمایا: "وہ وضو کرے جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو تناسل کو دھو لے" (۱۷)

د۔ جنازے کو کندھا دینے کی بنا پر وضو کرنا:

حضرت عثمانؓ جنازے کو کندھا دینے کی بنا پر وضو کر لینا مستحب سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو مادہ: موت/۱۰)

ھ۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا لینے کی بنا پر وضو کرنا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے میں آگ پر بھنا ہوا گوشت کھا لینے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ آپ خود وضو نہیں کرتے تھے (۱۸) آپ نے ایک دفعہ روٹی اور گوشت تناول کیا اور کلی کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دھو لئے۔ اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیا۔ اس کے بعد وضو کئے بغیر نماز پڑھ لی (۱۹)

و۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دے جس میں وضو کو توڑنے والی کسی چیز کا مسلسل اخراج ہو مثلاً سلسل البول کی بیماری جس میں پیشاب کے قطرے مسلسل ٹپکتے رہتے ہیں، ایسا شخص ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے گا اور نماز پڑھ لے گا۔ نماز کے دوران وضو توڑنے والی چیز کا اخراج اس کا وضو نہیں توڑے گا۔ حضرت عثمانؓ کو بھی سلسل البول کی بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ آپ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے (۲۰)

۵۔ وضو کے دوران گفتگو:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے میں وضو ایک عبادت ہے۔ اسی لئے آپ وضو کے دوران کلام کو مکروہ سمجھتے تھے، خواہ یہ کلام سلام کا جواب دینا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے آپ کا طریق کار یہ تھا کہ جب وضو کے دوران کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو جب تک وضو سے فارغ نہ ہو جاتے جواب نہ دیتے۔ آپ فرماتے: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے" (۲۱)

۶۔ وضو کے بعد اعضاء سے پانی جھاڑ کر خشک کر لینا

وضو کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وضو سے فراغت کے بعد وہ اپنے اعضاء سے پانی جھاڑ کر یا پونچھ کر خشک کر لے۔ (۲۲) (ملاحظہ ہو مادہ: تنشیف)

## وطء (وطی کرنا)

۱۔ وطی کی قسمیں:

وطی کی تین قسمیں ہیں:

الف۔ وطی حلال۔ مثلاً نکاح کی بنا پر وطی کرنا (دیکھئے مادہ: نکاح) یا اپنی لونڈی سے وطی کرنا (دیکھئے مادہ: تسری)

ب۔ اصل کے اعتبار سے حلال ہو لیکن کسی شرعی رکاوٹ کی بنا پر حرام ہو جائے۔ مثلاً حیض یا نفاس والی عورت کے ساتھ وطی کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: حیض/۲) یا احرام کے دوران وطی کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: احرام/۳ھ)

ج۔ وطی حرام:

مرد کا کسی ایسی عورت کے ساتھ وطی کرنا جس سے جنسی تعلق کے لئے کوئی وجہ جواز موجود نہ ہو (دیکھئے مادہ: زنا) اس طرح مقعد میں وطی کرنا (دیکھئے مادہ: لواطہ)

۲۔ وطی کے آثار و نتائج:

وطی پر درج ذیل آثار و نتائج مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ ثواب جب کہ وطی حلال ہو، گناہ جب کہ وطی فی نفسہ حرام ہو یا کسی ایسے مانع شرعی کی بنا پر حرام ہو گئی ہو جس کے مانع ہونے پر سب کا اجماع ہو۔

ب۔ نکاح کی بنا پر وطی کی صورت میں مہر اور بیوی کا نان و نفقہ لازم ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۵)

ج۔ وطی کی وہ صورت جو فی نفسہ حرام ہے۔ اس کی بنا پر دنیاوی سزا (ملاحظہ ہو مادہ: زنا/۴) اور (ملاحظہ ہو مادہ: لواطہ/۲)

د۔ بدنی عبادات مثلاً روزہ اور حج کا فاسد ہو جانا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

ھ۔ غسل واجب ہو جانا (ملاحظہ ہو مادہ: غسل/۱ج) اور (ملاحظہ ہو مادہ: وضو/۳ج)

و۔ حرمت مصاہرت کا اثبات (مادہ: نکاح/۳ب۲)

۳۔ وہ باتیں جن کی وجہ سے وطی کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے:

ذیل میں وہ باتیں درج ہیں جن کی بنا پر ایک شخص کا اپنی بیوی یا لونڈی سے وطی کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے

اور وطی کی پہلے جو حلت تھی وہ باقی نہیں رہتی:

الف۔ طلاق بائن جو مغلظہ نہ ہو

مرد کو ایسی عورت کے ساتھ وطی کرنے کا حق دوبارہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب نئے سرے سے نکاح ہو اور مہر مقرر کیا جائے اور اگر طلاق بائن طلاق مغلظہ کی شکل میں ہو تو مرد کو یہ حق اس وقت حاصل ہو گا جب عورت سے کوئی دوسرا مرد نکاح کرے، پھر طلاق دے دے اور اس کے بعد وہ دوبارہ اس کے عقد میں آ جائے (دیکھئے مادہ: طلاق)

ب۔ پوری لونڈی یا اس کے ایک حصے کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دینا (دیکھئے مادہ: تسری)

ج۔ ظہار کی وجہ سے وطی کرنا اس وقت تک حرام ہو جاتا ہے جب تک کفارۂ ظہار ادا نہ کیا جائے۔ (ملاحظہ ہو مادہ: ظہار/۳)

۴۔ ترک وطی کی قسم کھالینا

(دیکھئے مادہ: ایلاء)

۔۔۔وطی میں عزل کرنا (دیکھئے مادہ: عزل)

## وقف (وقف)

۱۔ تعریف:

کسی مال کے اصل کو قائم رکھتے ہوئے اس کے فوائد و منافع کو خرچ کرتے رہنا وقف کہلاتا ہے۔

۲۔ وقف کی مشروعیت:

وقف مشروع ہے۔ حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ کو خرید کر اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا کہ جو چاہتا بغیر کسی معاوضہ کے اس سے پانی بھر لیتا۔ پہلے یہ کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا جو اس کا پانی فروخت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یشتری بئر رومة یوسع بها علی المسلمین وله الجنة جو شخص بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے پانی کی گنجائش پیدا کر دے گا اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے یہودی سے آدھا کنواں خرید لیا اور بارہ ہزار درہم اس کی قیمت کے طور پر ادا کئے۔ پھر آپ نے یہودی سے کہا یا تو اس طرح کرو کہ کنواں ایک دن میرے پاس رہے اور ایک دن تمہارے پاس یا ایک ڈول تم رکھ دو اور ایک میں رکھ دوں۔ یہودی نے پہلی بات قبول کر لی۔ اب لوگ اس طرح کرتے کہ جس دن حضرت عثمان کی باری ہوتی اس دن کوئی معاوضہ ادا کئے بغیر دونوں کا پانی نکال لیتے، یہ دیکھ کر یہودی نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ تم نے میرا کنویں والا کاروبار تباہ کر

دیا۔ اس لئے کنویں کا نصف حصہ بھی خرید لو، اس پر حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار پر باقی حصہ بھی خرید لیا اور پورے کنویں کو مسلمانوں پر وقف کر دیا کہ وہ کوئی معاوضہ ادا کئے بغیر اس سے پانی حاصل کرتے رہیں۔ (۲۳)

حضرت عثمان کا اپنے مکانات کو بیٹوں کے لئے وقف کر دینا (۲۴)

## وکالہ (وکیل یا نمائندہ مقرر کرنا)

۱۔ تعریف:

جن امور میں نیابت ہو سکتی ہے ان میں کسی ایسے شخص کو اپنا نائب بنا دینے کا نام وکالت ہے جس کا تصرف کرنا شرعی لحاظ سے جائز ہو

۲۔ جن امور میں وکالت درست ہے:

الف۔ وکالت تمام حقوق العباد میں درست ہے، مثلاً نکاح (دیکھئے مادہ: نکاح/۴) قصاص اور مقدمہ بازی وغیرہ۔ حضرت علیؓ نے عبداللہ بن جعفر کو ایک جھگڑے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں اپنا وکیل نامزد کیا تھا اور فرمایا تھا: "جھگڑے اور مقدمے کی صورت میں بلا سوچے سمجھے گھس پڑنا ہوتا ہے اور ایسے مقام پر شیطان کی حاضری ہوتی ہے اس لئے میں وہاں جانا پسند نہیں کرتا" (۲۵)

ب۔ وکالت ایسے حقوق اللہ میں بھی درست ہے جن میں نیابت ہو سکتی ہو، مثلاً حدود کا اجرا (ملاحظہ ہو مادہ: حد/۲ الف) اور (مادہ: اشربہ/۲ب) یا مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی یا حج وغیرہ

ج۔ لیکن ایسے حقوق اللہ جن میں نیابت نہ ہو سکتی ہو ان میں وکالت درست نہیں ہوتی، یہ بدنی عبادتیں ہیں مثلاً روزہ نماز وغیرہ

## وکزۃ (مکا مارنا)

مکا مارنے پر واجب ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ: جنایہ/۳/ج ۴)

## ولاء (دوستی)

۱۔ تعریف:

اس معنوی قرابت داری کو ولاء کہتے ہیں جو کسی کو آزاد کرنے یا کسی کے ساتھ دوستی کا عقد کرنے کی بنا پر

پیدا ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مادہ. ار ث/۲ج) اور (مادہ. ار ث/۴ط)

۲۔ آزادی دینے کی بنا پر حاصل ہونے والی ولاء.

الف ۔ معتق یعنی آزادی دینے والا اس شخص کی ولاء کا حقدار ہو جاتا ہے جسے اس نے آزادی دی ہے۔ خواہ یہ مرد ہو یا عورت. یہ آزادی خواہ جس شکل میں بھی ملی ہو۔ مکاتبت کی وجہ سے یا ام ولد ہونے کی وجہ سے یا بلا کسی وجہ سے یا کسی اور صورت سے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے یہ بات برقرار رکھی تھی کہ ام ولد کی موت پر اس کی ولاء اس کے آقا کے لئے ہوگی (۲۶)

ب ۔ حق ولاء کو کھینچ لانا.

جب کوئی غلام کسی لونڈی سے نکاح کر لے اور لونڈی آزاد ہو جائے. پھر اس لونڈی کے بطن سے اس غلام کی اولاد پیدا ہو تو اس لونڈی کی ولاء اسے آزادی دینے والے آقا کے لئے ہوگی اور اولاد کی ولاء بھی ان کی ماں کے آقا کے لئے ہوگی. اس لئے کہ اس کی مہربانی سے یہ بچے آزاد قرار پائے ہیں۔ پھر جب ان بچوں کا باپ آزاد ہو جائے گا تو اس کی ولاء اسے آزادی دینے والے کے لئے ہوگی اور بچوں کی ولاء بھی ان کی ماں کو آزادی دینے والے آقا کے ہاتھ سے نکل کر ان کے باپ کو آزادی دینے والے آقا کے ہاتھ میں پہنچ جائے گی اور اس طرح ان کے باپ کو آزاد کرنے والا ان کی ولاء کا حقدار بن جائے گا۔ حضرت عثمان کا قول ہے: "بچوں کی ولاء باپ کو آزادی مل جانے کی صورت میں اس کے آقا کو حاصل ہو جائے گی" (۲۷) حضرت زبیرؓ بن العوام خیبر گئے. وہاں انہیں کچھ ایسے جوان ملے جن کی ظرافت اور بہادری سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے ان کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ جوان حضرت رافعؓ بن خدیج کے موالی ہیں۔ حضرت زبیر نے پوچھا: "کہاں سے آئے؟ بتایا گیا کہ حضرت رافع کی ایک لونڈی کے ساتھ بدووں کے ایک غلام کا نکاح ہوا تھا۔ یہ سب بچے اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر نے اس غلام کو. یعنی ان جوانوں کے باپ کو پچاس درہم میں خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا. پھر ان جوانوں کو حضرت رافعؓ کے مال سے نکال کر اپنے مال میں شامل کر لیا اور واپس مدینہ آ گئے. یہاں آکر حضرت رافعؓ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر جھگڑا کرنا چاہتے ہو تو اس کے تصفیہ کے لئے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس پہنچ جاؤ۔ حضرت رافعؓ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور انہیں ساری صورت حال بتائی نیز حضرت زبیرؓ کی بات سے بھی انہیں آگاہ کیا. حضرت عثمانؓ نے سب کچھ سننے کے بعد فرمایا: "زبیرؓ نے درست کہا

ہے۔ یہ جوان اب اس کے موالی ہیں" (۲۸)
اگر آزادی ملنے سے پہلے اولاد ہو چکی ہو تو یہ اولاد ماں کے آقا کی غلام ہو گی اور ان کی ولاء بھی اسے حاصل ہو گی۔ باپ آزاد ہو کر اس ولاء کو اپنے آقا کی طرف نہیں کھینچ سکتا۔ علاء بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میری ماں قبیلہ حرقہ کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور میرا باپ مالک بن اوس حدثان نصری کا مکاتب تھا۔ میرے باپ نے مکاتبت کی رقم ادا کر دی۔ قبیلہ حرقہ کا ایک شخص حضرت عثمانؓ کے پاس آ کر میرے وظیفے کا مطالبہ کرنے لگا، اس وقت مالک بن اوس بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے کہا کہ یہ تو میرا آزاد کردہ ہے۔ اس طرح دونوں میں جھگڑا ہو گیا، لیکن حضرت عثمان نے اس مقدمے کا فیصلہ قبیلہ حرقہ کے شخص کے حق میں کیا (۲۹)

ج۔ ولاء کی منتقلی:

۱۔ ہبہ کے ذریعے ولاء کی منتقلی:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولاء ہبہ کرنے کی صورت میں انتقال ولاء کا فیصلہ دیا تھا۔ ابو بکر بن حزم کی روایت ہے کہ قبیلہ محارب کی ایک عورت نے اپنے غلام کی ولاء اپنی بیٹی کو ہبہ کر دی اور اسے آزاد کر دیا۔ آزاد شدہ غلام نے اپنے آپ کو اس ولاء سے آزاد کر کے اپنی ذات کو عبدالرحمٰن بن عمرو بن حزم کے لئے ہبہ کر دیا، عورت کا انتقال ہو گیا۔ یہ جھگڑا حضرت عثمانؓ کے پاس لایا گیا، حضرت عثمانؓ نے آزاد شدہ غلام سے اس کے دعویٰ کے لئے ثبوت طلب کیا۔ اس نے ثبوت پیش کر دیا، اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "جاؤ جس کے ساتھ چاہو موالات کر لو" (۳۰)

اس روایت کی تفسیر یہ ہے کہ عورت نے اپنے غلام کی ولاء اپنی بیٹی کو ہبہ کر دی تھی، لیکن بیٹی کے لئے اپنے باپ پر ولاء ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے ولاء باپ کی طرف لوٹ آئی اور اس نے یہ ولاء عبدالرحمٰن بن عمرو بن حزم کو ہبہ کر دی۔ واللہ اعلم

۲۔ ولاء سب سے زیادہ قریبی کے لئے ہوتی ہے:

ولاء وارثین کی طرف اسی طرح منتقل ہو جاتی ہے جس طرح ترکہ منتقل ہو جاتا ہے، عصبات میں سے جو میت کے زیادہ قریب ہو گا وہ دور کے رشتہ دار کو محجوب یعنی محروم

کر دے گا۔ اگر ایک شخص کی وفات ہو جائے اور اپنے پیچھے دو بیٹے اور ایک مولی یعنی آزادہ کردہ غلام چھوڑ جائے۔ پھر ایک بیٹے کی وفات ہو جائے اور اس کے پیچھے ایک بیٹا رہ جائے۔ اس کے بعد آزاد کردہ غلام بھی مر جائے تو اس کی ولاء اسے آزادی دینے والے آقا کے بیٹے کو ملے گی، نہ کہ اس کے پوتے کو، اس لئے کہ ولاء اسے ملتی ہے جو زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "ولاء زیادہ قریبی کے لئے ہوتی ہے" (۳۱) اگر بالا صورت میں آقا کے دونوں بیٹے آزاد شدہ غلام سے پہلے مر جائیں اور ایک بیٹا اپنے پیچھے ایک بیٹا اور دوسرا بیٹا اپنے پیچھے نو بیٹے چھوڑ جائے تو ولاء ان سب کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہو جائے گی، یعنی ہر ایک کو دسواں حصہ ملے گا (۳۲) عاص بن ہشام کا انتقال ہو گیا پیچھے تین بیٹے رہ گئے، دو ایک ماں سے تھے اور تیسرا عاص کی دوسری بیوی سے تھا۔ ان دو اخیافی بھائیوں میں سے ایک اپنے پیچھے بہت سے آزاد کردہ غلام اور اچھا خاصا مال چھوڑ کر مر گیا۔ اس کا سگا بھائی اس کے مال اور ولاء کا وارث بن گیا۔ پھر یہ بھی اپنے پیچھے ایک بیٹا اور علاتی بھائی چھوڑ کر مر گیا۔ بیٹے نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ مال اور ولاء میرے باپ کے قبضے میں تھا اب اس پر میرا قبضہ ہو گا۔ دوسری طرف علاقی بھائی نے دعویٰ کیا کہ بات اس طرح نہیں ہے۔ تم اس کے چھوڑے ہوئے مال کے وارث تو ہو جاؤ گے، لیکن ولاء کے وارث نہیں بنو گے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر آج میرا بھائی مر جاتا تو کیا میں اس کا وارث نہ ہوتا؟ دونوں اس جھگڑے کو حضرت عثمانؓ کے پاس لے گئے، آپ نے موالی کی ولاء کے متعلق بھائی کے حق میں فیصلہ سنا دیا (۳۳)

۳۔ عقد موالات کی بنا پر ولاء:

گذشتہ سطور میں ہبہ کی بنا پر ولاء کی منتقلی پر گفتگو کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "جاؤ اور جس کے ساتھ چاہو عقد موالات کر لو" (۳۴) جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ عقد موالات کی بنا پر ولاء کی مشروعیت کے قائل تھے، عقد موالات میں ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ "تو میرا ولی ہے، میری موت پر تو میرا وارث ہو گا اور اگر مجھ سے کوئی جرم سرزد ہو جائے گا تو تو اس کا جرمانہ بھرے گا"

## ولایہ (سرپرستی، کسی کا ولی بن جانا)

کسی بڑی عمر کے سمجھدار انسان کا کسی ناسمجھ چھوٹی عمر والے شخص کے ذاتی معاملات کو درست رکھنے اور انہیں چلانے کے لئے نگراں بن جانے کا نام ولایت ہے

___ عورت کے نکاح کے لئے ولی کی رضامندی کی شرط (دیکھئے مادہ: نکاح/۴)

___ مقتول کے خون کے ولی کا قصاص معاف کر دینا (دیکھئے مادہ: جنایہ/۳الف ۴)

## ولد (بیٹا)

بیٹے کا فرض ہے کہ وہ حتی الوسع اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتا رہے اور ان کا دل خوشیوں سے بھرتا رہے۔ حضرت عثمانؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ "اللہ کے رسول، مجھے بتائیں کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں"؟ آپ نے فرمایا: "اپنے والدین کے ساتھ" اس نے جواب دیا کہ میرے والدین زندہ نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا: "پھر اپنے بیٹے کے ساتھ" (۳۵)

___ آزادی اور غلامی کے لحاظ سے بیٹا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۴)

___ عطیہ دینے میں اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ/۲)

___ ولد کا نسب اس کے باپ سے ثابت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو مادہ: نسب/۱)

___ جہاد پر جانے سے قبل والدین سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے (ملاحظہ ہو مادہ: استئذان/۲د)

___ باپ کا اپنے بیٹے کو بطور ہبہ کچھ دینا (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ/۳ج)

___ باپ کا بیٹے کی طرف سے ہبہ وغیرہ کو اپنے قبضے میں لینا (ملاحظہ ہو مادہ: ہبہ/۳ب)

___ بیٹے کی بیوی کا باپ پر حرام ہونا (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۳ب ۲)

___ باپ کا اپنی اولاد کو ان کی ماں کا فدیہ ادا کر دینا جب کہ صورت یہ ہو کہ باپ کو ان کی ماں کے متعلق یہ دھوکا دیا گیا ہو کہ وہ آزاد عورت ہے، لیکن حقیقت میں وہ لونڈی ہو (مادہ: استحقاق/۲ب)

___ باپ کا اپنی ایسی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا جس کے اخراجات کی ذمہ داری اس پر ہو (دیکھئے مادہ: زکاۃ الفطر/۲)

___ بیع وغیرہ میں غلام بیٹے کو اس کے والدین سے علیحدہ نہ کرنا (ملاحظہ ہو مادہ: رق/۷د)

—— بیٹے کا سرکاری وظیفہ (ملاحظہ ہو مادہ: عطاء/۳)

**ولی (ولی)**

بیٹی کے نکاح میں ولی کی رضامندی اور اس کی شمولیت کی شرط (ملاحظہ ہو مادہ: نکاح/۴)

**ولیمہ (ولیمہ)**

روزے دار کا دعوت ولیمہ قبول کر لینا (ملاحظہ ہو مادہ: دعوۃ)

## فٹ نوٹ حرف الواؤ
- و -

(۱) المغنی ص ۶، ص ۱۴۴

(۲) الاموال ص ۲۶۰، ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۳۰۰

(۳) البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۸۴

(۴) کنز العمال جلد ۹ ص ۴۰۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷

(۵) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰

(۶) ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۱

(۷) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب المضمضۃ فی الوضوء، صحیح مسلم، ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب صفۃ الوضوء، سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب المضمضہ والاستنشاق، عبدالرزاق جلد ۱ ص ۴۰، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴، المغنی جلد اول ص ۲۰ اور ۴۰، کنز العمال جلد ۹ ص ۴۳۷، شرح معانی الآثار جلد ۱ ص ۲۱ مطبوعہ مصطفائی ہند

(۸) ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۴، عبدالرزاق جلد ۱ ص ۴۱، کنز العمال جلد ۹، ص ۴۳۷، المحلی جلد ۲ ص ۳۴

(۹) کنز العمال جلد ۹، ص ۴۳۷

(۱۰) المغنی جلد ۱، ص ۱۲۵

(۱۱) المغنی جلد ۱، ص ۱۲۵

(۱۲) ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۳ ب اور ۴ ب



(۱۳) عبدالرزاق جلد ۱ ص ۱۳، ۴۱

(۱۴) المجموع جلد ۱ ص ۴۸۲

(۱۵) ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۵ ب، عبدالرزاق جلد ۱ ص ۱۵۸

(۱۶) صحیح مسلم کتاب الحیض، باب الدلیل علی ان نوم الجالس ...... ترمذی، ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من النوم)

(۱۷) صحیح بخاری باب الوضوء من المخرجین، صحیح مسلم کتاب الحیض باب انما الماء من الماء، ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۱۵، کشف الغمۃ جلد ۱ ص ۵۲

(۱۸) عبدالرزاق جلد ۱ ص ۱۶۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی جلد ۱ ص ۳۹۶، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۴۹، المجموع جلد ۲ ص ۶۱، المغنی جلد ۱ ص ۱۹۱

(۱۹) الموطاء جلد ۱ ص ۲۲. ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۸ ب

(۲۰) طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۵۸

(۲۱) کشف الغمہ جلد ۱ ص ۴۹

(۲۲) ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۲۵. المغنی جلد ۱ ص ۱۴۲. المجموع جلد ۱ ص ۴۹۸. کنزالعمال جلد ۹ ص ۴۷۰

(۲۳) المغنی جلد ۴ ص ۷۹. جلد ۵ ص ۵۴۵. ۵۵۰. سنن بیہقی جلد ۶ ص ۱۶۱

(۲۴) المحلی جلد ۹ ص ۱۸۰. کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۶۳۴

(۲۵) المغنی جلد ۵ ص ۸۲

(۲۶) المغنی جلد ۶ ص ۳۵۷

(۲۷) ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۸۸ ب. المغنی جلد ۶ ص ۳۵۹

(۲۸) عبدالرزاق جلد ۹ ص ۴۱. المغنی ج ۶ ص ۳۶۰. الموطاء جلد ۲ ص ۷۸۲. سنن بیہقی جلد ۱۰ ص ۳۰۶. ۳۰۷. کنزالعمال جلد ۱۰ ص ۳۳۵. ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۸۸ ب

(۲۹) سنن الدارمی جلد ۲ ص ۴۰۱

(۳۰) ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۹۰

(۳۱) سنن بیہقی جلد ۱۰ ص ۳۰۳. کنزالعمال جلد ۱۰ ص ۳۳۵

(۳۲) المغنی جلد ۶ ص ۳۷۶. ۳۷۷

(۳۳) الموطاء جلد ۲ ص ۷۸۴. سنن بیہقی جلد ۱۰ ص ۳۰۳

(۳۴) ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص ۱۹۰

(۳۵) کنزالعمال جلد ۱۶ ص ۵۸۴

# حرف الیاء

## ـــــ ی ـــــ

### یتیم (یتیم)

یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے اور وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

۔۔ یتیم کی سرپرستی (دیکھئے مادہ: وصایہ)

۔۔ غنیمت کے اموال میں یتیموں کے حصے (ملاحظہ ہو مادہ: غنیمہ / ۳ الف)

### ید (ہاتھ)

ہاتھ کو نقصان پہنچانے والا جرم (ملاحظہ ہو مادہ: جنایہ / ۳ ج ۱)

### یمین (قسم)

۱۔ اللہ کے نام پر یا اس کے کسی اسم یا صفت پر کسی کام کے متعلق قسم اٹھانے کو یمین کہتے ہیں

۲۔ قاضی کے سامنے قسم اٹھانا (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء / ۳ و)

۳۔ قسم میں تغایظ (ملاحظہ ہو مادہ: قضاء / ۳ د ۲) اور (مادہ: رضاع)

۔۔ قسامت کے سلسلے میں قسمیں اٹھانا (دیکھئے مادہ: قسامہ)

۔۔ بیوی کے ساتھ ہم بستری نہ کرنے کی قسم اٹھانا (ملاحظہ ہو مادہ: ایلاء / ۲ الف)

۴۔ قسم کا کفارہ:

اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارے کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ۔ تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا۔ ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو۔ اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔

## یوم عرفہ (یوم عرفات)

نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ کہتے ہیں

... اس دن وقوف عرفات (ملاحظہ ہو مادہ: حج/ ۷)

... عرفہ کے دن کا روزہ (ملاحظہ ہو مادہ: صیام/ ۷)

## یوم الشک (شک کا دن)

انتیسویں شعبان کا اگلا دن یوم الشک کہلاتا ہے جب رمضان کا چاند نظر نہ آئے

... یوم الشک کا روزہ (ملاحظہ ہو مادہ: صیام/ ۲)

☆

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین